فیوضاتِ حسینی

المعروف بہ

تحفۂ ابراہیمیہ

تالیف (فارسی)

رئیس المفسرین عمدۃ المحدثین سند الفقہاء الصوفی الصافی قامع البدعۃ قاطع الشرک،
مولانا حسین علی الحنفی النقشبندی المجددی ساکن واں بھچراں ضلع میانوالی،

ترجمہ و مقدمہ

از حضرت مولانا عبد الحمید صاحب سواتی مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر

ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ پاکستان

فیوضاتِ حسینی

المعروف بہ

تحفۂ ابراہیمیہ

تالیف (فارسی)

رئیس المفسرین، عمدۃ المحدثین، سند الفقہاء، الصوفی الصافی، قامع البدعۃ، قاطع الشرک،

مولانا حسین علی الحنفی النقشبندی المجددی رحمۃ اللہ علیہ

ساکن واں بھچراں، ضلع میانوالی

ترجمہ و مقدمہ

حضرت مولانا عبد الحمید صاحب سواتی

مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

ادارۃ النشر و اشاعۃ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ (مغربی پاکستان)

فیوضاتِ حسینی (طبع دوم)

المعروف بہ —

تحفۂ ابراہیمیہ (فارسی مترجم)

تالیف

رئیس المفسرین، عمدۃ المحدثین سند الفقہاء الصوفی الصافی

قامع البدعۃ قاطع الشرک مولانا حسین علیؒ الحنفی النقشبندی المجددی

ساکن واں بھچراں ضلع میانوالی

ترجمہ و مقدمہ

از احقر عبد الحمید سواتی

خادم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر: ادارۂ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ (مغربی پاکستان)

طبع دوم مترجم

تاریخ طباعت : ——— رجب المرجب ۱۳۸۷ھ

تعداد اشاعت : ——— ۱۰۰۰

مطبع : ——— اشرف پریس لاہور

ناشر : ——— ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

قیمت : مجلد [illegible] روپے

ملنے کے پتے

(۱) ناظم ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نزد گھنٹہ گھر۔ گوجرانوالہ

(۲) ماسٹر اللہ دین صاحب ناظم شعبہ نشر و اشاعت انجمن اسلامیہ۔ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ

فہرستِ مقدّمہ

فہرستِ مضامین

قولِ سعدیؒ

ایہا النّاس جہاں جائے تن آسانی نیست
مردِ دانا بجہاں داشتن ارزانی نیست

خفتگان را خبر از زمزمۂ مُرغِ سحر نیست،
حیواں را خبر از عالمِ انسانی نیست

داروے تربیت از پیرِ طریقت بُستان،
کآدمی را بتر از علّتِ نادانی نیست

رُوئے اگر چند پری چہرہ و زیبا باشد
نتواں دید در آئینہ کہ نُورانی نیست

شب مردانِ خداوند، جہاں افروز است
روشنا نرا بحقیقت شبِ ظلمانی نیست

پنجۂ دیو ببازوئے ریاضت بشکن،
کآیں بسر پنجگی کے ظاہر جسمانی نیست

طاعت آں نیست کہ بر خاک نہی پیشانی
صدق پیش آر کہ اخلاص بہ پیشانی نیست

حذر از پیرویِ نفس کہ در راہ خدائے
مردم افگن تر ازیں غول بیابانی نیست

عالم و عابد و صُوفی ہمہ طفلانِ راہ اند
مرد اگر ہست بجز عالمِ ربانی نیست

با تو ترسم نکند شاہدِ رُوحانی رُوئے
کآئینہ تو بجز لذّتِ نفسانی نیست

سعدیا گرچہ سخندانُ مصالح گوئی،
بعمل کار بر آید بہ سخندانی نیست

یارب از نیست بہست آمدہ از صنعِ توام
وآنچہ ہست از نظرِ علمِ تو پنہانی نیست،

گر برانی و گرم بندۂ مخلص خوانی
رُوئے نومیدیم از حضرتِ سُلطانی نیست

ناامید از درِ لطفِ تو کجا شاید رفت
تو بخشائے کہ درگاہ ترا ثانی نیست

از کلیاتِ سعدیؒ

سواتی

مقدّمہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہٗ واشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ وان محمدًا عبدہٗ ورسولہ وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہ وازواجہ امّہات المؤمنین وعلیٰ اتباعہ وانصارہ ومحبیہ اجمعین -

امّا بعد!

کتاب تحفۂ ابراہیمیہ کی اشاعت اور ترجمہ کا داعیہ صرف یہ جذبہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کا قرب رضا حاصل کرنے کا طریق معلوم ہوا اور یہ رسالہ چونکہ نہایت مختصر اور جامع ہے اور اس کے مصنف ملک کے نامور محقق اور اہل اللہ میں سے تھے اِس لئے مناسب یہی خیال کیا کہ اس رسالہ کو بمع ترجمہ شائع کرا دیا جائے تاکہ عوام وخواص بیک وقت اس سے مستفید ہو سکیں۔

مُصنفؒ کا تعارف وحالات

سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا حسین علی سنہ ۱۲۸۳ھ میں پیدا ہوئے[۱]، سنہ ۱۳۰۲ھ میں حضرت مولانا رشید احمدؒ گنگوہی قدس سرہٗ کی خدمت میں گنگوہ حاضر ہو کر حدیث پڑھی اور

---

[۱] "لیکن حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب نے تحریر کیا ہے کہ تقریباً سنہ ۱۲۸۵ھ میں ولادت ہوئی ہے اور حضرت کی ابتدائی تعلیم مقام شادیا جو واں بھچراں کے قریب ایک موضع راسٹیشن ہے اور مقام تلہر یاں جو تھل میں ایک موضع ہے ہوئی ہے"۔ سجاد بخاری صاحب اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ ابتدائی صرف ونحو اور فارسی نظم کی کتابیں اپنے والد حافظ میاں محمد صاحبؒ سے پڑھیں اور اس کے بعد موضع سیلو ہال میں ایک مولوی صاحب سے دیگر کتب پڑھیں اور فنون کی تمام اونچی کتابیں مولانا احمد حسن صاحبؒ کانپوری سے پڑھیں"۔ ۱۲ سواتی

سند حاصل کی ۱۳۰۳ھ میں عارف ربّانی حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر تفسیر پڑھی اور ۱۳۰۴ھ میں مولانا احمد حسنؒ صاحب سے کانپور میں منطق و فلسفہ وغیرہ فنون کی تکمیل کی اور مراجعت فرمائے وطن ہوئے وطن واپس آنے کے فوراً بعد درس و تدریس کا سلسلہ جاری کر دیا اور تقریباً ساٹھ برس تک پاک و ہند کی سرزمین میں شمع ہدایت فروزاں کئے رہے آخر چار دانگ عالم میں رشد و ہدایت کی روشنی پھیلانے اور علوم و معارف کا نور بکھیرنے کے بعد اپنے وقت کا وہ بہت بڑا محدث اور عظیم مصلح رجب ۱۳۶۳ھ میں اپنے رب رحیم اور مولائے رؤف سے جا ملا تغمدہ اللہ برحمۃ وغفرانہ واسکنہ بحبوحۃ جنانہ"۔ (تعلیم القرآن ماہ نومبر ۱۹۶۵ء)

خدمت خلق

تعلیم القرآن کے اسی نمبر میں سید عبید الاسلام زینی کا ایک مضمون شائع ہوا ہے اس میں حضرت مولانا حسین علیؒ کے متعلق بعض اہم واقعات درج ہیں صاحبِ مضمون، مولانا غلام اللہ خان صاحب کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولانا حسین علیؒ کی حیثیت ایک شفیق باپ اور ایک مہربان مربّی کی سی تھی وہ طلباء میں گھل مل کر رہتے تھے ان کے ساتھ کھاتے پیتے تھے اور ان سے خدمت لینے کی بجائے الٹا ان کے آرام و آسائش کا خیال رکھتے تھے اس ضمن میں شیخ کے اس معمول کا ذکر عام لوگوں کے لئے حیرت اور دلچسپی کا موجب ہوگا اور بہت ممکن ہے کہ بعض لوگوں کو اس کا یقین ہی نہ آئے لیکن شیخ کے تمام تلامذہ اور احباب گواہ ہیں کہ شیخ ہر روز جب کہ طلباء ابھی خوابِ شیریں کے مزے لے رہے ہوتے تھے خود ہی کوزوں میں پانی بھر دیا کرتے تھے طلباء جب فجر کی نماز کے لئے بیدار ہوتے تو انہیں وضو کے لئے کوزے پانی سے بھرے ملتے تھے ابتداء میں جب میں وہاں گیا اور کئی دن مسلسل مجھے مسجد کے کوزوں میں پانی بھرا ہوا ملتا رہا تو مجھے بھی حیرت ہوئی چنانچہ میں نے ایک طالب علم سے جو وہاں عرصہ سے پڑھ رہا تھا دریافت کیا کہ ہم پر اتنا مہربان کون ہے ہمیں خبر تک نہیں ہوتی اور وہ ہر روز ہمارے بیدار ہونے سے پہلے ہی ہمارے لئے کوزوں میں پانی بھر دیتا ہے جب مجھے معلوم ہوا کہ یہ خدمت شیخ خود ہی انجام دیتے ہیں تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی دوسری شب میں نے اس بات کی تصدیق کرنے کا فیصلہ کیا اور پوری رات بیداری میں گذاری آخر شب جب پانی کے برتنوں کے اٹھانے رکھنے کی آوازیں آئیں تو میں دبے پاؤں اپنی جگہ سے اٹھ کر آہستہ آہستہ مسجد کی جانب گیا وہاں دیکھتا ہوں کہ شیخ کوزوں

میں پانی بھرنے میں مصروف ہیں میں نے ان سے ڈول لے کر خود پانی بھر دینا چاہا، لیکن شیخ نہ مانے اور مجھ سے فرمانے لگے کیا تم نہیں چاہتے کہ جو لوگ خدا کے دین کا علم حاصل کرتے ہیں ان کی تھوڑی سی خدمت سے مجھے بھی ثواب حاصل ہو جائے۔"

اخلاص

شیخ محض دولتِ علم ہی سے مالا مال نہ تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مادی دولت سے بھی نوازا تھا وہ اپنے علاقہ کے کافی بڑے زمیندار تھے، زمینداری سے انہیں کافی آمدنی ہوتی تھی لیکن انہوں نے کبھی دولت اکٹھی کرنے اور دنیاوی ٹھاٹھ باٹھ کی زندگی اختیار کرنے کی خواہش نہیں کی کھیتی باڑی اور دیگر ذرائع سے جو کچھ حاصل ہوتا طلباء کے قیام و طعام اور مہمانوں کی خاطر تواضع پر صرف ہو جاتا کیونکہ مدرسہ کے لئے کسی سے کوئی چندہ نہیں لیتے تھے شیخ کے ایک صاحبزادے نے ایک بار شکایت کی کہ آپ گھر کی ضروریات کا کوئی خیال نہیں رکھتے جو کچھ ہوتا ہے طلباء کو ہی کھلا دیتے ہیں شیخ نے شکایت سنی تو یہ جواب دیا "بیٹا تمہیں ان طلباء کا ممنون ہونا چاہیئے کہ ان کی وجہ سے خدا ہمیں بھی عزت کے ساتھ رزق دے رہا ہے"۔

طرزِ عمل

"شیخ انتہائی طور پر سادہ طبیعت والے اور منکسر المزاج واقع ہوئے تھے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ سادگی اور عاجزی ان کا طرۂ امتیاز تھی تو غلط نہ ہوگا کھدر کا کرتہ اور تہبند پہنتے تھے اور سر پر دستار باندھتے ہل چلانے کھیتی باڑی کرنے اور گھر کے دیگر کام انجام دینے میں کبھی عار محسوس نہیں کرتے تھے ایک بار دہلی کے ایک عالم شیخ کے علم و فضل کا شہرہ سن کر واں بھچراں پہنچے اس وقت شیخ مٹی کا گارا بنا کر اپنے گھر کی دیوار درست کرنے میں مشغول تھے انہوں نے لوگوں سے شیخ کے بارہ میں دریافت کیا تو کسی نے اشارہ سے ان کی راہ نمائی کی مگر شیخ کو اس حالت میں دیکھ کر ان کو یقین نہ آیا لیکن جب انہیں بتایا گیا کہ ان سے مذاق نہیں کیا گیا وہ جن مولانا حسین علی کی جستجو میں دہلی سے یہاں تک پہنچے ہیں وہ یہی ہیں تو وہ انگشت بدنداں رہ گئے کچھ دنوں کے بعد جب وہ واں بھچراں سے واپس جا رہے تھے تو ان کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ "مجھے اس علم و فضل کا مالک عالم باعمل مرکز ہندوستان دہلی میں بھی نظر نہیں آیا۔"

شیخ تکلفات سے بہت دُور تھے

شیخ تکلفات کے بالکل قائل نہ تھے جب کوئی آپ سے ملنے یا مسئلہ پوچھنے آتا تو اس کے ساتھ سادگی اور بے تکلفی سے پیش آتے، آپ اپنی زمین میں کھیتی باڑی میں مصروف ہوتے کوئی اگر تلاش کرتا ہُوا وہاں آجاتا تو اسے وہیں ریتلی زمین پر بٹھا دیتے اور تشفی بخش جواب دیتے مولانا غلام اللہ خان صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے کسی عزیز نے گرم جرابیں تحفہ دیں میں نے خود استعمال کرنے کی بجائے اپنے شیخ کی نذر کرنے کا فیصلہ کیا جب میں واں بھچراں گھر سے واپس گیا تو یہ کہکر جرابیں حضرت کی خدمت میں پیش کر دیں کہ سردی کے دن ہیں ان کو آپ پہنیں آپ کو آرام ملے گا" حضرت نے پہننے سے جرابیں پہن لیں لیکن تھوڑی دیر بعد مجھے طلب کیا دیکھا تو جرابوں سے کیچڑ صاف کر رہے ہیں مجھے دیکھ کر فرمانے لگے" اللہ تم سے راضی ہو ان جرابوں کو پہن کر ذرا دور چلا تھا کہ یہ کیچڑ مٹی میں لتھڑ گئیں تم ان کو پہنو میں اتنی احتیاط نہیں برت سکتا" درحقیقت شیخ نے جرابیں پہن کر جوتے پہننے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی"۔

توحید بیان کرنے میں شدید انہماک

ڈومیلی تحصیل پنڈی گھیب کے حافظ نور محمد صاحب کا بیان ہے کہ شیخ کا قرآن سنانے اور توحید بیان کرنے کا شوق جنون کی حد تک پہنچا ہُوا تھا کوئی شخص اگر اپنے ذاتی کام کے لئے بھی شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو اسے توحید کی ضرور دعوت دیتے اور قرآن مجید کی کوئی آیت پڑھ کر اس کی تشریح کرنا اپنا فرض خیال کرتے فرمایا کرتے تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے قید خانہ میں جب دو قیدیوں نے اپنے اپنے خواب کی تعبیر دریافت کی تھی تو انہوں نے تعبیر خواب بتانے سے پہلے انہیں خدا کی وحدانیت سے آگاہ کرنا ضروری سمجھا تھا آپ کا قول تھا کہ :۔

"توحید اپنے بیان کے لئے کسی تمہید کی محتاج نہیں"

مولانا غلام اللہ خاں صاحب کا بیان ہے کہ جب میں نے سکول میں نویں جماعت سے انگریزی تعلیم ترک کر کے علم دین حاصل کرنا شروع کیا تھا میرے والد جو ہمارے گاؤں کے نمبردار بھی تھے میرے اس اقدام پر مجھ سے سخت ناراض تھے اور خوشی سے میری کوئی مالی امداد نہیں کرتے تھے ان کے خیال میں میں نے انگریزی تعلیم ترک کر کے اپنا مستقبل برباد کر لیا تھا میں نے انتہائی ناموافق حالات میں بھی تعلیم

کا سلسلہ جاری رکھا پھر جب میں فارغ التحصیل ہو کر گھر واپس آیا تو میرے والد نے میری شادی کا اہتمام کیا میری سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ شادی میں میرے شیخ ضرور شریک ہوں چنانچہ شادی کے موقعہ پر خود شیخ کو لینے کے لئے واں بھچراں پہنچا، اپنا مدعا بیان کیا شیخ نے پہلا سوال یہ کیا تھا کہ "بھلا وہاں لوگ مجھ سے قرآن سنیں گے" مجھے اپنے گھر اور گاؤں کا حال معلوم تھا میں نے جواب دیا "حضرت کوئی اور نہیں سنے گا تو میں ضرور سننے کے لئے موجود ہوں" شیخ مطمئن ہو گئے بس بس ہم ضرور چلیں گے جس کا مجھے ڈر تھا وہی ہوا شیخ جب میرے گاؤں تشریف لائے تو نہ صرف یہ کہ میرے والد نے کوئی خاص توجہ نہیں کی اور ان کی خدمت نہیں کی بلکہ میرے گاؤں کے گدی نشین پیر صاحب نے بھی ہر ممکن کوشش کی کہ شیخ کسی بھی وقت نمازیوں کے سامنے قرآن نہ بیان کرنے پائیں اور گاؤں کے لوگوں کو بھی شیخ کی باتیں سننے کا کوئی موقعہ نہ ملے لیکن میں اور میرے دو ایک دوست شیخ کی خدمت میں برابر حاضر رہے اور آپ کی آمد کی خبر سن کر علاقہ چھچھ کے بیشتر علماء بھی جمع ہو گئے تین دن تک علمی مجلسیں جمتی رہیں ہم نے خوب استفادہ کیا واپسی پر اگرچہ میں بڑا مکرمند اور شرمندہ تھا مگر شیخ کو قطعاً کوئی ملال نہیں تھا وہ بڑے خوش اور مطمئن نظر آتے تھے اور چلتے وقت بار بار کہے جاتے تھے کہ "شکر ہے کہ مسئلہ بیان ہو گیا" شیخ اپنے تلامذہ سے خاص انس رکھتے تھے وہ ان کی تعلیم و تربیت کے علاوہ ان کی ذاتی ضروریات کا بھی خیال رکھتے تھے اور اس خوبی کے ساتھ کہ شاگرد کی عزت نفس قطعاً مجروح نہیں ہونے پاتی تھی جب میں فارغ التحصیل ہو کر واں بھچراں سے واپس اپنے گھر روانہ ہونے لگا تو دل میں سخت مکرمند تھا کہ جیب خالی ہے نہ کرایہ نہ زادِ سفر عزت نفس کسی سے کچھ مانگ لینے میں مانع تھی اسی تردد میں جب سب سے مل کر رخصت ہوا تو شیخ باصرار میرے ساتھ ساتھ تھوڑی دور تک چلے اور آگے جا کر انہوں نے جیب سے دو روپے نکالے اور میرے حوالے کرتے ہوئے فرمایا کہ رکھ لو راستہ میں کام آئیں گے شیخ نے دو روپے عنایت فرمائے تھے جب کہ واپسی کے لئے مجھے صرف پونے دو روپے کی ضرورت تھی۔

طلباء کے ساتھ حسنِ سلوک

ایک بار شیخ کو کسی مقدمہ میں میانوالی عدالت میں پہنچنا تھا آپ اس روز طلباء کا درس بھی موقوف کر سکتے تھے مگر آپ نے ان کا حرج کرنا مناسب نہ خیال کیا ان دنوں سورۃ شعراء پڑھا رہے تھے اس سورۃ کے مضامین کچھ زیادہ مشکل نہیں اور کچھ جلدی بھی تھی اس لئے آپ نے حسب معمول تفصیل سے سبق پڑھانے

کے بجائے ضروری اشارات ہی کو کافی سمجھا، ایک طالب علم جس کی سمجھ میں شاید کچھ بھی نہیں آ رہا تھا اس نے بڑی بے ادبی سے یہ کہہ کر شیخ کو ٹوک دیا کہ "آپ ہمیں پڑھا رہے ہیں یا ذلیل و خوار کر رہے ہیں، آپ کی کوئی بات بھی ہمارے پلے نہیں پڑ رہی" لیکن شیخ کی پیشانی پر شکن تک نہیں آئی اور دوبارہ ابتداء سے پڑھانا شروع کر دیا ایک ایک لفظ کی شرح بیان کی اور جب سبق ختم ہو گیا تو اس طالب علم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "تم لوگ اگر مجھے گالیاں بھی دو تو میں برا نہیں مناؤں گا میں تو اس توقع پر تمہاری ہر بات سننے کے لئے تیار ہوں کہ آج تم لوگ قرآن پاک کا جو علم حاصل کر رہے ہو کل اسے لوگوں تک بھی پہنچاؤ گے"۔

مشاهدات

غالباً ۱۹۴۰ء کا زمانہ تھا حضرت مولانا حسین علیؒ شہر گوجرانوالہ تشریف لائے تھے (کاتب الحروف اس وقت مدرسہ انوار العلوم کا طالب علم تھا) اس وقت تشریف آوری کا مقصد حضرت مولانا عبد العزیزؒ محدث گوجرانوالہ (تلمیذ شیخ الہندؒ) کی (جو حضرت مولانا حسین علیؒ کے شاگرد اور خلیفہ بھی تھے) بیمار پرسی تھا آپ نے یہاں تین دن قیام فرمایا اسی اثناء میں آپ نے درس قرآن بھی دیا تھا کاتب الحروف کی یہ پہلی اور آخری ملاقات تھی جس میں حضرت مولانا حسین علیؒ کی زیارت نصیب ہوئی آپ اس وقت کافی ضعیف ہو چکے تھے آواز بھی بہت پست ہو گئی تھی، آپ کا لباس بالکل سادہ تھا کھدر کا تہبند اور کرتہ اور اسی انداز کی سفید پگڑی سر پر تھی دراز قامت تھے مگر قد خمدار ہو چکا تھا جسم مضبوط ڈاڑھی پتلی موٹے موٹے اعضائے جسم چہرہ پر آثار تفکر نمایاں تھے ذکر الٰہی اور توجہ الی اللہ کی وجہ سے کشش نمایاں تھی بس اس وقت یہی آثار ہیں جو بندہ کاتب الحروف کے ذہن میں محفوظ رہ گئے ہیں۔

عجیب لطیفہ

اس کے بعد ۴۲-۱۹۴۱ء میں جب دار العلوم دیوبند میں دورۂ حدیث پڑھ رہا تھا اور یہ بندہ کا تعلیمی اعتبار سے آخری سال تھا ایک عجیب لطیفہ پیش آیا ترمذی یا بخاری شریف کا درس ہو رہا تھا سیدی و مرشدی حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ پڑھا رہے تھے کہ اثنائے درس میں کسی طالب علم نے رقعہ دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ میانوالی سے تار آیا ہے کہ حضرت مولانا حسین علیؒ جو حضرت گنگوہیؒ کے خلیفہ تھے وفات پا گئے ہیں حضرت شیخ الاسلامؒ نے اپنی عادت مبارکہ کے مطابق رقعہ پڑھا اور اس کی تصحیح فرمائی کہ حضرت مولانا حسین علیؒ حضرت گنگوہیؒ کے تلمیذ تھے خلیفہ نہیں تھے، خلیفہ آپ حضرت خواجہ محمد عثمانؒ آف

موسازی کے تھے پھر حضرت مدنیؒ نے نہایت افسوس کا اظہار فرمایا اور دعاءِ مغفرت فرمائی اس کے بعد مدرسہ میں ایصالِ ثواب کے لئے دورہ میں رحسبِ دستور) طلباء اساتذہ حضرات بھی حاضر ہوئے، قرآن پاک کی تلاوت ہوئی اور پھر حضرت کی مغفرت اور رفعت درجات کے لئے دعاء کی گئی لیکن اس واقعہ کے چند دن بعد معلوم ہوا کہ یہ تار کسی بدباطن نے دیا تھا حضرت مولانا حسین علیؒ تو ابھی تک بقیدِ حیات ہیں اس پر خوشی ہوئی اس کے بعد تقریباً دو سال تک حضرت زندہ رہے۔

علمی صلاحیت

حضرت مولانا حسین علیؒ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا وسیع علم عطا فرمایا تھا خصوصاً علم حدیث اور تفسیر فقہ، علم کلام اور تصوف و سلوک میں بڑی وسیع دستگاہ رکھتے تھے اور بڑی ٹھوس علمیت اور استعداد کے مالک تھے علم اسماء الرجال میں آپ کی نظر بڑی وسیع تھی احادیث کی نقد و جرح میں کامل تھے اور مختلف احادیث کی تطبیق میں مہارت تامہ رکھتے تھے قرآن کریم کے ترجمہ اور مطالب کے بیان کرنے میں اور مضامین کے استحضار اور آیات اور سورتوں کا ربط بیان کرنے میں تو اپنی نظیر آپ تھے مثنوی مولانا رومیؒ اور رضی شرح کافیہ پر بڑا عبور تھا نحوی تحقیقات حسبِ موقعہ رضی سے کرتے تھے اور کئی مسائل میں رضی کی عبارتیں زبانی پڑھ کر سنا دیتے تھے اسی طرح مثنوی کے اشعار بھی بکثرت زبانی پڑھ کر بے شمار مسائل میں خصوصاً علم کلام اور تصوف و سلوک اور حقائق و معارف کے بیان میں سنا دیتے تھے تحفہ ابراہیمیہ سے ہی ناظرین کرام اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرتؒ کی شخصیت بڑی حد تک جامع تھی آپ کو علم و عمل دونوں میں اللہ تعالیٰ نے وافر حصہ عطا فرمایا تھا علاوہ ازیں بہت ذاکر شاغل اور فنا فی التوحید تھے ہم نے ایک مرتبہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی زبان مبارک سے سنا تھا آپ فرماتے تھے کہ حضرت مولانا حسین علیؒ کاملین میں سے تھے، آپ قرآن کے عاشق تھے اور توحید ان کا حال تھا۔

تبلیغ واصلاح

حضرت مولانا حسین علیؒ کو تبلیغ میں بھی غایت درجہ کی دلچسپی تھی اور لوگوں کے عقائد کی اصلاح میں بہت انہماک تھا پنجاب کے اکثر گدی نشین پیر صاحبان سے آپ بیحد نالاں تھے کیونکہ یہ لوگ زمانہ کی گردش کے ساتھ ساتھ روحانیت سے یکسر محروم ہو کر خالص دنیا داری اور رسومات شرکیہ اور بدعات کا شکار ہو چکے تھے اور آہستہ آہستہ خانقاہی نظام جو کسی زمانہ میں لوگوں کی اصلاحِ عقائد و اخلاق

اور روحانیت کے لحاظ سے تریاق کا حکم رکھتا تھا، بھٹکے ہوئے اور گمراہ لوگ یہاں پہنچ کر خدا پرست اور باایمان بن جاتے تھے بالآخر یہی نظام خانقاہی بدعات و شرکیات رسومات کے گڑھ بن کر رہ گئے توحید خالص تو عنقا ہو گئی دنیاداری کا یہ عالم تھا کہ انگریز کے دور میں موٹرہ کے گدی نشین صاحب نے ایک انگریز وائسرائے سے بینڈ باجے سے استقبال کرنے کی درخواست کی تھی جس پر پیر مہر علی شاہ صاحب مرحوم نے بھی یہ کہہ کر افسوس کا اظہار کیا تھا کہ کیا درویشوں کے یہ کام ہوا کرتے ہیں ع

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی !

(دیکھو ملفوظات پیر مہر علی شاہ ص۲۵) اس سے پیر صاحبان کی ذہنیت اور دنیا داری کا اندازہ ہو سکتا ہے اس حالت پر سچے مسلمان کے دل میں دکھ اور درد کا پیدا ہونا قدرتی بات ہے حضرت مولانا حسین علیؒ تو بہت حساس تھے اس سلسلہ میں جو خدمت اور کام اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ سے لیا ہے وہ قابلِ داد ہے۔ حضرتؒ نے شرک، و بدعت کے خلاف نہ صرف وعظ ہی فرمائے بلکہ مناظرے اور مباحثے اور علمی گفتگوئیں بھی فرمائیں، اپنے تلامذہ اور مریدین کے علاوہ علماء کے ایک بہت بڑے حلقہ میں دین حق کی سچی خدمت کا جذبہ پیدا کیا اور پھر محض لوجہ اللہ توحید کی تبلیغ اور شرک کی تردید کا بے مثال کارنامہ انجام دیا اس لئے پنجاب اور بعض سرحدی علاقوں کے شرک نواز اور بدعت پسند لوگوں نے آپ کو گستاخ، بے ادب، وہابی، وغیرہ کے القاب سے مطعون کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی خدمات کو حسن قبولیت سے نوازا پنجاب کے اکثر علاقے سرحدی مقامات، بلوچستان، سرحدی ریاستیں افغانستان کشمیر اور سندھ اور بعض دیگر علاقوں میں بھی آپ کے تلامذہ اور آپ سے استفادہ کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد پائی جاتی ہے جو اپنے اپنے ظرف اور حوصلہ کے مطابق دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ رسوم پسند اور حقیقت سے بے بہرہ گدی نشین اور باطل پرست جو بے عملی، بداعتقادی، شرکیات، بدعات پھیلاتے ہیں ان کے خلاف یہ جہاد جاری ہے۔ وللہ الامر من قبل و من بعد۔

بیعت وارشاد

حضرت مولانا حسین علیؒ ایک شیخ برحق اور نیک دل، روشن ضمیر بزرگ تھے، مجاہدات و ریاضات بھی آپ نے بہت کچھ کی تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ علم اور علماء اور طلباء کی خدمت کو اپنا شعار بنا لیا تھا آپ ہر ایک طریق میں مجاز تھے مگر خاص طور پر طریقہ نقشبندی مجددی میں بہت کامل تھے اس سلسلہ

مبارکہ کی نمایاں علامات یا امتیازی شان ذکر الٰہی کی کثرت اور اتباع سنت نبوی ہے توحید کی تبلیغ کو بڑی اہمیت حاصل ہے گویا یہ اصل الاصول ہے، آپ سے عوام کے علاوہ بہت سے علماء اس طریقہ میں بیعت ہوئے اور پھر اپنے اپنے ذوق اور استعداد کے مطابق فیض یاب ہوئے۔"

تحفہ ابراہیمیہ سے ناظرین کرام اندازہ لگا سکتے ہیں کہ نقشبندی طریقہ سلوک کو حضرتؒ کے نزدیک زیادہ اہمیت حاصل تھی اور زیادہ تر اسی طریق میں آپ بیعت فرماتے تھے لیکن آپ کو تمام معروف طرق تصوف و سلوک میں اجازت اور مناسبت حاصل تھی۔

حضرت خواجہ محمد عثمانؒ سے تعلق

فوائد عثمانی میں تحریر ہے کہ مولوی حسین علی صاحبؒ قوم میانہ[1] ساکن واں بھچراں سلمہ اللہ تعالیٰ حضرت (خواجہ محمد عثمانؒ) کے خاص اصحاب اور اعظم خلفاء میں سے ہیں عالم، فاضل جید صوفی کامل خوش استعداد، ظاہری و باطنی رکھتے ہیں اور استاذ ہیں (خواجہ محمد عثمانؒ کے) صاحبزادوں کے آپ نے علم صرف، نحو، منطق، حمد اللہ تک اپنے ملک میں پڑھا تھا اور باقی علم حدیث اصول فقہ منطق، فلسفہ، چغمینی، اقلیدس وغیرہ ہندوستان میں پڑھے ہیں، تحصیل علوم کے بعد جب کہ آپ کی عمر بیس سال گذر چکے تھے تو شوق جستجو اور تلاشِ مرشد ہوئی، استخارے شروع کئے خواب میں ایک درویش کو دیکھا اور ان کے مکان کو۔ درویشوں کے حالات دریافت کرنے شروع کر دیے اور ان درویشوں کے مقامات کی علامات دریافت کرنی شروع کی آخر ایک طالب علم جو حضرت (مولانا حسین علیؒ) سے حدیث شریف پڑھتا تھا اس نے سون کی خانقاہ کا نشان بتایا اور حضرت (خواجہ محمد عثمانؒ) کی شکل و صورت بیان کی اس کے سنتے ہی آپ روانہ ہو گئے جب خانقاہ شریف سون پہنچے تو وہی مقام اور وہی شکل و صورت دیکھی جیسا کہ خواب میں دیکھا تھا حضرت خواجہ صاحب نے پوچھا کہاں سے آئے ہو عرض کیا قصبہ واں بھچراں سے فرمایا کہ مولوی حسین علیؒ کا کچھ حال معلوم ہے عرض کیا خیریت سے ہے پھر فرمایا کہ کیا تم اس کے اقرباء میں سے ہو عرض کیا میں خود حسین علی ہوں خواجہ صاحب ان کو لے گئے اور نہایت عزت سے بٹھایا تھوڑے وقفے کے بعد انہوں نے بیعت ہونے کے لئے

---

[1] مولانا قاضی شمس الدین صاحب اپنی ایک تحریر میں لکھتے ہیں کہ مولانا حسین علیؒ کا سلسلۂ نسب راجپوت بھٹی خاندان سے ملتا ہے جو ہندوستان کا مشہور حکمران طبقہ رہا ہے ۱۲ سواتی

عرض کیا خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس طریق میں کشف و کرامات نہیں، اس طریق میں تو اپنے آپ کو جلانا ہے (دریں طریق سوختن است) تم نے اس قدر عمر تحصیل علم کی تکلیف میں بسر کی ہے پھر کیوں اپنے آپکو جلاتے ہو (بازِ چرا می سوزی) عرض کیا کہ حضور محض دین کے لئے آیا ہوں آخر کار حضرت نے بیعت سے مشرف فرمایا اور طریقہ عالیہ میں داخل کیا اور حضرت خواجہ صاحب کے سامنے بے انتہاء مورد الطاف ہوئے جب آپ کا سبق مقام کمالات نبوت تک پہنچا تو خواجہؒ نے آپ کو خلعت عطا فرمائی اور بیعت کرنے کی اجازت فرمائی اور اجازت نامہ لکھ کر عطا فرمایا اور نیز دلائل الخیرات اور حزب البحر کی اجازت بھی عطا فرمائی آپ حضرت خواجہ محمد عثمانؒ کے صاحبزادوں کے ساتھ کمال درجہ کی الفت رکھتے تھے خواجہؒ کی وفات کے بعد مولانا حسین علیؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں حقائق و معارف آگاہ خواجہ محمد سراج الدینؒ (فرزند حضرت خواجہ محمد عثمانؒ) کے حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا میری توجہ انہی کی طرف تھی دو شخص اس وقت خواجہ محمد عثمانؒ کی طرف متوجہ تھے ایک خدائی ندا (ہاتف کی آواز) آئی کہ ان دونوں کو خانقاہ سے باہر کر دو اس واقعہ کے بعد میں نے حضرت خواجہ عثمانؒ کی طرف توجہ نہیں کی بلکہ خواجہ سراج الدینؒ کی طرف ہی متوجہ رہتا تھا کہ ان کی طرف توجہ گویا بعینہ خواجہ عثمانؒ کی طرف توجہ ہے۔

حضرت مولانا حسین علیؒ بڑے صاحبِ حالات ہیں اور کشفِ صحیح رکھنے والے ہیں اکثر اوقات بڑے اچھے خواب دیکھتے ہیں[1] ان کے باطنی حالات بہت ہیں طوالت کی وجہ سے اختصار کیا ہے۔

---

[1] حضرت مولانا کے بعض خواب نہایت معنی خیز ہیں چنانچہ ایک خواب تحفہ ابراہیمیہ کے آخر میں درج ہے مولاناؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں حضرت امام اعظمؒ کی قبر مبارک کے پاس ہوں حضرت امام صاحبؒ نے اپنی قبر سے نکل کر میرے ساتھ معانقہ کیا" الحمد للہ علیٰ ذالک ——— اس خواب کی تعبیر بالکل ظاہر ہے، حضرت مولانا حسین علیؒ کو اللہ تعالیٰ نے امام اعظم ابو حنیفہؒ کے علوم سے وافر حصہ عطا فرمایا اور اس کی خدمت کا موقعہ بھی دیا بلغۃ الحیران کے آخر میں چند خواب درج ہیں حضرت مولاناؒ فرماتے ہیں کہ :-

(۱) میں نے خواب میں اپنے مرشد حضرت خواجہ عثمانؒ کو دیکھا وہ مجھے قرآن کریم کی ایک چھوٹے حجم والی تفسیر عطا فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کہ یہ سارے قرآن کریم کی تفسیر ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں!

(۲) میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک تفسیر مجھ کو رب العالمین کی طرف سے عطا کی گئی ہے

(۳) میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے اپنی گود مبارک میں لیا (باقی اگلے صفحے پر)

تعالٰے ان کی عمر اور عمل میں برکت عطا فرمائے اور ان کے علم و عرفان سے مسلمانوں کو نفع پہنچائے۔

(فوائد عثمانی ص ۱۲۰ و ۱۲۱)

حضرت خواجہ محمد عثمانؒ

حضرت خواجہ محمد عثمانؒ کی ولادت باسعادت ۱۲۲۴ھ میں موضع لونی علاقہ کلاچی توابع ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں ہوئی حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے شرف بیعت حاصل کیا۔ فیوضات باطنی سے مستفید ہوتے رہے، اٹھارہ سال چار ماہ تیرہ دن تک شیخ کی خدمت اور صحبت میں بالالتزام رہے طریقہ نقشبندیہ کے تمام مقامات سلوک طے کئے اور باوجود اس کے کہ حاجی صاحب کے ہزاروں خلفاء موجود تھے لیکن وفات کے وقت خواجہ عثمانؒ کو ہی اپنا قائم مقام اور

(صفحہ ۱۶ کا بقیہ حاشیہ) اور اپنی زبان مبارک میرے منہ میں داخل کی اور اپنا لعاب دہن مبارک میرے منہ میں ڈالا۔

(۴) میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت علیؓ مجھے قرآن کریم کی تفسیر تصنیف کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔

(۵) میں نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں میں نے تجھے اور تیرا اتباع کرنے والوں کی خطاؤں کو معاف کر دیا ہے۔

(۶) میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے میرے ساتھ معانقہ فرمایا اور اسی معانقہ کی حالت میں مجھے پلصراط پر سے لے گئے۔

(۷) میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے میرے لئے ایک "ضمنیت" (خوشنودی کی دستاویز) لکھی اور اپنے ہاتھ مبارک سے اس پر مہر لگائی حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اکثر اکابر تھے میں نے بیت اللہ شریف کے پاس دعا مانگی پھر میں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا میں نے عرض کیا الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے میرے ساتھ معانقہ کیا اور مجھ کو لطائف اور اذکار سکھائے۔

(۸) میں نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گر رہے ہیں میں نے آپ کو تھام لیا اور گرنے سے بچایا میں نے اسی وقت اس کی تعبیر کی کہ اس سے مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کو قائم کرنا اور شرک کو مٹانا ہے۔

(۹) مجھے یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو لوگ توحید میں تیری مخالفت کرتے ہیں وہ دجال ہیں۔

(۱۰) میں نے خواب میں دیکھا کہ تمام انبیاء کرام آدم علیہ السلام سے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک سب بلند آواز سے پکار کر فرماتے ہیں کہ جس نے غیر اللہ کو پکارا یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کہ وہ جانتا اور سنتا ہے تو وہ شخص کافر ہے۔

مکاشفہ :- میں امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے مزار کے پاس بیٹھا ہوا تھا مکاشفہ کی حالت میں امام ربانیؒ نے مجھ کو فرمایا کہ "توحید کا مسئلہ بیان کرنا

ہے سلوک میں سب سے اعلیٰ درجہ ہے" ۱۲ سواتی

جانشین مقرر کیا، آپ کے مقامات مشہور روزگار ہیں ایک جہان نے آپ سے استفادہ کیا خراسان، ملتان، پنجاب، سندھ و ہند کے ہزارہا لوگوں نے آپ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی اور فیضیاب ہوئے انتیس سال دس ماہ مسند ارشاد پر بیٹھے اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ (کا فیض) جاری کیا۔ اشراق کے وقت سہ شنبہ ۲۲ / شعبان المعظم ۱۳۱۴ھ وفات پائی، قبر مبارک خانقاہ موسیٰ زئی شریف میں کوہ کیسغر کے دامن میں واقع ہے اپنے مرشد کے زیر قدم (حاشیہ فوائد عثمانی ص۱۷) مولانا قاضی شمس الدین صاحب اپنی ایک تحریر میں لکھتے ہیں کہ:۔

"حضرت خواجہ محمد عثمانؒ، حضرت حاجی دوست محمد قندہاریؒ کے خلفاء میں سے ہیں جن کو ایک بزرگ استاذ کی دعا تھی آپ زمانہ طالب علمی میں مضافات پشاور میں ایک بزرگ یہاں پڑھتے تھے (وہ بزرگ) فی الجملہ طبیعت میں وسواس کے باعث روزانہ سحری کے وقت غسل کیا کرتے تھے جاڑے کا موسم اور یخ بستہ پانی ہوتا تھا حضرت خواجہ محمد عثمانؒ لکڑیاں جمع کر رکھتے تھے اور سحری کے وقت آگ جلا دیا کرتے تھے جب وہ بزرگ غسل کر کے آتے تو چپ چاپ آگ سینکنے کو بیٹھ جاتے اور ان کے سامنے کبھی کوئی جملہ دعائیہ وغیرہ نہ بولا کرتے۔"

حضرت خواجہ عثمانؒ بڑی خصوصیات کے حامل تھے، شب خیز، کم خور، کبھی دو دو مہینے تک کھانا نہ کھاتے صرف کوئی کھجور کا دانہ منہ میں چبا لیا اور بس، جب سفر میں جاتے تو کسی مرید کی نہ دعوت قبول کرتے اور نہ کسی کے یہاں کھانا کھاتے ہر جگہ سفر میں اپنا ہی لنگر ہوتا اس پر دنیا حیران تھی کہ یہ کہاں سے آتا ہے، علوم دینیہ کا بڑا شوق تھا ایک ہزار روپے دے کر ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے کاتبوں سے تفسیر مظہری نقل کرائی تھی، کوئی مسئلہ پیش آتا تو باقاعدہ کتبخانہ سے کتابیں نکلوا کر تحقیق کر کے فتویٰ دیتے تھے مجددی سلوک (کے تمام دقائق مثلاً) ولایت صغریٰ، ولایت کبریٰ، ولایت علیا، کمالات نبوۃ دوائر حقائق (یعنی) حقیقت موسوی، حقیقت ابراہیمی، حقیقت محمدی، قوس حب صرف تک تمام طے کیا ہوا تھا"۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب عمرپوری فاضل دار العلوم دیوبند تلمیذ حضرت مولانا عبید اللہ سندھی نے میرے ایک استفسار پر اپنے مکتوب مورخہ ۸ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ) میں تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"حضرات نقشبندیہ مجددیہ فاروقیہ دہلویہ سے موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں

چشمۂ فیض جاری ہوا یہاں سب سے پہلے تشریف فرما ہونے والے بزرگ حاجی دوست محمد قندھاریؒ ہیں جو حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلوی مدنی (برادر استاذ العلماء شاہ عبدالغنی محدث دہلویؒ) کے فیض یافتہ ہیں، حضرت مولانا گنگوہیؒ بھی حضرت شاہ احمد سعیدؒ کی خدمت میں دہلی اکثر و بیشتر حاضری دیا کرتے تھے اور فرنگی کے خلاف جہاد ۱۸۵۷ء میں حضرت شاہ صاحبؒ کی مسجد اکبر آبادی (اب منہدم شدہ متصل لال قلعہ دہلی) میں علم جہاد بلند کرنے کی وجہ سے شروع ہوا تھا حضرت شاہ صاحبؒ کے حکم سے حضرت مولانا گنگوہیؒ، حضرت مولانا نانوتویؒ، حضرت حاجی امداد اللہ تھانویؒ شامل ہوئے تھے جس کے نتیجے میں حضرت شاہ صاحب اور حاجی صاحب نے ہجرتِ حجاز مقدس اختیار فرمائی تھی اور حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ پر مقدمات قائم کئے گئے تھے۔

حضرت خواجہ حاجی دوست محمد قندھاریؒ کے خلفاء میں سے ارشد خلیفہ خواجہ محمد عثمانؒ تھے جو خواجہ حاجی دوست محمد قندھاریؒ کی وفات پر ان کے جانشین ہوئے اور آپکے خلفاء میں سے پھر آپکے بعد آپکے صاحبزادہ حضرت مولانا خواجہ سراج الدینؒ سجادہ نشین ہوئے آپ نہایت ہی تزک و احتشام کے مالک تھے اور عالم متبحر، آپ کو علمِ حدیث سے بے حد شغف تھا، اسی تشنگی کا علاج یہ تجویز ہوا کہ "مبسوط سرخسی" کی احادیث کی تخریج کا مشغلہ اختیار کیا گیا اس کام میں حضرت مولانا حسین علیؒ کی معاونت لازمی قرار دی گئی حضرت خواجہ سراج الدینؒ کے خلفاء میں کثرت سے علماء شریک تھے، مولانا محمد امیر دامانی، مولانا فضل کریم کیٹری شموزئی، مولانا مفتی احمد یار صاحب ڈیرہ اسمٰعیل خان، مولانا غلام حسن صاحب، مولانا ابو سعد احمد خان صاحب بھڑدی کنڈیاں ضلع میانوالی۔

عالم شباب میں ہی حضرت مولانا خواجہ سراج الدینؒ کی وفات ہوئی بعارضہ ورم امعاء جس کے علاج کے لئے آپ دہلی میں حکیم حافظ محمد اجمل خاںؒ کے زیر علاج بھی چند روز رہے آپکے تین صاحبزادے تھے حافظ محمد ابراہیم، مولوی محمد عارف، مولوی محمد زاہد، باتفاق خلفاء حافظ محمد ابراہیم سجادہ نشین قرار دیئے گئے ان کی تعلیم و تکمیل کے لئے مولانا محمد امیر دامانی ساکن روڈہ ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان اور مولانا عطاء محمد ساکن سیلوان ضلع میانوالی کی خدمات حاصل کی گئیں اور ان کی روحانی تربیت حضرت مولانا حسین علیؒ کے سپرد ہوئی تکمیل پر دستار بندی ہوئی اور معمولات کو ایک خاص ترتیب سے تحریر فرما کر حضرت مولانا حسین علیؒ نے تحفہ ابراہیمیہ کے نام پر شائع فرمایا حضرت مولانا حسین علیؒ نے عنفوان شباب میں ہی گنگوہ سے

دستارِ فضیلت حاصل کر لی تھی اور تمام عمر قرآن کریم و حدیث شریف کی خدمت میں صرف فرمائی آپ نے سنن ابی داؤد کا حاشیہ بھی تحریر فرمایا، آپ نے اہل بدعت و شرک کی دھاندلی کا علاج قرآن کریم کی تعلیم کو عام کرنے سے تجویز فرمایا اور قرآن کریم کا غائر مطالعہ کرنے کے بعد اپنے نتائج افکار کو ایک تفسیر کی شکل میں ربط آیات کے مسلسل نظام سے "بلغة الحیران" کا نام دے کر شائع فرمایا آپ سے بہت اکابر علماء نے خلافت طریقت حاصل کی ہے جن میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب انہی والے مولانا محمد امیر صاحب ساکن ممدال ضلع ملتان مولانا قاضی نور محمد صاحب، مولانا نصیر الدین ساکن غورغشتی کے نام قابلِ ذکر ہیں آپ کے حلقۂ تلمذ میں بھی جہابذہ علماء شامل ہیں مثلاً مولانا یار محمد ملتانی میراں ملہ، مولانا غلام اللہ خاں صاحب آپ کے صاحبزادوں میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب آپ کے سجادہ نشین ہیں"

سجاد بخاری صاحب اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ :۔

"غالباً حضرتؒ کی ایک ہی بیوی تھی جن سے پانچ فرزند ہوئے مولانا صدرالدین صاحب، مولانا عبدالرحمٰن صاحب مولانا محمد صادق صاحب، مولانا محمد عبداللہ صاحب، مولانا عبدالرزاق صاحب پانچوں بقیدِ حیات ہیں"۔

خواجہ محمد سراج الدین صاحبؒ

فوائد عثمانی میں درج ہے کہ خواجہ سراج الدینؒ نے قرآن مجید ملا شاہ محمد صاحب اخوند قوم بابڑے سے پڑھا، نثر و نظم فارسی، صرف نحو، منطق، عقائد، مطول۔ علم قرأت، فقہ میں کنز الدقائق، شرح وقایہ اولین، ہدایہ اخیرین، قدوری اور اصول فقہ میں نور الانوار، مولوی حسامی تفسیر میں جلالین، حدیث میں مشکوٰۃ نصف اوّل ابن ماجہ نصف اول مولوی محمود شیرازی سے پڑھا، باقی کتبِ علوم، مولوی حسامی کا باقی حصہ آخر تک شرح وقایہ اخیرین، ہدایہ اوّلین تفسیر مدارک تنقیح الاصول مکمل، تلخیص۔ ترجمہ قرآن شریف، مشکوٰۃ نصف آخر۔ صحیح بخاری۔۔۔ صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، مولوی حسین علیؒ سے پڑھا اور علم تصوف میں مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانیؒ ہر سہ جلد کامل شش دفتر پوری تحقیق کے ساتھ اور دیگر کتبِ تصوف کما حقہ، تحقیق و تفصیل کے ساتھ اپنے والد ماجد قبلہ سے پڑھی ہیں جب صاحبزادہ ممدوح ان علوم کی تحصیل سے فارغ ہوئے تو خواجہ عثمانؒ نے جلسہ دستار بندی میں شمولیت کے لئے بعض خلفاء و علماء فضلاء اور دوسرے محبین و مخلصین کو آگاہ کیا، آپ کی منشا کے مطابق اطراف و جوانب

سے مرید جمع ہوگئے خواجہ عثمانؒ نے بروز پنجشنبہ ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ بوقت صبح نماز کے بعد اور خواجگان نقشبندیہ مجددیہ کے ختم سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خواجہ دوست محمد قندھاریؒ کے مزار پُرانوار پر مع مجمع حاضرین بیٹھے اور تین مرتبہ ختم قرآن پاک کیا اس کے بعد چند حافظ اور قاری صاحبان نے قرآن کی چند سورتیں بلند آواز سے حسب دستور (چنانچہ ختم کردن عادتِ پیرانِ ما ہست) پڑھا اختتام کے بعد خواجہ عثمانؒ نے حاجی دوست محمدؒ کے مزار کی طرف متوجہ ہوکر دعا کی دیر تک حتیٰ کہ اس اثنا میں بعض حضرات مجذوب بھی ہوگئے (بعض حضرات پر اللہ تعالیٰ کی طرف کشش خاص کی حالت طاری ہوگئی) اس کے بعد پھر دوبارہ دعا کی، ان تمام حاضرین وغائبین کے لئے جو اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی طرف انتساب رکھتے تھے کہ حق تعالیٰ انکو فیض وبرکات وانوار سے مالامال کردے بحرمۃ النون والصاد بالنبی وآلہ الامجاد علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتحیات۔ پھر تیسری مرتبہ دعا کی تمام حاضرین مجلس کی حاجات وحل مشکلات کے لئے کہ اللہ تعالیٰ وتبارک تمام کاموں اور مہمات دینیہ ودنیویہ ان کے باحسن طریق پورا فرمائے اور کفایت فرمائے وصلے اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

بعدازاں اپنے ہاتھ مبارک سے صاحبزادہ محمد سراج الدین صاحب کے سر پر نصف دستار باندھی باقی دو پیچ دستار مذکور کے مولوی محمود شیرازی صاحب نے اپنے ہاتھ سے لپیٹے پھر دو پیچ اسی دستار کے مولوی حسین علیؒ صاحب نے لپیٹے باقی دستار حضرت لعل شاہ صاحب نے تبرکاً صاحبزادہ صاحب کے سر پر باندھی اس کے بعد صاحبزادہ صاحب کو چوغہ پہنایا اور تمام حاضرین محفل نے مبارک باد دی۔

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے دستارِ استاذی جناب مولوی محمود شیرازی صاحب کے سر پر باندھی اور چوغہ پہنایا کیونکہ یہ اوّل استاذ تھے پھر اس کے بعد دستار استاذی جناب مولوی حسین علیؒ صاحب کے سر پہ باندھی اور چوغہ پہنایا کیونکہ یہ دوسرے استاذ تھے اور دستار فضیلت مانند صاحبزادہ کے مولوی محمد عیسیٰ خان صاحب کے سر پر باندھی اور چوغہ پہنایا کیونکہ یہ صاحبزادہ صاحب کے ہم سبق تھے اور ان کی ہمنشینی اور ہمراہی کے طفیل انہوں نے تحصیل علم کیا ہے

آہن کہ بپارس آشنا شد آں ہم بصورت طلاء شد؛

اس کے بعد دستار بزرگی جناب سید لعل شاہ ہمدانی بلاولی کے سر پہ باندھی کیونکہ وہ ہمارے

حضرت کے جلیل القدر خلیفہ تھے اور ان کو بشارت ضمنیت بھی حضرت کی طرف سے حاصل تھی اور چوغہ بھی پہنایا گیا تھا۔ اس کے بعد بعض دوسرے خلفاء و فضلاء کی دستار بندی ہوئی جن کے اسماء درج ذیل ہیں:۔

"ملا محمد سعید اخوندزادہ برادرِ عزیز حضرت خواجہ صاحب، حاجی قلندر خان صاحب رئیس مڈی حافظ محمد یار صاحب، قاضی عبدالرسول صاحب، قاضی قمرالدین صاحب، سید امیر شاہ صاحب احقر کاتب الحروف، مولوی نور خان صاحب، مولوی ولی محمد صاحب، قاضی عبدالغفار صاحب، عبدالمجید اخوندزادہ صاحب ملاخطار صاحب، ملا رویدار صاحب، مولوی نور الحق صاحب بعد فراغت جلسہ دستار بندی شیرینی تقسیم ہوئی حضرت خواجہ صاحب نے دعا فرمائی۔"

(فوائد عثمانی ص ۱۴۷ و ۱۴۸)

مولانا قاضی شمس الدین صاحب اپنی ایک تحریر میں فرماتے ہیں کہ:۔

حضرت خواجہ محمد سراج الدین صاحب مرحوم حضرت (مولانا حسین علیؒ) کے خواص شاگردوں میں سے تھے بلکہ اکثر علوم حضرت مرحوم سے ہی حاصل کئے تھے واقعہ یہ ہوا کہ حضرت خواجہ محمد عثمان مرحوم نے حضرت مرحوم کو موسیٰ زئی شریف آکر حضرت خواجہ محمد سراج الدین مرحوم کو پڑھانے کی دعوت دی اس پر حضرت مرحوم نے عرض کیا کہ پیچھے گھر کا انتظام کیسے ہوگا تو حضرت خواجہ محمد عثمانؒ نے ملا یاران مرحوم کو واں بھچراں حضرت مرحوم کے گھر کے انتظام کے لئے بھیجا اور حضرت مرحوم موسیٰ زئی تشریف لے گئے اور خواجہ محمد سراج الدین مرحوم کو پڑھاتے رہے اور خود مجددی سلوک کی منازل طے کرتے رہے۔ حضرت مولانا حسین علیؒ ابتداء تو حضرت خواجہ محمد عثمانؒ سے بیعت ہوئے اور خلافت پائی اور اجازت نامہ خلافت خواجہ عثمان صاحبؒ نے اپنی وفات سے تین سال قبل ہی تحریر فرمایا تھا چنانچہ اجازت نامہ کا ترجمہ ملخص ہم ناظرین کرام کے سامنے پیش کرتے ہیں جس کے الفاظ حسبِ ذیل ہیں:۔

"حمد و صلوٰۃ کے بعد فقیر حقیر لاشیٔ محمد عثمان کی طرف سے واضح ہو کہ حقائق و معارف آگاہ حاوی علوم عقلی و نقلی، راوی فنون فرعی و اصلی مولوی حسین علی صاحبؒ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے جب فقیر کے پاس آئے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ میں داخل ہونے کی درخواست کی فقیر نے حسبِ دستور پیرانِ کبار اسم اللہ ان کے لطیفہ قلب پر بٹھایا اللہ کے فضل

سے اور پیر دستگیر کی برکت سے روشن تاثیرات قوی درجہ کی اس لطیفہ میں ظاہر ہوئیں اور درجہ بدرجہ دیگر لطائف یعنی روح، سر، خفی، اخفی، نفس، قالب جیسے جیسے ماہ وسال گذرتے گئے ان تمام لطائف میں اذواق واشواق، استہلاک واضمحلال، بے خودی کا ظہور ہوتا رہا اس کے بعد نفی واثبات، مراقبہ احدیت، مراقبہ لطائف خمسہ جن کو مشربات کہتے ہیں اور ولایات ثلاثہ اور مراقبہ اسم الظاہر اور کمالات ثلاثہ کو طے کیا، اللہ تعالیٰ ان کے ان مقامات مذکورہ میں حالات اور تاثیرات حضور وجمعیت فنا وبقاء عطا فرمائے چونکہ مولوی صاحب ممدوح ذی استعداد تھے اس لئے اپنے پیر ومرشد قبلہ وکعبہ نور اللہ مرقدہ کی روش پر طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ کی اجازت انہیں دیدی، اللہ تعالیٰ انکو اپنی ذات اقدس کا محب عاشق بنائے اور اپنے پیرانِ کبار کا محب بنائے بطفیل نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آل کے اور اللہ تعالیٰ ان کو متقیوں کا پیشوا بنائے اب ان پر لازم ہے کہ طریقہ عالیہ کو رواج دیں اور اس طریقہ کی تلقین کریں طالبانِ حق کو ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے اور ان کا مقبول میرا مقبول ہے اور بشارت ہے ان لوگوں کے لئے جو ان کی اقتداء کریں اور میں ان کو تاکید کرتا ہوں کہ ذکر فکر پر مداومت رکھیں خلوۃ اور علیحدگی اختیار کریں اور اپنے تمام امور میں لوگوں سے یاس اور اللہ عزوجل سے ہی امید رکھیں اور اسی کی طرف توجہ رکھیں اور اجازت کی شرط استقامت ہے شریعت حقہ پر خداوند کریم میری زندگی اور ان کی زندگی کو اپنی رضا کے لئے بنادے۔"

حضرت خواجہ عثمانؒ کی وفات کے بعد مولانا حسین علیؒ نے خواجہ سراج الدین صاحب کی طرف رجوع کیا خواجہ سراج الدین صاحبؒ نے جو اجازت نامہ تحریر کیا ہے اس میں درج ہے کہ:۔

"اخ صالح مولانا حسین علی رحمۃ اللہ نے طریقہ نقشبندیہ میرے والدؒ سے اخذ کیا تھا اور لطائف کی بیداری کے بعد انکو طریقہ عالیہ میں اجازت مطلقہ عطا فرمائی تھی والد صاحب حسب بحکم الٰہی دنیا سے رخصت ہو گئے تو مولانا صاحب نے فقیر کی طرف رجوع کیا کہ باقی ماندہ اسباق کی تکمیل کریں اور پھر ابتداء سے اس سلسلہ کو شروع کریں باوجود عدم لیاقت کے میں نے ان کے سوال کو قبول کرنے سے چارہ کار نہ دیکھا حقیقت احمدی حسب صرف، لاتعین، دائرہ سیف قاطع، دائرہ حقیقت صوم کا سبق میں نے دیا اپنے حسبِ حال انہوں نے حالات کا مشاہدہ کیا اور فقیر نے بھی مشاہدہ کیا وہ مجمع البحار اور معدن الانوار بن گئے میں نے بھی انکو اجازت مطلقہ دی طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں اور دیگر طرق

قادریہ چشتیہ ،سہروردیہ ،کبرویہ وغیرہ میں کہ وہ طالبانِ ہدایت کی بیعت لیں اور احباب کے قلوب میں سکینت اور حضوری کا القاء کریں اور اس طریق کے طالبان سے مسنون طریقہ پر بیعت لیں پس وہ میرے خلیفہ ہیں اور ان کا ہاتھ گویا میرا ہاتھ ہے، مبارک ہیں وہ لوگ جو ان کی اقتداء کریں۔"

حضرت مولانا حسین علیؒ کا خواجہ سراج الدینؒ کی طرف رجوع کرنا اخذ الاکابر عن الاصاغر کی بہترین مثال ہے اور دوسرے لوگوں کے لئے عبرت انگیز ہے پہلے زمانوں میں تو یہ سلسلہ برابر رہتا تھا محدثین کرام جس طرح اکابر سے اخذ کرتے تھے اسی طرح مساوی درجہ والوں سے اور اصاغر سے اخذ کرنے میں بھی کوئی باک نہیں رکھتے تھے آجکل اگر کسی کو تھوڑی سی برتری حاصل ہو جائے تو اس کے پاؤں زمین پر نہیں لگتے۔

تعلیم

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت مولانا حسین علیؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد اور اپنے علاقہ کے بعض دوسرے علماء سے حاصل کی لیکن اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ کو ہندوستان کا سفر اختیار کرنا پڑا چنانچہ حضرت گنگوہیؒ مولانا محمد مظہر نانوتویؒ، مولانا احمد حسنؒ جیسے اکابر سے علم حاصل کیا ،چنانچہ حضرت مولانا حسین علیؒ خود اپنی سند میں فرماتے ہیں کہ میں نے قرآن کریم کی تفسیر پہلے حضرت مولانا محمد مظہر سے پڑھی جو حضرت شاہ اسحاقؒ کے شاگرد تھے اور وہ شاہ عبد العزیزؒ کے اور وہ شاہ ولی اللہؒ اور پھر میں نے دوبارہ قرآن کریم کی کچھ تفسیر اپنے شیخ فی الحدیث مولانا رشید احمد گنگوہی سے پڑھی جو شاہ عبد الغنیؒ کے تلمیذ تھے، وہ شاہ اسحاقؒ کے اور اسی طرح مجھے قرآن کریم کی اجازت اپنے مرشد حضرت خواجہ محمد عثمانؒ سے بھی حاصل ہے ان کو اپنے مرشد حضرت حاجی دوست محمد صاحبؒ قندھاری سے اور ان کو شاہ احمد سعیدؒ سے ان کو حضرت ابو سعیدؒ سے اور انکو شاہ عبد العزیزؒ سے اس کے بعد کا سلسلہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی اسناد و کتب میں ثبت ہے جو انتہاء میں حضرت عثمان بن عفانؓ علی بن ابی طالبؓ، عبد اللہ بن مسعودؓ، ابی بن کعبؓ ،زید بن ثابتؓ کے واسطہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

حضرت مولانا غلام نبی صاحب تلمیذ و مرید حضرت مرحوم اپنے ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں کہ:

ایک دن خود حضرت مولانا حسین علیؒ نے فرمایا کہ میں شروع میں ہندوستان پڑھنے کے لئے جب گیا تھا تو مولانا احمد حسن صاحب امروہیؒ کی خدمت میں دیر سے پہنچا۔ مولانا نے فرمایا کہ داخلہ بند ہو

چکا ہے میں نے عرض کیا، حضرت داخلہ بند ہونے کا کیا مطلب ہے، مولانا نے فرمایا کہ کھانا اور کتابیں نہیں مل سکیں گی، میں نے عرض کیا کہ سبقوں میں شامل ہونے کی اجازت مرحمت فرما دیں باقی اسباب بھی ہو جائیں گے البتہ کتابوں کے ملنے کی طرف میں نے توجہ دلائی مولانا نے فرمایا کہ روٹی کے متعلق؟ میں نے عرض کیا حضرت دکانوں سے مانگ کر گذر اوقات کر لیں گے اس پر مولانا مسکرا دیئے پھر آپ نے فرمایا کہ کن اسباق میں شامل ہو گے، میں نے کہا سب میں شامل ہو جاؤنگا اس پر طلبہ ہنس پڑے اور میرا نام کلی متواطی رکھ دیا دوسرے دن میں اسباق میں شامل ہو گیا دوران سبق میں میں نے ایک مقام دریافت کیا مولانا احمد حسنؒ نے مجھے غور سے دیکھ کر جواب دیا اور اختتام سبق پر فرمایا کہ میرے مطالعہ والی کتابیں اس طالب علم کو دے دی جائیں، اس طرح دو تین دن گذرے تھے جب میں کوئی سوال یا اعتراض کرتا تو مولانا پہلے غور سے میرے چہرہ کی طرف دیکھتے اور پھر جواب دیتے تیسرے دن فرمایا کہ ہماری صاحبزادی کے ہاں سے پیغام آیا ہے کہ ایک طالب علم کا کھانا ہمارے گھر لگوا دیا جائے، اس طرح اللہ تعالےٰ نے سب انتظامات کر دیئے"۔ اسی طرح مولانا غلام نبی صاحب فرماتے ہیں کہ "قریب زمانہ میں مولوی محمد حسین صاحب نوشاہی نے ہم سے بیان کیا کہ ہم ہندوستان میں تحصیل علم کے لئے گئے تھے وہاں مولانا حسین علی صاحب بھی پڑھتے تھے اور یہ مشہور تھا کہ مولوی حسین علی بیس۲۰ صفحات فتح القدیر کے ایک گھنٹہ میں مطالعہ کرتے ہیں ہم دیکھنے کے لئے گئے کہ وہ کونسا طالب علم ہے جو ایک گھنٹہ میں بیس صفحات فتح القدیر مطالعہ کر لیتا ہے فتح القدیر بھی نولکشور کے مطبع کی تقطیع کلاں پر چنانچہ ہم مولوی حسین علی صاحبؒ کے پاس گئے اور دریافت کیا کہ یہ صحیح ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں میں اس طرح مطالعہ کرتا ہوں اور پھر کتاب لیمپ پر لے کر بیٹھے اور ایک صفحہ سے عبارت شروع کی اور تمام صفحہ پورا کر کے فرمایا اب جو تم پوچھنا چاہتے ہو پوچھو، پھر دوسرے صفحہ کی عبارت پڑھی اور اسی طرح فرمایا کہ پوچھو"۔

تصانیف اور علمی تحقیقات

حضرت مولانا حسین علیؒ کی تصانیف متعدد ہیں اکثر زیور طباعت سے آراستہ ہوئی ہیں اور کچھ مسودات کی شکل میں ہیں جو ہنوز طبع نہیں ہوئیں، در حقیقت آپ کی تصانیف خاص مدون شکل میں نہیں کئی تو امالی کی شکل میں ہیں اور کئی خود اپنے قلم سے تحریر فرمائی ہیں، آپ کو تصنیف کے فن سے خاص مناسبت

نہ تھی اس لئے طرزِ تحریر اور لکھنے کا کوئی خاص دلکش ڈھنگ نہیں تاہم جو علمی تحقیقات آپ نے کی ہیں وہ بہت قیمتی ہیں آپ کے تلامذہ کا فرض ہے کہ وہ ان تصانیف کو استفادہ کے قابل بنائیں جہاں تک ہمیں آپکی تصانیف یا مسودات کا علم ہے یا جو ہمارے مطالعہ میں آچکی ہیں ان کو ہم ترتیب سے ذکر کرتے ہیں۔

(۱) بلغۃ الحیران فی ربط آیات القرآن (اردو) یہ قرآن کریم کی آیات و سور کا باہم ربط بیان کرنے اور تفسیری نکات اور خاص خاص الفاظ کی تشریح اور مشکلات کے حل پر مشتمل ہے اس کو اثنائے درس میں مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا سید نذر حسین شاہ صاحب جو کالیاں ضلع گجرات نے قلمبند کیا ہے اس تفسیر کے دیباچہ میں درج ہے کہ "یہ تقریریں جو آگے آتی ہیں حضرت صاحب نے غلام خان سے قلمبند کروائی ہیں اور بذاتِ خود ان پر نظر فرمائی ہے"۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس کی ترتیب و جمع میں حضرتؒ برابر شریک و ذمہ دار ہیں۔ یہ کتاب تفسیر میں بہت عمدہ ہے لیکن افسوس کہ اس کی زبان نہایت ناقص ہے، اس کو زبان کی صحت کے ساتھ اگر اچھے طریقہ پر شائع کرایا جائے تو اس سے اہل علم بہت فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور حضرتؒ کا طرزِ خاص بھی محفوظ رہ جائے گا غالباً حضرت کے افکار ربطِ آیات کے بارہ میں زیادہ تر اسی کتاب میں درج ہیں اس کے علاوہ جو آپکے تلامذہ اپنے دروس میں پیش کرتے ہیں وہ زیادہ تر ان کی اپنی تحقیقات ہیں، جن کو حضرت صاحب کی طرف منسوب کرنا مناسب نہ ہوگا۔ اس کے دیباچہ میں فہمِ قرآن کے بارہ میں حضرت کا طرزِ خاص بیان کیا گیا ہے، آخر میں اسناد بھی درج ہیں اس کی بعض عبارتوں میں اختصار کی وجہ سے اعتراضات بھی کئے گئے ہیں لیکن ان کا منشاء عدمِ فہم اور اختصار ہے، مجموعی طور پر یہ تفسیر نہایت قابلِ قدر ہے، اختلاف[1] کی گنجائش

---

[1] مثلاً (۱) سورۃ احزاب کی ایک آیت کے تحت حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ "اور یا ایھا الذین آمنوا سے لے کر جمیلا تک خطاب مومنوں کو کیا گیا ہے کہ اگر مومنات سے نکاح کرو خواہ متبنّٰی کی عورت ہو یا سوائے اس کے اور تم طلاق قبل الدخول دے دو تو عدت کوئی لازم نہ ہوگی جیسا کہ زینب کی عدت کوئی نہ تھی"۔ (ص ۲۶۵) واللہ اعلم حضرت مولانا نے یہ بات کہاں سے اخذ کی ہے بظاہر یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ مفسرین کرامؒ صراحت کرتے ہیں کہ حضرت زینبؓ نے جب عدت پوری کی تو پھر ان کا نکاح حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا تھا اللہ تعالےٰ کے حکم سے چنانچہ مفسر قرآن امام بیضاویؒ نے (ص ۲۴۶ ج ۴ طبع مصر) اور صاحب احکام القرآن ابوبکر بن العربیؒ نے (جلد ۲ ص ۱۹۸) میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ فطلقھا زید فلما انقضت عدتھا الخ۔

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۷ پر ملاحظہ فرمائیں)۔

توہر مقام ہی رہتی ہے لیکن نظم قرآن پر کافی اچھا مواد اس میں پایا جاتا ہے۔

(۲) تبیان فی تفسیر القرآن (قدیم نام تفسیر بے نظیر ہے) (اُردو)

یہ چھوٹا سا رسالہ ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں قرآن کریم کی تمام سورتوں کا الگ الگ خلاصہ درج کیا گیا ہے، اس کی عبارت بلغۃ الحیران سے قدرے بہتر ہے، غالباً یہ بھی حضرت

(صفحہ ۲۶ کا بقیہ حاشیہ) یعنی حضرت زیدؓ نے جب انکو طلاق دے دی اور پھر جب انکی عدت پوری ہوگئی۔ اور اسی طرح امام ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر جلد ۳ ص ۴۹۱ میں لکھا ہے کہ:۔

قال الامام احمد حدثنا ھاشم یعنی ابن القاسم اخبرنا النضر حدثنا سلیمان بن المغیرۃ عن ثابت عن انسؓ قال لما انقضت عدۃ زینبؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لزید بن حارثہ اذھب فاذکرھا علی الخ	حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب زینبؓ کی عدت پوری ہوگئی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن حارثہؓ سے فرمایا کہ جاؤ اور زینبؓ کے سامنے میرا ذکر کرو (یعنی پیغام نکاح لے جاؤ)

اور حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ تفسیر مظہری جلد ۷ ص ۳۸۰ میں فرماتے ہیں کہ:۔

واخرج مسلم واحمد والنسائی وابویعلی وابن ابی دینا والطبرانی وابن مردویہ وذکرہ البغوی وھذا لفظ البغوی عن انسؓ انہ قال لما انقضت عدۃ زینبؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لزیدؓ اذھب فاذکرھا علی الخ	امام مسلمؒ اور احمدؒ، نسائیؒ، ابویعلیؒ، ابن ابی دنیاؒ ابن مردویہؒ اور بغویؒ نے بیان کیا ہے (اور یہ الفاظ بغوی کے ہیں) کہ جب حضرت زینبؓ کی عدت پوری ہوگئی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن حارثہؓ سے فرمایا کہ جاؤ اور زینبؓ کو میری طرف سے پیغام نکاح پہنچا دو۔

(۲) اسی طرح اس سورہ احزاب میں خلاصہ میں ص ۱۶ میں فرماتے ہیں "اے مومنو! اللہ تعالیٰ اور ملائکہ رسول پر آفرین آفرین کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تابعداری میں حکم کی اشاعت خوب طرح سے کی تم بھی آفرین کہو تہمت نہ دو" درود شریف کا معنی آفرین آفرین سے کرنا صحیح معلوم نہیں ہوتا نہ لغوی طور پر اور نہ شرعی طور پر درود شریف تو ایک خاص شرعی اصطلاح ہے اسکو اس معنی میں رکھنا ہی مناسب ہے جو معنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ

---

۲ (باقی حاشیہ صفحہ ۲۸ پر ملاحظہ فرمائیں)

مولانا حسین علیؒ نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا ہے، ابتداء میں علم غیب اور حاضر و ناظر کے بارے میں فقہائے کرام کے فتاویٰ بھی درج ہیں اس کا مطالعہ کرنے سے حضرت مولانا حسین علیؒ کا قرآن کے متعلق طرز خاص معلوم ہو جاتا ہے اس کی طباعت و کتابت کچھ خاص اچھی نہیں۔

(۳) تلخیص الطحاوی (عربی)

یہ ۵۲ صفحات کی کتاب ہے، یہ امام طحاویؒ کی مشہور کتاب شرح معانی الآثار جو علم حدیث میں طبقہ ثالثہ کی نہایت ہی معتبر اور مستند کتاب ہے اور احادیث کے معانی بیان کرنے میں اور توجیہات میں بے مثل کتاب ہے کئی سو صفحات کی کتاب ہے اس کے تمام ابواب کا الگ الگ خلاصہ حضرت مولانا حسین علیؒ نے درج کیا ہے اس پر مولانا محمد مسلم عثمانی دیوبندی مرحوم کے حواشی بھی بعض بعض جگہ ہیں، نہایت ہی عمدہ کتاب ہے اگر درس میں شامل کر لی جائے تو تمام طحاوی کا ملخص نہایت ہی قلیل وقت میں حاصل کیا جا سکتا ہے، کتابت اور طباعت اس کی بھی اچھی نہیں، حضرت نے اپنے قلم سے تحریر فرمائی ہے۔

(۴) تحویلات حدیث (عربی)

بڑے سائز کے ۲۵۰ صفحات کی کتاب ہے جو حضرت مولانا حسین علیؒ نے احادیث کی شرح کی ہے جس کو ملتان کے مولوی رب نواز صاحب نے ۱۹۴۳ء میں طبع کرایا ہے، احادیث کے اشکالات اور

(صفحہ ۲۷ کا بقیہ حاشیہ) اور سلف سے ثابت ہے۔

(۳) ص۳۳۲ میں فرماتے ہیں کہ عرض اعمال مذہب شیعہ کا ہے کسی حدیث میں نہیں" اور ص۲۲۳ میں فرماتے ہیں کہ "یہ عقیدہ کہ کوئی سب کچھ جانتا ہے اور صبح شام کسی پر اعمال کل عباد کے پیش ہوتے ہیں یہ عقائد شیعہ کے ہیں"۔ اس میں پہلی بات تو درست معلوم نہیں ہوتی کہ عرض اعمال کا ذکر کسی (صحیح) حدیث میں نہیں ہے، کیونکہ عرض اعمال کی حدیث ابو داؤد طیالسی نے بسند حسن بیان کی ہے اور مسند بزار میں بھی باسناد جید اس کا ذکر ہے جیسا کہ فتح الملہم جلد ۱ ص۱۳۴ اور عقیدۃ الاسلام طبع دیوبند میں مذکور ہے۔ البتہ دوسری بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ کل اعمال پیش کئے جاتے ہوں یہ البتہ شیعہ کا مذہب معلوم ہوتا ہے اور نیز سب کچھ جاننا یہ بھی عقیدہ باطل اور شرک ہے شیعہ کا مذہب یہی ہوگا البتہ نفس اعمال عباد کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیش کیا جانا اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ۱۲ سواتی

مشکلات کو حل کرنے کے لئے بڑی مفید کتاب ہے، غیر مقلدین حضرات کا ایک گروہ ایسا بھی ہے جو تنگ نظری و تعصب یا کم فہمی اور جہالت کی وجہ سے یہ خیال کرتے ہیں کہ مذہب حنفی کا مدار صرف فقہ پر ہے اور علم حدیث سے احناف کو کوئی تعلق نہیں یہ نظریہ اصلاً باطل اور واقع کے خلاف ہے، تحریرات حدیث کے مطالعہ سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ احناف کرام صحیح معنی میں عامل بالحدیث ہیں اور جو احادیث بظاہر متعارض یا متضاد معلوم ہوتی ہیں ان کی صحیح تطبیق علماء احناف کا زریں کارنامہ ہے اور تطبیق کے بعد احناف تو سب احادیث پر عمل کرتے ہیں جو روایۃً صحیح ہوں لیکن دوسرے حضرات احادیث کا ایک بہت بڑا حصہ ترک کر دیتے ہیں اور اس پر بھی فخر سے کہتے ہیں کہ ہم "اہلِ حدیث" ہیں فیاللعجب حضرت مولانا حسین علیؒ فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ احادیث کے صحیح مطلب کو پا لیتے ہیں اور شارع علیہ السلام کی اصلی غرض کو متعین کر دیتے ہیں اور اسی راویوں کے اختلاف اور روایت بالمعنیٰ سے جو تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں انکو واضح فرما دیتے ہیں، تحریرات حدیث میں بہت سے مسائل کے بارہ میں مختلف ابواب میں بڑی قیمتی تحقیقات درج ہیں۔ نکاح بالجبر، ذبح فوق العقد، صلوٰۃ الکسوف، انتصار مذہب ابن مسعودؓ، تحقیق مسئلہ رھن، تحقیق رفع الیدین، تحقیق سماع موتیٰ، رفع السلبہ وغیرہ یہ کتاب اگر پوری تصحیح اور تبویب کے ساتھ شائع ہوتی تو علم حدیث کے طالبین کے لئے بہت مفید ہوتی اس کی حالت راہنہ میں صرف علم حدیث سے پوری طرح واقفیت رکھنے والے علماء حضرات ہی استفادہ کر سکتے ہیں۔

(۵) تقریر الجنجوهی علی صحیح البخاری (عربی)

یہ بخاری شریف کی تقریر ہے جو اس کے جستہ جستہ مقامات کی شرح اور اشکالات وتراجم وغیرہ کا بیان اور بعض مشکل الفاظ کی تشریح ہے یہ مختصر سی کتاب ہے جملہ صفحات ۱۰۲ ہیں چونکہ حضرت گنگوہیؒ کی عادت مبارک بھی طوالت پسند نہیں تھی بلکہ اختصار اور جامعیت سے مطلب کی بات کو ظاہر فرماتے تھے، بخاری شریف کے درس کے دوران جو علمی اور تحقیقی باتیں آپنے فرمائیں انکو حضرت مولانا حسین علیؒ نے عربی زبان میں ضبط کیا یہ کتاب علم حدیث سے شغف رکھنے والے حضرات جو حدیث پڑھتے پڑھاتے ہیں ان کے لئے مفید ہے اس میں بہت سی کام کی باتیں انہیں حاصل ہوں گی، چونکہ اختصار زیادہ ہے بعض مقامات پر صرف اشارہ کنایہ سے کام لیا گیا ہے اسلئے کم علم اس سے استفادہ نہیں کر سکتے۔

(۶) تقریر الجنجوهی علی صحیح المسلم (عربی)

یہ بھی نہایت ہی مختصر تقریر ہے اسکی صفحات ۶۸ ہیں۔ یہ بھی حضرت گنگوہی کے افادات ہیں جن کو حضرت مولانا حسین علیؒ نے تعلیقات کی شکل میں نہایت ایجاز اور اختصار سے جمع فرمایا ہے اہل علم کے لئے قابلِ استفادہ ہے۔

حضرت مولانا حسین علیؒ کی مندرجہ بالا تصانیف وکتب بندہ کاتب الحروف کے مطالعہ میں آچکی ہیں انکے علاوہ آپ کی تصانیف کے بارہ میں مولانا قاضی شمس الدین صاحب اپنی ایک تحریر میں فرماتے ہیں کہ "حضرت کی تصانیف بہت زیادہ ہیں جو احقر کے ذہن میں ہیں وہ عرض کر دی جاتی ہیں ۔ برہان[7] التسلیم یا فسخ الحج بالعمرۃ - اس میں یہ ثابت اور ظاہر کیا گیا ہے کہ رواۃ بالمعنی کس طرح حدیث میں تغیر کر دیتے ہیں - رسالہ[8] خمس اوسق - رسالہ[9] رفع سبابہ - رسالہ[10] ذبح فوق العقدہ جس میں ذبح فوق العقدہ کو حرام ثابت کیا گیا ہے - رسالہ[11] جوید تین جس میں حدیث غرض جوید تین علی القبر کی تحقیق کی گئی ہے - تحفۂ[12] ابراہیمیہ یہ رسالہ علم تصوف میں ہے، تحریرات حدیث - عون[13] المعبود علی سنن ابی داؤد - خلاصہ[14] فتح القدیر جس میں ہدایہ کی مشہور شرح فتح القدیر کا خلاصہ کیا گیا ہے - تفسیر بلغۃ الحیران اسکے علاوہ اور بھی ہوں گی جو احقر کے ذہن میں نہیں" نیز آپ نے مجموعہ فوائد عثمانی پر حواشی بھی تحریر فرمائے ہیں۔

(نوٹ) ایک رسالہ مسئلہ[15] علم غیب کی تحقیق پر بھی حضرتؒ نے تحریر کیا ہے اس میں دیگر علماء کی تصدیقات بھی شامل ہیں یہ رسالہ ۱۳۴۴ھ میں باہتمام مولوی نور الحق صاحب طبع ہوا یہ نہایت مختصر اور عمدہ رسالہ ہے۔

حضرت کے تلامذہ اور مریدین

حضرت کے تلامذہ اور مریدین کی تعداد تو بہت طولانی ہوگی ظاہر ہے کہ کم وبیش ساٹھ سال کے عرصہ کی تعلیم و تربیت سے جو لوگ فیض یاب ہوئے ہوں گے ان کی تعداد ہزاروں تک متجاوز ہوگی بعض مشہور سرآمد روزگار حضرات کا ذکر مناسب ہوگا چنانچہ مولانا قاضی شمس الدین صاحب نے آپکے تلامذہ و مریدین میں سے بعض کا ذکر کیا ہے مثلاً حضرت مولانا عصام الدین مرحوم بھبودی ضلع کیمبلپور، حضرت مولانا غلام رسول صاحب مرحوم انہی ضلع گجرات، حضرت مولانا عبد العزیز صاحب

مرحوم گوجرانوالہ حضرت مولانا نصیر الدین غور غشتی، حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب بھوچال حضرت مولانا محمد بشیر صاحب مرحوم خانیوال حضرت مولانا یار محمد صاحب مرحوم میرا ملہ، ضلع ملتان، حضرت فقیر غلام حیدر صاحب جمال بھٹل، حضرت شاہ نور محمد صاحب مرحوم کشمیری، حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب مرحوم قلعہ دیدار سنگھ، میاں احمد صاحب میانوالی، مولوی محمد قاسم مظفر گڑھ، حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب، میاں غلام احمد صاحب میانوالی، حضرت مولانا نذر شاہ صاحب جو کالیاں ضلع گجرات اور آخری متوسلین میں سے مولانا محمد سرفراز خان صاحب گکھڑ اور مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجرات" اسی طرح مولوی محمد شریف صاحب امرتسری بھی حضرتؒ کے مرید ہیں۔

آپ کے مریدین وتلامذہ میں بڑے بڑے حضرات ہیں چند بزرگوں کے ذکر سے یہاں پہلو تہی کرنا مناسب نہ ہوگا۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحب المعروف بہ "بابا انہی والا"

حضرت مولانا حسین علیؒ کے شاگرد اور مرید تھے، بڑی خوبیوں کے مالک، نہایت ہی متقی پرہیزگار اور خدا پرست انسان تھے، مولانا غلام نبی صاحب اپنے مکتوب میں فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ خود حضرت مولانا حسین علیؒ نے مولانا غلام رسول صاحب انہی والے کا واقعہ سنایا کہ جب یہاں میرے پاس آئے تو میں نے کہا کہ پہلے قرآن شریف کا ترجمہ پڑھو پھر کوئی اوراد و وظائف کرنا، مولوی صاحب نے کہا کہ آپ ہم کو کیا پڑھائیں گے میں نے تو ۳ دفعہ تفسیر بیضاوی پڑھائی ہے میں نے کہا کہ اچھا پہلے آپ پڑھیں تو پھر کوئی بات کریں، جب سلسلہ تعلیم شروع ہوا تو ابھی چند ہی اسباق پڑھے تھے کہ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں گھر جا کر مستقل انتظام کر آؤں اور پھر اطمینان سے پڑھوں گا، چنانچہ پھر ایسا ہی کیا۔ مولانا قاضی شمس الدین صاحب اپنی تحریر میں لکھتے ہیں کہ انہی والے بابا غلام رسول صاحب ابتدائی کتب گوجرہ میں ایک جگہ پڑھتے تھے ایک شخص کہیں باہر انہیں ملا اور اس نے کہا میاں کتابیں اس طرح نہیں پڑھی جاتیں جس طرح تم پڑھتے ہو، کتابوں کا کوئی مطلب بھی ہوتا ہے، آپ نے دریافت کیا وہ مطلب کہاں پڑھایا جاتا ہے، اس شخص نے شمال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ادھر چلے جاؤ چنانچہ آپ پل بھاریاں چلے گئے، یہ ایک گاؤں ہے، چکوال کے مضافات میں وہاں پڑھتے رہے پھر میکی ڈھوک چلے گئے، وہاں مولوی محمد یحییٰ صاحب کے پاس منطق ومعقول کی کتابیں پڑھیں پھر

خور غشتی گئے وہاں معلول عبدالغفور وغیرہ حضرت میاں صاحب مرحوم کے پاس پڑھیں جو حضرت مولانا نصیر الدین صاحب کے والد تھے پھر تھٹہ میں پہنچے وہاں احقر کی والدہ کے حقیقی ماموں قاضی عالم الدین صاحب مرحوم کے پاس کتب فقہ یا صرف ہدایہ پڑھا وہ مولوی غلام جیلانی صاحب پشاوری کے شاگرد تھے بڑے فقیہ، زاہد، عابد، شب خیز اور بڑے جہان نواز معروف تھے، پھر مقام نوتھ میں جو ایک گاؤں ہے تھٹہ مذکور سے چھ میل کے فاصلہ پر، وہاں مسند تدریس پر بیٹھے اور چودہ برس تک تدریس علوم وفنون سے فیض یاب کرتے رہے، آپکے اس وقت کے تلامذہ میں سے مولانا عبد العزیز مرحوم گوجرانوالہ ہیں جنہوں نے ایک دن میں پچیس اوراق ہدایہ کا سبق پڑھا تھا، مولوی فیض احمد مرحوم مانگٹ والے مولوی قاضی عبدالمجید صاحب معروف ذہین پنڈی سرہال والے، مولوی سلطان شاہ صاحب مرحوم مرزا متصل کیمبلپور والے مولوی محمد صادق صاحب مرحوم ونہار والے، حضرت مولانا ولی اللہ صاحب جو اس وقت آپکے قائم مقام ہیں فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ پھر اس کے بعد وہاں سے انہی میں تشریف لے گئے جو آپ کا وطن مالوف تھا اور علوم وفیوض کے دریا بہائے کہ ؎

یا صاح ابصر فی السماء الا قا	ام نجمنا فی سوحنا قد فاقا
نجم الهدایة فی الضلالة قد بدا	قاثار ضوء شعاعه الآفاقا
کشف الغطاء الجهل عن عمیائه	عجبًا لا کمه لم یدع اطراقا
یهدی المهدی فی الدجی سبل الهدی	ویزیل ریب مضلل اشراقا
دع ذکر مغناطیس جذب جماده	فلسیدی شرق هوی لاعناقا
هذا غلام رسولنا بعلومه	وفیوضه قد صدق المصداقا
حبر فقیه فلسفی منطقی	والاصول احقها احقاقا

بلا مبالغہ عرض ہے کہ احقر نے آج تک علوم وفنون کا ایسا مدرس نہیں دیکھا جس کو علوم وفنون پر اتنا ضبط ہو اور اسکے ساتھ ہی آپ زاہد، عابد صاحب کشف وکرامات اور بڑے متوکل تھے حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب مرحوم آپکے حق میں فرمایا کرتے تھے کہ "مولوی صاحب علماء آخرت میں سے ہیں"۔ ایک بار احقر حضرت مولانا محمد انور شاہ مرحوم کی خدمت میں بیٹھا تھا، آپنے فرمایا ہمارے پاس سال میں آٹھ دس طالب علم آجاتے ہیں پانچ چھ پنجابی اور چار پانچ یوپی کے اور کبھی ایک آدھ بنگالی، پھر فرمانے لگے

پانچ چھ سال سے جب سے مولوی صاحب انہی والوں کے طلبہ آنے لگے ہیں تو پھر یہ ہوتے ہیں اور پھر آپ مستجاب الدعوات لوگوں میں سے تھے ولہ مناقب شتی لا یسعہا ھذا المقام۔

حضرت مولانا عبد العزیزؒ گوجرانوالہ (فاضل سیالوی)

آپ بابا انہی والے کے شاگرد تھے اور حضرت مولانا حسین علیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے آپ قدیم فضلائے دار العلوم میں سے تھے۔ ۱۳۲۷ھ میں آپ نے دار العلوم دیوبند میں حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت اقدس میں حدیث پڑھی تھی، نہایت ہی ذہین اور طباع تھے آپ ابتداء میں مسلم ہائی سکول گوجرانوالہ میں مدرس تھے۔ جب گوجرانوالہ کے لوگوں کو آپ کے علم و مقام کا پتہ چلا تو آپ کو گوجرانوالہ کی جامع مسجد میں خطیب مقرر کیا گیا وہاں مدرسہ انوار العلوم کا اجراء ہوا، مولانا اس کے مہتمم تھے بڑے عرصہ تک لوگوں کو اپنے مواعظِ حسنہ سے اور اپنے علمی درسوں سے مستفید فرماتے رہے، زندگی کے آخری چند سال آپ بیمار رہے، آپ بڑے وسیع المطالعہ اور محقق عالم تھے، آپ کو علم حدیث سے بہت شغف تھا جس کا اندازہ آپ کی تصنیف بغیۃ الالمعی حاشیہ نصب الرایہ للزیلعی تا کتاب الحج اور نبراس الساری علی اطراف البخاری وغیرہ سے لگایا جا سکتا ہے، علوم حدیث میں نہایت گہرا مطالعہ اور بڑا استحضار تھا، مطالعہ کا اس قدر شوق تھا کہ جب جسمانی طور پر آپ بالکل لاچار ہو گئے تھے تو اشارہ سے فرماتے تھے کہ کتاب کھول کر میرے سامنے رکھ دو، چنانچہ بارہا ایسا ہوا کہ کتاب کا صفحہ دوسروں نے کھول کر سامنے رکھا اور آپ اپنی نگاہوں سے مطالعہ میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے مسند احمد پر بھی کام کیا ہے اور اس کی تبویب کی ہے مگر افسوس کہ یہ طبع نہیں ہو سکا، اسی طرح رجال طحاوی پر آپ نے تحقیقات کی ہیں اور طحاوی پر حاشیہ بھی تحریر فرمایا ہے خدا کرے کہ یہ شائع ہو جائے، آپ گوجرانوالہ میں علماء حق کی جماعت (علماء دیوبند) کے ترجمان تھے، آپ کو اہل بدعت کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا اور اختلافی مسائل میں غیر مقلدین حضرات کا بھی، چنانچہ اختلافی مسائل پر آپ کے کئی رسالے شائع ہوئے ہیں مسئلہ تقلید، مسئلہ قرأۃ خلف الامام وغیرہ غیر مقلدین کے امام مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم نے ایک دفعہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی حدیث جو مسلم شریف میں ہے اس حدیث کے اس ٹکڑے سے انکار کر دیا کہ یہ مسلم میں موجود نہیں "واذا قرأ فانصتوا" یعنی جب امام قرأۃ کرے تو تم چپ ہو۔ مولانا عبد العزیزؒ نے تعاقب کیا اور پھر دونوں کا اس سلسلہ میں تحریری مناظرہ ہوا دونوں کے متفق علیہ حَکَم مولانا سید سلیمان

ندوی ٹھہرے دونوں کی تحریرات کو ملاحظہ کرنے کے بعد مولانا سید سلیمان ندویؒ نے فیصلہ مولانا عبدالعزیزؒ کے حق میں دیا کہ یہ صحیح کہتے ہیں کہ یہ حدیث مسلم میں موجود ہے، چنانچہ اس تحریری مناظرہ کی روئیداد اور فیصلہ اسی زمانہ میں شایع ہوا تھا اِس سے قبل غالباً ۱۹۲۴ء میں گوجرانوالہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب مرحوم کا مناظرہ مولانا عبدالعزیز صاحب سے ہو چکا تھا اور مولوی ثناء اللہ صاحب نے خیال کیا تھا کہ شاید کوئی دیہاتی قسم کا مولوی ہوگا اور اس کو اپنی مناظرانہ صلاحیت سے دبا لیں گے لیکن انہیں بہت جلد پتہ چل گیا کہ ایک علم کے سمندر کے مقابلہ میں ایسی سطحی باتیں نہیں چل سکتیں مولانا ثناء اللہ صاحب نے پسپائی میں ہی سلامتی خیال کی۔

مولانا عبدالعزیزؒ گوجرانوالہ میں علماءِ حق کی جماعت کے فرد تھے، چنانچہ گوجرانوالہ میں ۱۹۱۹ء میں انگریز کے خلاف بغاوت کے جذبات شدت سے جب ابھرے تو اس کے نتیجہ میں لوگوں نے گوجرانوالہ کا اسٹیشن جلا دیا اور اس کے علاوہ بھی کئی عمارتوں کو نقصان پہنچا، اس پر انگریزوں نے اس وقت مارشل لاء نافذ کردیا۔ مولانا عبدالعزیزؒ بھی اس زمانہ میں قید ہوئے اور قید بامشقت کی سزا انہیں دی گئی۔ "انجمن خدام الدین لاہور" جو حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی قیادت میں چل رہی تھی اور بفضلہ تعالیٰ اب تک وہ انجمن کام کر رہی ہے اور اس کے امیر اب حضرت لاہوری کے فرزند گرامی حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور ہیں جو حضرتؒ کے صحیح جانشین ہیں، انجمن خدام الدین کے سالانہ جلسہ منعقدہ ۱۹۳۰ء کے موقعہ پر تمام ہندوستان کے تقریباً پانچ صد علماءِ کرام علاوہ دیگر عوام کے شریک تھے، حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیریؒ بھی تشریف لائے ہوئے تھے، حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ نے اس موقعہ پر اس برصغیر کے دو عظیم فتنوں کے مقابلہ کے لئے کسی مؤثر ترین شخصیت کو امیر منتخب کرنے کا فرمایا۔ چنانچہ امیر منتخب کرنے کے لئے شاہ صاحبؒ نے حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا نام نامی پیش کیا کیونکہ بخاریؒ اہل حق کی جماعت کے سرخیل تھے، خدا نے انہیں لسان صادق، جرأت مردانہ حق کی حمایت اور باطل کی سرکوبی کے لئے آہنی عزم عطا فرمایا تھا، اخلاص جفاکشی بے لوثی اور للٰہیت آپ کے رگ و ریشہ میں بھری ہوئی تھی انگریز کے خلاف شدید نفرت کا جذبہ اور انگریز کے ظالمانہ اقتدار کو ختم کرنے کے لئے اور دینی اقتدار کے احیاء کے لئے اور قادیانی فتنہ کے تار و پود بکھیرنے میں اور مرزائے قادیانی کی جعلی نبوت کے بخیئے اوھیڑنے اور امت مسلمہ کو اس ملعون فتنہ سے بچانے کے لئے

ہر کوشش میں پیش پیش تھے مزید برآں اللہ تعالیٰ نے پُرسوز آواز ایسی عطا فرمائی تھی کہ اپنی نظیر آپ تھے چنانچہ حضرت مولانا انور شاہؒ نے آپکے ہاتھ پر بیعت کرنے کا فرمایا اور اپنا ہاتھ بھی بڑھایا علماء میں سب سے پہلے امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے دست حق پرست پر بیعت کرنے کے لئے جس شخص نے ہاتھ بڑھایا تھا وہ مولانا عبدالعزیزؒ گوجرانوالہ تھے پھر ان کے بعد تقریباً پانچ صد علماء کرام نے بالاتفاق حضرت سید عطاء اللہ شاہ صاحب کو "امیر شریعت" تسلیم کیا اور ان کی قیادت میں حتی الوسع کام کرتے رہے۔ مولانا عبدالعزیزؒ نہایت خوش مذاق اور طلباء کے ساتھ شفقت کرنے والے تھے بندہ کاتب الحروف کو بھی مولانا عبدالعزیزؒ کی خدمت کا موقعہ ملا ہے اور میں اس کو اپنے لئے سعادت خیال کرتا ہوں اور بعض مسائل میں آپ سے استفادہ کا موقعہ بھی ملا ہے فللہ الحمد۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غور غشتی دامت برکاتہم

آپ بھی مولانا حسین علیؒ کے خلیفۂ مجاز ہیں علماء دیوبند میں سے اونچا مقام رکھنے والے ہیں تمام عمر اپنے قصبہ میں قرآن، حدیث وعلوم اسلامیہ کی خدمت کرتے رہے ہیں حسبۃً للہ آپ سے بہت سے لوگوں نے علمی فیض حاصل کیا، آپکے دو دورے مشہور رہے ہیں بڑا دورہ ایک سال جس میں صحاح ستہ کی اہم کتابوں کی تعلیم دیتے تھے، اور ایک سال چھوٹا دورہ یعنی مشکوٰۃ، جلالین، ھدایہ کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔ آپکے حلقہ درس میں بعض اوقات سو سو کے قریب بلکہ اس سے بھی زیادہ طلبہ شریک ہوتے رہے ہیں۔ اور سالہا سال تک یہ معمول رہا ہے، اب کچھ عرصہ سے ضعف ونقاہت اور نظر کی کمزوری کی وجہ سے تعلیم دینے سے معذور ہو چکے ہیں۔ لیکن طالبانِ طریقت کے لئے ان کا فیض برابر جاری ہے سلوک وتصوف میں تشنگانِ ذوق کو سیراب فرما رہے ہیں۔ آپ نہایت ہی معتدل مزاج، نیک سیرت، سادہ طبیعت اور یادگار سلف ہیں، مزاج طبیعت اور تحقیقات مسائل اور طرزِ عمل بالکل اکابر علماء دیوبند کے ساتھ ملتا جلتا، اعتدال اور نیکی آپکا شعار ہے، آپنے علمی تحقیقات کے سلسلہ میں مشکوٰۃ المصابیح پر حاشیہ بھی تحریر کیا ہے جو نہایت عمدہ اور قیمتی تحقیقات پر مشتمل ہے اور طبع ہو چکا ہے۔ حضرت مولانا حسین علیؒ کے بعض منتسبین اپنے مزاجی تشدد کی وجہ سے بعض مسائل میں تشدد کا پہلو اختیار کرتے ہیں، ان حضرات کو ان اکابر کے طرزِ عمل کو سامنے رکھنا چاہیئے کیونکہ بہر حال انہوں نے علم وسلوک دونوں میدانوں میں حضرت مولانا حسین علیؒ سے زیادہ ہی استفادہ کیا ہے اور انکی بات ہی قابلِ استناد ہو سکتی ہے۔

استاذ العلماء حضرت مولانا ولی اللہ صاحب انہی والے

یہ بابا صاحب کے خویش اور ان کے صحیح جانشین ہیں عرصہ تک تعلیم دیتے رہے ہیں، اب امراض کے ہجوم کی وجہ سے ضعیف و کمزور ہو چکے ہیں ان کے شاگرد بھی لاتعداد ہیں یہ بھی ذاکر شاکر اور خدا یاد انسان ہیں، ان کا روحانی تعلق بھی حضرت مولانا حسین علیؒ کے ساتھ ہے۔

حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحبؒ قلعہ دیدار سنگھ والے

دارالعلوم دیوبند کے فاضل، نیک طبع متقی عالم تھے، پڑھاتے بھی رہے ہیں اور زیادہ تر تبلیغ و اصلاح کا کام کرتے رہے ہیں، گوجرانوالہ کے اطراف میں آپ نے بہت کام کیا ہے بےشمار لوگوں کے عقائد کی اصلاح آپ کے ہاتھ پر ہوئی ہے نہایت خوش پوش اور ذاکر شاکر عالم دین تھے، حضرت مولانا حسین علیؒ سے بہت زیادہ استفادہ کیا تھا تصوف و سلوک کے مقامات سے واقف تھے توحید و سنت کی تبلیغ میں شدید انہماک تھا اہل بدعت کے خلاف متعدد رسائل بھی تصنیف فرمائے ہیں مسئلہ حاضر و ناظر و مسئلہ علم غیب اور بعض دیگر مسائل پر بھی رسائل لکھے ہیں۔ غیر مقلدین حضرات کی غلط بیانیوں اور زیادتیوں سے متاثر ہو کر فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ پر اور اسی طرح نماز کے متعلق صلوٰۃ الرسول وغیرہ بہت قیمتی رسائل لکھے ہیں، وعظ بڑا مؤثر اور پُرمغز فرماتے تھے قرآن کریم کے درس میں بلا کی روانی تھی، آپ حضرت مولانا حسین علیؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے مسئلہ حیات النبی میں علماء دیوبند کے طرفدار تھے، چنانچہ ایک دفعہ ہمارے سامنے کی بات ہے کہ حدیث سماع کا ذکر تھا یعنی حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کہ "من صلی عند قبری سمعتہ ومن صلی نائیا ابلغتہ" تو قاضی صاحب مرحوم فرمانے لگے کہ جس حدیث کے بارہ میں ملا علی قاریؒ، حافظ ابن القیمؒ، امام ابن تیمیہؒ اور سخاویؒ اور حافظ ابن حجرؒ جیسے بزرگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ صحیح ہے اگر ہم کہیں کہ یہ صحیح نہیں تو کوئی دانشمندی کی بات نہ ہوگی۔" اور اسی طرح آپ نے صاف الفاظ میں یہ فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی قبر مبارک میں حیات حاصل ہے، ایسی حیات کہ جس سے اپنی قبر کے پاس صلوٰۃ و سلام سنتے ہیں، باقی کیفیت کا ہمیں علم نہیں نہ اس کی کیفیت کے معلوم کرنے کے ہم مکلف ہیں۔"

حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب درخواستی دامت برکاتہم

عجیب شخصیت ہے، اسلاف کا سچا نمونہ ہے، آپ کی بابرکت مجلس ہر وقت ایک دریائے فیضان

ہے نہایت متقی، رقیق القلب، فیاض، اور خدا پرست انسان ہیں، حافظ خدا نے غضب کا دیا ہے ہزاروں احادیث نبویہ اور ارشادات صحابہ وردِ زبان ہیں آپکے وعظ اور درس میں بڑی تاثیر ہوتی ہے اور وہ دلوں میں روحانیت کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ خانپور میں ایک نہایت بڑے مدرسہ کے سرپرست ہیں اور ہر سال رماہ شعبان و رمضان میں، سینکڑوں طلباء کو قرآن کریم کی تفسیر و ترجمہ سے سیراب کرتے ہیں، طلبہ ڈھائی تین صد سے کم نہیں ہوتے بلکہ بعض اوقات چار صد تک بھی تعداد پہنچ جاتی ہے آپ حضرت لاہوریؒ کے بعد ہدایت وارشاد میں علماء حق کا ملجا و ماوی ہیں خداوند کریم آپ کی زندگی میں برکت عطا فرمائے، آپ اگرچہ مرید اور خلیفہ حضرت دین پوریؒ کے ہیں۔ لیکن آپنے خود ایک دفعہ فرمایا تھا کہ قرآن کریم کے استفادہ کے لئے میں حضرت مولانا حسین علیؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا تھا کچھ عرصہ استفادہ کرنے کے بعد جب میں واپس آرہا تھا تو مولاناؒ تقریباً نصف میل تک میرے ساتھ رخصت کرنے کے لئے آئے تھے"

قرآن کریم کی تعلیم کا ایک خاص ڈھنگ ہے جو "ولی اللہی" طریقہ سے زیادہ مشابہ ہے آپ کو حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ سے بھی تلمذ حاصل ہے، جب آپ تعلیم سے فارغ ہوئے تو حضرت مولانا غلام محمد دین پوریؒ نے جو اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے اپنی دستار مبارک حضرت مولانا عبداللہ درخواستی کے سر پر رکھدی اور فرمایا کہ آپکے لئے ریاضت اور چلہ کشی یہی ہے کہ آپ قرآن و حدیث کی خدمت کرتے رہیں بس اس وقت سے لے کر آج تک مولانا درخواستی کا یہی دستور ہے قرآن و حدیث کی تعلیمات سے ایک عالم کو سیراب کیا اور کر رہے ہیں، مغربی و مشرقی پاکستان کے علاوہ افغانستان اور جزائر شرق الہند برما و رنگون تک آپکے شاگرد اور منتسبین پھیلے ہوئے ہیں۔

حضرت مولانا عبداللہ صاحب شجاع آبادی

آپ بھی اکابر علماء میں سے ہیں۔ آپ بھی ہر سال قرآن کریم کا درس شعبان اور رمضان میں دیتے ہیں بہت سے لوگ آپ سے استفادہ کرتے ہیں بڑے صاحبِ علم ہیں بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں مستدلات الحنفیہ علم حدیث میں ان کی کتاب ہے بڑے نیک طبع اور متقی عالم ہیں مولانا غلام نبی صاحب اپنے مکتوب میں فرماتے ہیں کہ "مولانا محمد عبداللہ صاحب شجاع آبادی نے فرمایا کہ میں جب حضرت مولانا حسین علیؒ کی خدمت میں سلوک کی تکمیل اور اجازت کے لئے حاضر ہوا۔ تو

آپ نے فرمایا کہ پہلے قرآن شریف پڑھو پھر سلوک کی اجازت دونگا"۔

مولانا غلام نبی صاحب

ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ "بندہ کا تعلق حضرت مولانا حسین علیؒ سے ۱۹۲۱ء سے ہے جب کہ میں اس وقت ابتدائی فارسی کی کتابیں پڑھتا تھا پھر میرا خیال انہی میں جا کر تعلیم حاصل کرنے کا ہُوا تو میں حضرتؒ کی خدمت میں سفارشی خط لکھوانے کے لئے حاضر ہُوا حضرت نے فرمایا کہ میاں طالب علم! وہ پڑھاتے ہیں اور آپ پڑھنا چاہتے ہیں سفارش کی کیا ضرورت ہے میں نے عرض کیا کہ حضرت ٹھیک ہے لیکن میں اب حاضر ہوگیا ہوں کچھ تحریر فرماویں، آپ نے فرمایا اچھا چنانچہ ایک رقعہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب انہی والےؒ کے نام تحریر فرمادیا، اس رقعہ میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ میں اب سرہند شریف جا رہا ہوں واپسی پر منڈی بہاؤالدین کے راستے آؤنگا، اور آپکے پاس پہنچوں گا اور اس رقعہ میں باباصاحبؒ کی طرف یہ ایک شعر بھی لکھا تھا ؎

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی — بیاد آر حریفانِ بادہ پیما را!

یہ شعر مجھے اسی وقت سے یاد ہے یہ میرا ابتدائی تعلیمی دور تھا، اس کے بعد جب ۱۹۲۷ء میں فارغ التحصیل ہُوا تو پھر آپ کی خدمت میں دورہ قرآن کریم کے لئے حاضر ہُوا اور بعض کتابوں کے کچھ حصص بھی آپ سے پڑھے جن میں مثنوی شریف کا کچھ حصہ مسلم شریف اور ترمذی شریف کے بعض مقامات تھے، پھر میں آپ سے بیعت ہُوا اور معاشی ضروریات کی بنا پر میں سکول میں ملازم ہوگیا، موسم گرما اور سرما کی تعطیلات کے زمانہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا تھا، آپ نہایت توجہ اور شفقت فرماتے تھے بہت سے علمی مسائل میں آپ سے تسلی ہوتی تھی، اس وقت آپ کا قد مبارک بالکل سیدھا تھا صحت بہت اچھی تھی، لباس صاف اور شستہ ہوتا تھا، تبلیغی دورے اور وعظ بھی اکثر ہوتے تھے، ایک دفعہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے آپ حدیث اور تصوف و سلوک کی سب کتب کی اجازت فرمائیں یہ دن کا ابتدائی وقت تھا، آپ خاموش رہے مجھے دل میں افسوس ہُوا کہ شاید میں نے بے جا سوال کیا ہے اور ایک ولی اللہ کے دل کو ناگوار گذرا، میں واپس گھر آنے کو تیار تھا جب ظہر کا وقت ہُوا، تو آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ مولوی صاحب! آپ کو حدیث و تفسیر کی تمام کتب کی اجازت ہے اور حضرات کی تمام کتب کی اجازت ہے، شریعت کے موافق عمل کرنا"۔ یہ آخری فقرہ آپ نے آبدیدہ ہو کر ایسے لہجہ میں فرمایا کہ میرے

دل میں بھی رقت طاری ہوگئی رہیں نے اکثر آپ سے سنا ہے کہ آپ نہایت ہی ورد آمیز لہجے سے قرآن کریم کی وہ آیات تلاوت فرماتے تھے، جن میں توحید کا ذکر ہے اور پھر آپ پر گریہ طاری ہو جاتا تھا، آپ عاشق قرآن اور فنا فی التوحید تھے۔" مولانا غلام نبی صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے استاذ مولانا نجم الدین صاحب مرحوم جو اورنٹیل کالج کے پروفیسر تھے، انہوں نے اپنا واقعہ سنایا کہ میں اور مولوی نور الحق صاحب ۱۹۱۳ء میں پہلے تاریخ لے کر حضرت مولانا حسین علیؒ کی خدمت میں گئے تھے لیکن ہم کچھ دیر سے پہنچے، جب واں بھچراں سٹیشن پر آئے تو اتفاقاً حضرت مولانا حسین علیؒ "دریا خان" کا ٹکٹ لے کر گاڑی پر سوار تھے ہم پہنچ گئے، آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ گاڑی پر آجائیں صاحبزادہ محمد سراج الدین صاحب دریا خان تشریف لائے ہیں، میں ان سے ملاقات کے لئے جا رہا ہوں، چنانچہ آپ نے ہمارا کرایہ ادا کیا اور ہم بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور آپ نے قرآن کریم کے بیان کا سلسلہ شروع کر دیا اور ابتداء سے لیکر ۱۳ پارے تک کا خلاصہ ہم کو اپنے خاص طرز میں دریا خان تک پہنچنے میں سنا دیا اور پھر اصرار کیا کہ وقت نکال کر ضرور آئیں اور تمام قرآن کریم اس طرح پڑھ جائیں"۔

مولانا محمد طاہر صاحب پنج پیروالے

نہایت ہی ذہین اور طباع قسم کے عالم ہیں دار العلوم دیوبند کے فاضل ہیں اور دورۂ حدیث آپ نے حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ سے پڑھا ہے، اس کے علاوہ آپ کو حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ سے بھی تلمذ ہے اور آپ حضرت مولانا حسین علیؒ کے بھی شاگرد ہیں، آپ نے اپنے متعلق ایک مکتوب میں تحریر کیا ہے کہ "بندہ نے حضرت مولانا حسین علیؒ کی خدمت میں پانچ سال گذارے تھے، اور آپ سے حدیث، تصوف اور ہدایہ پڑھا تھا"۔ آپ متعدد تصانیف کے مصنف بھی ہیں جو اہل بدعت کی تردید میں آپ نے لکھی ہیں، آپ کے پاس بھی قرآن کریم کا ترجمہ پڑھنے والوں کا ایک بڑا حلقہ ہوتا ہے، انگریز کے زمانہ میں آپ جمعیت علماء ہند کے رکن تھے اور انگریز کے خلاف جد و جہد کرنے والے حضرات کی صف میں تھے تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ تجارت بھی کرتے ہیں بعض مسائل میں آپ کی تحقیقات اور طرز روش فی الجملہ تشدد پسندانہ ہے جس کی وجہ سے تلامذہ کے اذہان پر تیزی کا غلبہ ہو جاتا ہے اور پھر حدود اعتدال کو قائم نہیں رکھ سکتے اور ابتلاء و تشتت کا باعث بن جاتے ہیں۔ کاش اگر یہ لوگ اکابر کی روش کو ترک نہ کرتے تو کیا اچھا ہوتا۔

مولانا قاضی غلام مصطفیٰ صاحب مرجانی

آپ اچھے عالم عربی ادب کے ماہر اور حدیث میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی کے شاگرد ہیں مرنجان ومرنج قسم کے نیک دل عالم ہیں اور آپ بھی حضرت مولانا حسین علیؒ کے مرید ہیں۔

مولانا قاضی شمس الدین صاحب

آپ بڑے جید عالم ہیں علوم درسیہ پر بڑا عبور حاصل ہے، دار العلوم دیو بند کے پرانے فضلاء میں سے ہیں حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ کے شاگرد ہیں آپ حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب کے برادر خورد ہیں، تحصیل علوم کے بعد آپ تقریباً ۱۸ سال ننگ پنڈی گھیسب میں تدریس کرتے رہے ہیں یہ زمانہ آپ کی زندگی اور علم کی خدمت کا زرین زمانہ ہے، اس کے بعد تھوڑا سا عرصہ آپ دار العلوم دیو بند میں بھی مدرس رہے ہیں اور پھر لائل پور اشاعۃ العلوم میں کچھ عرصہ تدریس کرتے رہے ہیں پھر گوجرانوالہ میں آگئے اور ابتداءً انوار العلوم میں تدریس کی پھر احیاء العلوم کے نام سے ایک مدرسہ جاری کیا چند دن وہاں کام کرتے رہے پھر کچھ عرصہ مدرسہ نصرۃ العلوم میں شیخ الحدیث رہے یہاں سے پھر انوار العلوم اور کبھی اشرف العلوم میں آخر کار خود اپنا الگ مدرسہ صدیقیہ قائم کیا اور اب اس میں حدیث پڑھاتے ہیں، متبحر عالم ہیں لیکن مزاج میں حدت اور شدت بہت ہے، اس لئے ہر جگہ بس ایک سے

میخانہ ازل میں جہانِ خراب میں　　　ٹھہرا گیا نہ ایک جگہ اضطراب میں

کا نمونہ ہیں یا پھر سے

طوف حرم میں یا سرِ کوئے بتاں رہے　　　اک برق اضطراب رہے ہیں ہم جہاں رہے

صرف نحو، فقہ، حدیث اور منطق میں اچھا درک رکھتے ہیں اور کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ تعلیقات بخاری بنام الہام الباری (عربی)، اور غایۃ المامول شرح عبد الرسول (اردو) قرآن کریم کی ایک تفسیر بھی آپ نے لکھی ہے جس کی پہلی جلد طبع ہو چکی ہے جس کا نام تیسیر الرحمٰن بتفسیر القرآن ہے اگر یہ مکمل شائع ہو جاتی تو اچھا تھا جہاں تک علمی نکات اور ربط وغیرہ کا تعلق ہے قابل قدر ہے، لیکن اس میں ایک عظیم نقص ہے وہ یہ کہ زبان آج سے تقریباً دو سو سال قبل کی استعمال کی گئی ہے بالفاظ دیگر "ملا رموزی" کی گلابی اردو میں لکھی گئی ہے جس سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ قطعاً استفادہ نہیں کر سکتا، قاضی صاحب کے مزاج میں شدت وحدت کے ساتھ ساتھ تعلی وجذباتیت بھی حد درجہ

کی ہے جب مسئلہ حیات النبیؐ چھڑا تو قاضی صاحب نے یکے بعد دیگرے دو کتابیں لکھدیں القول الجلی اور مسالک العلماء جن میں قاضی صاحب کی جذباتیت اور خودی بہت زیادہ نمایاں ہے۔ آپ مدرس ہونے کے علاوہ مناظر بھی ہیں۔ کاش کہ قاضی صاحب کو خدا نے جتنا علم و فضل دیا ہے اگر ان کا حوصلہ اور حلم بھی اتنا ہوتا، تو یقیناً بہت زیادہ لوگ آپ سے استفادہ کرتے غیر غنیمت ہے ایسے حضرات کا وجود بھی، قاضی صاحب خود اپنی تحریر میں فرماتے ہیں کہ "احقر ۲ ۱ برس تک آنحضرت مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا اور ترجمۂ قرآن کریم، سراجی، درالمعارف اور کچھ حصہ صحیح مسلم کا اور کچھ حصہ مثنوی مولانا رومؒ کا آنحضرت مرحوم کے یہاں پڑھا"

حضرت حافظ شاہ نور محمد صاحب مرحوم کشمیر

یہ بھی حضرت مولانا حسین علیؒ کے خاص شاگرد اور خلیفہ تھے، حضرت کے لنگر خانہ کا انتظام بھی ان کے سپرد تھا۔ بہت عرصہ تک حضرت کی خدمت میں رہ کر فیض حاصل کرتے رہے ایک دفعہ یہ اپنے گھر چلے گئے، چند دنوں کے بعد پھر واپس آگئے حضرت کی خدمت میں اور کہنے لگے کہ گھر گیا تو ایسا معلوم ہوا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے بعد ہوگیا ہے اس وحشت کو برداشت نہ کر سکا، اس لئے پھر حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوگیا ہوں تاکہ سکون حاصل ہو۔

حضرت مولانا عبدالہادی صاحب المعروف" بملاکو کا صاحب"

شاہ منصور میں رہتے ہیں، بڑے نیک طبع اور متقی، صالح آدمی ہیں یہ بھی حضرت مولانا حسین علیؒ سے مستفید ہونے والے لوگوں میں سے ہیں ان کے پاس بھی ہر سال قرآن کریم پڑھنے والوں کی ایک بڑی تعداد جمع ہوتی ہے، بہت عمدہ طریق پر قرآن کریم پڑھاتے ہیں، مزاج میں نرمی ہے مسائل کی تحقیق و تبیین علماء دیوبند کی طرح فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب المعروف بہ "شیخ القرآن"

آپ نامور اور جید علماء میں سے ہیں۔ عرصہ تک تدریس کرتے رہے ہیں، فنون کی کتابیں مستحضر ہیں حضرت مولانا حسین علیؒ کے شاگرد اور مرید ہیں مسئلہ توحید کے بیان کرنے میں پورے ملک میں شہرت رکھتے ہیں بلغۃ الحیران انہی کی جمع کی ہوئی ہے، بڑے ذہین اور ہوشیار آدمی ہیں، مزاج میں شدت بھی بہت ہے اور کچھ مخالفین کی ناجائز باتوں سے شدت میں مزید اضافہ ہوگیا ہے اڑے

مقرر اور صاحبِ طرز واعظ ہیں، قرآن کریم ایک خاص طرز سے پڑھتے ہیں آواز بھی بلند اور صاف ہے، وعظ موثر ہوتا ہے بڑے مستعد ورکر ہیں، ان کے پاس قرآن کریم پڑھنے والوں کا بہت اجتماع ہوتا ہے۔ ڈابھیل کے زمانۂ قیام میں حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ سے حدیث پڑھی ہے، فنونِ آلہی والے بابا صاحبؒ سے پڑھے ہیں، ہر طرح اپنے مقصد میں کامیاب ہیں۔

حضرت مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری

بڑے جید کثیر المطالعہ وسیع المعلومات، قدیم وجدید علوم پر عبور رکھنے والے بڑے سمجھدار علماء میں سے ہیں، حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد ہیں، عرصہ تک مجلس علمی ڈابھیل میں سیکرٹری رہے ہیں، آپ حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ کے داماد ہیں، قرآن کریم آپ نے حضرت مولانا حسین علیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر پڑھا اور ان سے بیعت بھی ہوئے، آجکل بخاری شریف کی اردو زبان میں انوار الباری شرح صحیح البخاری لکھ رہے ہیں جو اردو زبان میں بخاری کی بے مثال شرح ہے، مذہب احناف کے ساتھ غالی لوگوں نے جو زیادتیاں کی ہیں، اس شرح میں مکمل طور پر ان کا جائزہ لیا گیا ہے، خدا کرے کہ یہ عوام وخواص دونوں کے لئے مفید شرح پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے اگر یہ شرح مکمل ہو گئی تو مصنف کا اہل حق پر بڑا احسان ہوگا، اس شرح کی خاص اہمیت اس لئے ہے کہ اس میں اکابر علماء دیوبند کے علوم آ گئے ہیں اور خاص طور پر حضرت مولانا انور شاہؒ صاحب کے افادات تو مکمل طریق پر درج ہیں، زبان نہایت عمدہ اور سلیس ہے، جس کی زمانۂ حال میں اشد ضرورت ہے، مولانا سید احمد رضا خود فرماتے ہیں کہ "دار العلوم سے فراغت کے بعد بیعت سلوک کی طرف رجحان ہوا، حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ سے استشارہ کیا کہ کس سے بیعت ہوں تو حضرتؒ نے شیخ وقت مولانا حسین علی میانوالی قدس سرہٗ کا مشورہ دیا۔ احقر ان کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوا اور تا حینِ حیات استفادات کرتا رہا چند سال قبل حضرت شیخ ومرشد مولانا عبد اللہ شاہ صاحب (خلیفہ حضرت مولانا احمد خان صاحبؒ کندیاں ضلع میانوالی) سے پہلے ذریعہ مکاتبت اور پھر سرہند شریف میں بوقت زیارت مشافہۃً شرف بیعت حاصل کیا۔ آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کے جانشین حضرت شیخ ومرشد مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم سے پہلے ذریعہ مکاتبت پھر دیوبند میں تشریف آوری کے وقت بالمشافہ بیعت

مشرف فرمایا واللہ الموفق لما یحب ویرضیٰ (مقدمہ انوار الباری جلد ۲ صـ ۲۸۱) اسی طرح ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ راقم الحروف کو بھی حضرت الاستاذ شاہ صاحب قدس سرہ کے ارشاد پر آپ کی خدمت میں حاضری، بیعت اور ۲۲-۲۳ روز قیام کر کے قرآن کریم کا مکمل ترجمہ پڑھنے اور دوسرے استفادات کا شرف حاصل ہوا ہے طلبہ اور مسترشدین پر حد درجہ شفیق تھے راقم الحروف نے آپ کے تفسیری فوائد قلمبند کئے تھے اور ملفوظات گرامی بھی ایک روز بعد عشاء طلبہ حدیث کا مطالعہ کر رہے تھے دفع سبابہ کے مسئلہ میں ایک طالب علم سے میری بحث ہو گئی اور العرف الشذی سے میں نے استدلال کیا، اسی اثناء میں حضرتؒ بھی تشریف لے آئے اور ہماری بحث میں بے تکلف شریک ہو گئے میں بدستور رفع کے دلائل پیش کرتا رہا اور حضرتؒ اس طالب علم کی امداد کرتے رہے اور اصلاً کسی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا، حضرتؒ کی اس سادگی و شفقت کا جب کبھی خیال آجاتا ہے تو بڑی ندامت ہوتی ہے کہ ایسی جرأت کیوں کی تھی جب تک رہا حضرت خصوصی شفقت فرماتے رہے کھانے کا بھی خاص اہتمام فرمایا تھا رخصت کے وقت بستی سے کچھ دور تک تشریف لائے اور اجازت بیعت بھی مرحمت فرمائی، مکاتبت سے بھی ہمیشہ مشرف فرماتے رہے (مقدمہ انوار الباری جلد ۲ صـ ۲۶۹)

مولانا سید احمد حسین شاہ صاحب سجاد بخاری

فاضل دار العلوم دیوبند اور فاضل دار المبلغین لکھنؤ ہیں۔ بڑے سمجھدار اور معتدل مزاج اچھے لکھنے والے لوگوں میں سے ہیں ماہنامہ تعلیم القرآن کے مدیر ہیں اور آج کل تفسیر جواہر القرآن مرتب کر رہے ہیں، تفسیر بڑے عمدہ طریق پر مرتب کر رہے ہیں۔ لیکن بعض باتیں اس میں شاذ قسم کی ہیں، بڑی خرابی یہ ہے کہ خلط ملط کر دیا ہے ترجمہ شیخ الہند کا لے لیا۔ فوائد موضح القرآن شاہ عبد القادر صاحبؒ اور مقدمہ مع فوائد فتح الرحمٰن شاہ ولی اللہؒ کا لیا ہے، اس طرح مولانا حسین علیؒ کے طرز فکر کو الگ طور پر سمجھنا مشکل ہو گا۔ بہت سی باتیں تفسیر میں مولانا غلام اللہ خان صاحب اور احمد حسین شاہ صاحب نے اپنی طرف سے بیان کی ہیں جن کا حضرت مولانا حسین علیؒ کی طرف انتساب واقعہ کے خلاف ہو گا سجاد صاحب، حضرت مولانا حسین علیؒ کے مریدین میں سے ہیں۔

مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجرات

جیسا کہ پہلے مولانا قاضی شمس الدین صاحب کی تحریر کے حوالہ سے گذر چکا ہے کہ حضرت

مولانا حسین علیؒ کے آخری دور کے متوسلین میں سے مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجرات والے بھی ہیں، ان کو حضرتؒ سے کچھ زیادہ استفادہ کا موقعہ نہیں مل سکا۔ بڑے ذہین اور خوش آوازہ ہیں مقرر اور واعظ بھی بڑے درجہ کے ہیں، برِ صغیر کی تقسیم سے قبل مجلس احرارِ اسلام کے ساتھ وابستہ رہے ہیں۔ اور بڑی سرگرمی سے کام کرتے رہے ہیں، ایک زمانہ میں صوبہ پنجاب کی مجلسِ احرار اسلام کے صدر رہ چکے ہیں آخر میں کچھ اندرونی اختلافات کی بنا پر مجلس سے کنارہ کش ہو گئے کم و بیش ربع صدی سے گجرات کالری دروازہ کی جامع مسجد کے خطیب ہیں، تبلیغ میں بڑا انہماک ہے، اہلِ بدعت کے خلاف ایک دور میں پورے صوبہ میں ان کا طوطی بولتا تھا، بالآخر مسئلہ حیات النبیؐ میں ان کے بے جا اصرار نے ان کے وقار کو بہت کچھ کم کر دیا ہے۔ شاہ صاحب جس درجہ کے ذہین اور اپنے اعمال و کردار میں متوازن معلوم ہوتے تھے، اتنا ہی خلافِ توقع انہوں نے ایک ایسے مسئلہ میں اس قدر شدت سے اختلاف کیا جس کی قطعاً توقع نہ تھی ایک ایسا مسئلہ جس پر تقریباً تمام جماعت علماء دیوبند کا اتفاق چلا آرہا تھا اور کسی قسم کا شبہ اس مسئلہ میں پیدا نہ ہوا تھا اگر شاہ صاحب کی تحقیق میں اس مسئلہ میں انہیں اختلاف پیدا ہو گیا تھا تو انہیں یہ بات ہرگز مناسب نہ تھی کہ وہ اس مسئلہ کو سٹیج پر لا کر دیوبندی جماعت میں تفریق و انتشار کا باعث بنتے، مسائل کی تحقیق میں اختلاف علماء میں ہر زمانہ میں ہوا ہے اور ہوتا رہیگا۔ کوئی عیب کی بات نہیں بلکہ قباحت اس میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں ادعا کیا جائے کہ بس جو بات میری سمجھ میں آگئی ہے، حق وہی ہے اور دوسرا باطل پر ہیں کیا یہ مسئلہ اپنی جگہ مشہور بین الانام نہیں کہ سماعِ موتیٰ کے بارہ میں حضرات صحابہ کرامؓ سے لے کر امت کے اندر دونوں قسم کے خیالات پائے جاتے ہیں، کسی نے سماع اموات کا اعتقاد رکھا اور کسی نے انکار کیا لیکن دوسرے اعتقاد والے کو گمراہ اور بدعقیدہ نہیں کہا، مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ شاہ صاحب قائلینِ سماع کو ابوجہل کا ٹبر تک اپنی تقریروں میں کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے اک زمانہ تک قرآن کریم کی وہ آیات جن کو شاہ صاحب اہل بدعت اور مشرکینِ دورِ حاضر کے خلاف پیش کرتے تھے اب وہی آیات عقیدہ حیات النبیؐ کو ماننے والوں اور سماع موتیٰ کے قائلین کے خلاف چسپاں کرتے ہیں کیا یہ انتہا پسندی نہیں؟ سماع موتیٰ کے قائل تو حضرت عمرؓ اور عبداللہ بن عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابہ بھی ہیں اور امت کے بہت سے جلیل القدر ائمہ دین بھی ہیں بلکہ جمہور ائمہ کرامؒ سماع موتیٰ کے قائل ہیں کیا یہ سب ابوجہل کا ٹبر ہے؟ یہ باتیں اگر کسی اور

آدمی سے سرزد ہوتیں تو شاید وہ درخورِ اعتناء خیال نہ کیا جاتا لیکن ایک ایسا عالمِ دین جس کو بڑے بڑے اکابر سے شرفِ تلمذ حاصل ہو جیسا کہ مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کو حضرت مولانا سید انور شاہ صاحبؒ سے اور مولانا مفتی مہدی حسن صاحب اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے تلمذ حاصل ہے، اگر مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کا المہندؔ جس کو مرتب کرنے والے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ ہیں اور جس پر حضرت شیخ الہندؒ سے لے کر حضرت مفتی کفایت اللہؒ تک تمام ذمہ دار حضرات کے دستخط موجود ہیں، اس پر اطمینان نہیں تھا تو اس کے اظہار کی یہ صورت تو کسی طرح بھی اچھی نہیں تھی اگر شاہ صاحب کا یہ اختلاف نفسانیت اور ضد کی وجہ سے نہیں تو پھر بڑے افسوس کا مقام ہے کہ اس کو اس قدر ایمان اور کفر کا مدار بنا کر سٹیج پر پیش کیا گیا اور جماعت کے عظیم کام میں رخنہ اندازی کی گئی، کیا اچھا ہوتا اگر شاہ صاحب اپنی ان تحقیقات کو اپنے پاس رکھتے اور اس پر ایسا بے جا اصرار نہ کرتے ہمارے خیال میں تمام اکابر خواہ وہ مولانا حسین علیؒ یا مولانا حسین احمد مدنیؒ یا مولانا اشرف علی تھانویؒ ہوں یا مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ، مولانا نانوتویؒ، مولانا گنگوہیؒ، مولانا مفتی کفایت اللہؒ، مولانا خلیل احمدؒ اور مولانا احمد علی لاہوریؒ ہوں، یہ تمام حضرات کتاب اللہ اور سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مستفید ہونے والے تھے اور حضرات صحابہؓ تابعین اور ائمہ دین کے نقشِ قدم پر تھے اور سب اہلِ حق میں سے ہیں، ان کا بعض مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف بھی ہوا ہے اور ہو سکتا ہے لیکن کیا یہ اس اختلاف کی بنا پر اس حد تک چلے جائیں کہ دوسرے کو اہلِ باطل اور اہلِ بدعت کے زمرہ میں شامل کر دیں۔ العیاذ باللہ ۔

بادۂ ساغرت از خونِ دلِ یاراں است!

وائے غیرا اگر ایں اجرِ وفاداراں است!

حضرت مولانا عبد الواحد صاحب خطیب جامع مسجد گوجرانوالہ

بڑے ذہین اور سمجھدار علماء میں سے ہیں بہت معاملہ فہم اور زیرک ہیں، حدیث حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ سے ان کے ڈابھیل میں قیام کے زمانہ میں پڑھی، حضرت مولانا عبد العزیز صاحبؒ کے داماد اور بھتیجے ہیں، کافی عرصہ تک تدریس کرتے رہے ہیں، اب زیادہ تر تبلیغی جماعت میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ جمعیۃ علماء اسلام کے ناظم بھی رہے ہیں تقسیم سے قبل جمعیۃ علماء ہند کے صوبہ پنجاب کے ناظم

بھی رہے ہیں، تقسیم سے قبل جمعیۃ علماء ہند کے صوبہ پنجاب کے ناظم تھے، بڑی سلجھی ہوئی طبیعت کے مالک ہیں اور حضرت مولانا حسین علیؒ سے مستفید ہونے والے لوگوں میں سے ہیں۔

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر

آپ حضرت مولانا حسین علیؒ کے آخری ایام میں ان سے بیعت ہوئے اور روحانی فیض حاصل کیا۔ آپ پاکستان کے چند گنے چنے علماء میں سے ایک ہیں دار العلوم دیوبند کے فاضل ہیں، نہایت ذہین اور طباع ہیں، ربع صدی سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے کہ آپ دین کی بڑے وسیع پیمانہ پر خدمت کر رہے ہیں، آپ تقریباً تیس سے زیادہ کتابوں کے مصنف ہیں، فرق باطلہ کے مقابلہ میں آپ کا قلم خدائی تلوار کا کام کرتا ہے اور آپ کی زبان علماء دیوبند کی ترجمان ہے، آپ بڑے محقق ہیں، آپ کی کتابوں سے پاکستان و ہندوستان میں لاکھوں انسانوں نے فائدہ اٹھایا ہے اور بہت سے گمراہ لوگ ان کتابوں کو پڑھ کر راہِ راست پر آئے ہیں۔ آپ ۱۲ سال سے مدرسہ نصرۃ العلوم میں پڑھا رہے ہیں اور اب شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں، آپ تقریباً ربع صدی سے زائد عرصہ ہو چکا ہے کہ گورنمنٹ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ گکھڑ میں قرآن کریم کا درس دیتے ہیں جس سے اب تک کئی ہزار ٹریننگ حاصل کرنے والے ٹیچر حضرات مستفید ہو چکے ہیں۔ جامع مسجد گکھڑ میں خطابت کی ذمہ داری بھی آپ کے سر ہے اور قرآن کریم کا درس بھی پابندی سے دیتے ہیں، پورے علاقہ میں اصلاحی کام ہوا ہے، آپ علم حدیث، تفسیر، فقہ، اسماء الرجال اور نقد حدیث میں مہارت تامہ رکھتے ہیں فتویٰ نویسی کا کام بھی کرتے ہیں۔ پاک و ہند کے اکابر علماء اور اساتذہ نے آپ کے علمی اور تحقیقاتی کاموں کی بےحد توصیف و تعریف کی ہے اور داد و تحسین و آفرین دی ہے اور آپ کی تصانیف پر تقریظات لکھی ہیں و کفیٰ بذالك فخرا۔ تدریس کے سلسلہ میں بھی آپ کے شاگردوں اور تلامذہ، بلاواسطہ اور بالواسطہ کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے، مزاج میں اعتدال ہے، وعظ و تقریر بھی کرتے ہیں اور لوگوں کے اصرار پر باوجود بیمار ہونے کے دور کا سفر کرتے ہیں اور کسی کی دل شکنی گوارا نہیں کرتے۔

یہ چند ایک علماء کا ہم نے ذکر کیا ہے جنہوں نے حضرت مولانا حسین علیؒ سے استفادہ کیا ہے۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے مشاہیر اور غیر مشاہیر علماء ہیں جنہوں نے حضرت سے استفادہ کیا ہے ہم ان کے حالات سے باخبر نہیں۔ یہ صرف حضرت مولانا حسین علی نور اللہ مرقدہٗ

کی علمی اور روحانی جدوجہد کے سلسلہ میں چند بزرگوں کا ذکر کر دیا ہے۔

عادات وخصائل

حضرت مولانا حسین علیؒ خدا پرست انسان تھے جن کی زندگی انتہائی سادہ اور اعمال حسنہ سے معمور تھی تعلیم و تدریس اور تبلیغ و اصلاح ان کی زندگی کا خاص کارنامہ ہے، حضرت کم گو تھے، انجمن میں بھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ محو مناجات ہیں، اخلاص کا پیکر تھے اور فنا فی التوحید تھے، مولانا قاضی شمس الدین صاحب اپنی ایک تحریر میں لکھتے ہیں کہ "حضرت مرحوم بڑے لمبے قدو قامت کے انسان تھے، رنگ گندمی سفیدی مائل، چہرہ مدور، سر میانہ ہاتھ، پاؤں خوب کھلے، متواضع، سادہ دیسی لباس پہنتے پگڑی بڑی باندھتے، سخی النفس، دنیاداروں سے دور اور علماء، طلباء اور غرباء کے قریب رہتے اگر کوئی عالم آجاتا تو کبھی کبھار اس کے لئے مرغا ذبح کر دیتے، واپسی پر اسٹیشن تک گھوڑی بھی گاہ بگاہ دیتے اکثر اوقات تعلیم و تدریس، تذکیر، مراقبہ، اذکار میں مشغول رہتے، عشاء کی نماز بڑی تاخیر سے پڑھتے اور معاً اندرون خانہ تشریف لے جاتے اور صبح کی سنت اندرون خانہ پڑھ کر آتے تھے، اگر کوئی دنیادار آدمی آجاتا تو آپ کی طبیعت اسے دیکھتے ہی پریشان ہو جاتی اس کی معروضات سن کر مناسب جواب دے کر فرماتے، اچھا رخصت، کبھی جمعہ کے روز والدین کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے جاتے اپنے خانگی کام یہاں تک کہ اینٹ گارے کا کام اور فصلوں کی کٹائی کا کام بھی اپنے ہاتھ سے کرتے گو اس میں خدام اور مریدین بھی شریک کار ہوتے کبھی پابرہنہ بھی چلتے تھے، کھانا بہت کم اور معمولی درجہ کا کھاتے تھے، احادیث کے بڑے مشکل مقامات دو چار لفظوں میں حل کر دیتے تھے کشف و کرامات تو ان کے بعض متوسلین بھی رکھتے تھے۔" حضرتؒ بڑے بابرکت تھے، قاضی نور محمد صاحب مرحوم جب حج پر تشریف لے گئے، تو حضرتؒ نے انکو ایک روپیہ دے کر فرمایا کہ جب اور روپے خرچ ہو جائیں تو آخر میں یہ روپیہ خرچ کرنا وہ روپیہ قاضی صاحبؒ کے بٹوے میں رہتے رہتے سیاہ ہو گیا اور یہ نوبت نہ آئی کہ اور خرچ ہو جاویں اور اسکو خرچ کریں، یہاں تک کہ قاضی صاحبؒ دنیا سے رخصت ہو گئے۔" حضرت مولانا حسین علیؒ بہت بلند روحانیت کے مالک تھے، ایک دفعہ علاج کی غرض سے بڑے شہر میں تشریف لائے اور پھر فرمانے لگے کہ مجھے جلد واپس لے چلو اور اس کے بعد دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا کہ کئی مہینوں کے بعد اصلی حالت عود کر آئی ہے، شہریت کی مسموم

فضا نے آپ کی روحانیت پر اس قدر اثر کیا۔ آپ علماء کا غایت درجہ احترام فرماتے تھے اور طلباء کے ساتھ بے حد شفقت کا سلوک فرماتے تھے طلباء کو روپے صابن اور ضروریات کی اشیاء عنایت فرماتے۔ آپ امراء اور رؤسا کی تعظیم نہ فرماتے تھے۔

آپ کو اویسی طریق پر بھی فیض حاصل تھا جیسا کہ تحفہ ابراہیمیہ کے آخر سے ظاہر ہے آپ میں خدا پرستی، بے نیازی، استغناء توکل کامل درجہ کا پایا جاتا تھا، آپ کی وفات کے قریب آپ کے متوسلین آپکے پاس جمع ہوئے اور جماعت کی تشکیل کے بارہ میں مشورہ کیا، حضرتؒ نے فرمایا کہ میں نے ساری عمر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کام کیا ہے جو شخص لوجہ اللہ کام کرتا ہے وہ اسی طریق پر کرے رسمی باتوں کو میں پسند نہیں کرتا چنانچہ مولانا قاضی شمس الدین صاحب اپنی ایک تحریر میں فرماتے ہیں کہ "حضرت مرحوم کی وفات کے وقت احقر موجود نہ تھا، البتہ اس سے قبل ہم سب جمع ہوئے اور استدعا کی تبلیغ کے لئے لاؤڈ سپیکر خرید لیں، فرمایا کہ ویسے ہی سادہ طریق پر تبلیغ کرو، جب حضرت مرحوم بیمار تھے تو احقر نے عرض کیا کہ آپ کو ایبٹ آباد لے چلیں فرمانے لگے عجیب جگہ بتلائی ہے یہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں لے جانے کا ہے یا ایبٹ آباد، کوہ مری کا" مولانا قاضی شمس الدین صاحب فرماتے ہیں کہ "ایک دن احقر حضرت مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دل میں خیال آیا کہ آج حضرت مرحوم سے کوئی سلوک کا اونچا مسئلہ دریافت کریں قبل اس کے کہ احقر سوال کرتا، حضرتؒ نے "حب صرف" کا مسئلہ بیان کرنا شروع کر دیا، یہ سلوک مجددی میں سب سے اونچا مقام ہوتا ہے"۔ مولانا غلام نبی صاحب اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ "ایک دفعہ میں نے حضرت مولانا حسین علیؒ سے دریافت کیا سرہند شریف جانے کے بارہ میں، آپ نے فرمایا کہ سرہند شریف بہت فیض کا مقام ہے، آپ بھی جایا کریں، چنانچہ ایک دفعہ میں سرہند گیا تو وہاں کے سجادہ نشین محمد صادق صاحب نے کہا کہ حضرت مولانا حسین علیؒ یہاں تشریف لاتے ہیں"۔

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب مرحوم کے ساتھ مناظرہ

مشہور ہے کہ حضرت مولانا حسین علیؒ کا پیر مہر علی شاہ صاحب کے ساتھ مناظرہ ہوا تھا غالباً یہ ۱۹۲۴ء کے لگ بھگ زمانہ میں ہوا تھا، میں نے مختلف حضرات سے اس بارہ میں دریافت کیا لیکن صحیح کیفیت معلوم نہ ہو سکی، البتہ قاضی شمس الدین صاحب فرماتے ہیں کہ "مناظرہ وغیرہ کوئی خاص نہیں ہوا، مسئلہ علم غیب پر

ملک مظفر صاحب کے بنگلہ پر دو چار باتیں ہوئی تھیں پیر مہر علی شاہ صاحب نے کچھ تصوّر تصدیق یا اس قسم کی بات چھیڑ دی، اس پر حضرت مرحوم نے فرمایا کہ اس طرح آپ بھاگنا چاہتے ہیں تو ایسا نہیں ہونے دیا جائے گا، باہر میدان میں نکل کر مناظرہ کریں، آپ کو معلوم ہو جائے گا اور اس پر قصہ ختم ہو گیا"۔

حضرت مولانا احمد خان صاحب کے ساتھ اختلاف

مولانا قاضی شمس الدین صاحب فرماتے ہیں کہ کچھ مسائل میں کبھی کبھار کشمکش ہو جایا کرتی تھی اور خصوصاً مسئلہ علم غیب وغیرہ میں مگر اس کے باوجود ایک دوسرے کا احترام اور ادب کرتے تھے اور فضا سازگار ہی رہتی تھی، مگر بعد میں حضرت مولانا احمد خان صاحب مرحوم کے جانشینوں اور حاشیہ نشینوں نے اس فضاء کو کچھ مکدر کر دیا"۔ مولانا قاضی شمس الدین صاحب کے اس بیان کی تصدیق کرنا بظاہر مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت مولانا احمد خان صاحبؒ بھی اکابر میں سے تھے اور مولانا حسین علیؒ اور مولانا احمد خانؒ ایک ہی مرشد کے مرید تھے، البتہ میرے ایک استفسار کے جواب میں مولانا قاضی شمس الدین صاحب آف درویش ہری پور ہزارہ نے ایک بات لکھی ہے جو قرین فہم معلوم ہوتی ہے وہ تحریر کرتے ہیں کہ مولانا احمد خان صاحب قدس سرہٗ سے کوئی کشیدگی نہ تھی، بعض مسائل کے طرز اظہار و بیان میں حضرت مولانا حسین علیؒ قدس سرہٗ کے مزاج میں شدت تھی جو حضرت مولانا احمد خان صاحب کو ناگوار تھی، ایک دفعہ حضرت مولانا انور شاہ صاحب قدس سرہٗ میانوالی تشریف لائے انکے ہمراہ حضرت مولانا سید مغیث الدین شاہ صاحب تھے، انہوں نے بیان کیا کہ جب حضرت شاہ صاحب نے مسائل مولانا مرحوم کے مزاج کے مطابق بیان نہ کئے تو مولانا نے فرمایا کہ شاہ صاحب رڑے تے نہیں چڑھے"۔ یعنی بات کھل کر صاف نہیں کی، ریلوے اسٹیشن میانوالی پر حضرت شاہ صاحب سے مولانا احمد خان صاحب کی شکایت کی کہ یہ میرا پیر بھائی ہے اور مسئلہ میں بھی میرے ساتھ متفق ہے مگر یہ بات صاف اور سخت نہیں کرتا، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" واغلظ علیھم" حضرت مولانا احمد خان صاحب نے فرمایا کہ مولانا یہ جہاد کا مقام ہے، تبلیغ کے مقام پر "فقولا لہ قولا لینا" آیا ہے، شاہ صاحب نے فرمایا بہت خوب پھر مولانا حسین علی صاحب سے فرمایا کہ مولانا آپ کی شدت نے آپکے مخالفین کی جماعت کو بڑا کر دیا ہے"۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ اختلاف مسلک کا اختلاف نہیں بلکہ یہ تو طرز بیان کا اختلاف ہے، یہ چیز مزاجی خصوصیات اور ماحول کے اثرات اور مخاطبین کے طرز عمل سے

ہمیشہ مختلف ہوتی ہے اگر مولانا حسین علیؒ کے طرز ادا میں کچھ شدت تھی تو یہ بات عیب نہیں بلکہ ان کا کمال ہے، جب کہ توحید ان کا حال تھا، وہ کیسے توحید کے خلاف کسی چیز کو برداشت کر سکتے تھے یہ بات نفسانیت پر ہرگز مبنی نہیں قرار دی جاسکتی بر خلاف اس کے حضرتؒ کے بعض متوسلین کا حال اس سے یکسر مختلف ہے جس کی توجیہ بجز نفسانیت اور ضد یا جذبہ برتری کے کسی اور طرح تعبیر کرنا مشکل ہے۔ مولانا قاضی شمس الدین صاحب اپنی ایک تحریر میں لکھتے ہیں کہ "اسی طرح حضرت مولانا حسین احمد مدنی مرحوم کے حین حیات حضرت رائے پوری مرحوم کے متوسلین اور حضرت مدنی مرحوم کے متوسلین اور حضرت مولانا حسین علیؒ کے متوسلین یہ سب ایک جماعت اور ایک ہاتھ سمجھا جاتا تھا، حضرت رائے پوری مرحوم تو مولانا غلام اللہ خان صاحب اور ان کے ہمنواؤں کو "توحید والوں کا ڈرلی جتھا" سے موسوم کرتے تھے اور حضرت مدنی مرحوم کے یہاں مولوی عبد الرؤف صاحب دیوبند حاضر ہوئے تین دن ان کے یہاں رہے۔ یہ پوچھتے تھے کہ حضرت، اللہ تعالیٰ کے ماسوا کسی کو عالم الغیب اعتقاد کرنا کیسا ہے، آپ فرماتے شرک ہے، یہ کہتے آپ لکھ دیں کہ اس عقیدہ والا مشرک ہے، آپ فرماتے کہ لکھ کر نہیں دیتا ایسے فی الجملہ اختلافات کے باوجود بڑی محبت بڑا پیار، اور ادب و احترام اور یک جہتی رہتی تھی حضرت مدنی کے انتقال کے بعد یہ فضا مکدر ہو گئی جس سے مسلک دیوبندیت اور اس کے اتفاقؔ اور اتحاد کو سخت دھکا لگا۔"

علمی مسائل میں حضرت مولانا حسین علیؒ کی تحقیقات

علم حدیث، تفسیر اور فقہ میں آپ کی تحقیقات عالیہ بہت گرانقدر ہیں، علوم میں آپ کی نگاہ بہت غائر ہے، حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مسلک کی تائید میں آپ نے بہت خدمات انجام دی ہیں اور علماء کے لئے علم حدیث میں گہرا شغف اور جذبہ تحقیق کی لگن پیدا کی ہے تفسیر میں تو آپ کا طرز بالکل انوکھا ہے

ؔل نہایت ہی افسوس سے اس بات کا اظہار کرنا پڑ رہا ہے کہ اس یک جہتی اور اتفاق و اتحاد کو پارہ پارہ کرنے میں بڑی حد تک خود مولانا قاضی شمس الدین صاحب کی اپنی وہ تحریریں بھی ہیں جو انہوں نے القول الجلی مسالک العلماء اور الھام الباری میں بے دھڑک طریقہ پر لکھی ہیں۔ ایک ایسے بزرگ کی طرف سے اتفاق و اتحاد کی کمی پہ افسوس بڑا تعجب انگیز معلوم ہوتا ہے جو اپنی ہمہ دانی کے زعم میں دوسروں کو "طفل مکتب" سے تعبیر کرتا ہو، اگر یہ بزرگ اپنی حدت اور شدت کو محسوس کرتے تو یقیناً نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔ غالی اللہ المشتکیٰ ۱۲ سواتی۔

مسئلہ توحید الٰہی کے جملہ پہلوؤں پر بہت عمدہ تحقیق فرمائی ہے اور اس کے علاوہ مسئلہ ذبح فوق العقدہ کی تحقیق بھی بڑی عمدہ ہے، احتیاط تو اسی میں معلوم ہوتی ہے کہ اسکو حرام قرار دیا جائے کیونکہ فقہاء کرام نے تزکیہ کے لئے عروق اربعہ میں سے اکثر کا کٹنا شرط قرار دیا ہے اور یہ اسی شکل میں متحقق ہو سکتا ہے، جب کہ تحت العقدہ ذبح ہو احتیاط تو اسی میں ہے اگرچہ دیگر محققین علماء نے فوق العقدہ ذبح میں حرمت کا قول نہیں کیا جیسا کہ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایۃ اللہؒ نے ایسے ذبیحہ کے حلال ہونے کا قول کیا ہے مگر احتیاط زیادہ حضرت مولانا حسین علیؒ کی تحقیق میں معلوم ہوتی ہے۔

مسئلہ سماع موتیٰ کے بارہ میں حضرت مولانا حسین علیؒ کی ذاتی رائے عدم سماع کی طرف معلوم ہوتی ہے، جیسا کہ تحریرات حدیث میں اس پر پوری بحث موجود ہے لیکن اس کے ساتھ جمہور کے مسلک کو بھی بڑے شرح صدر کے ساتھ آپنے لکھا ہے:-

ونؤمن بان المیت یعرف من یزورہ اذا اتاہ وآکدہ یوم الجمعۃ بعد طلوع الفجر قبل طلوع الشمس (تحریرات حدیث ۲۵)	اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ میت پہچانتا ہے جو اس کی زیارت کے لئے جاتا ہے اور یہ بات بروز جمعہ طلوع فجر کے بعد اور سورج نکلنے سے قبل بہت زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔

جس سے آپ کی انصاف پسندی اور جمہور کے مسلک کا احترام صاف ظاہر ہے۔

اسی طرح رفع یدین کے بارہ میں بھی آپ کی تحقیق قابل داد ہے، البتہ رفع السبابہ کے متعلق آپ کی تحقیق مرجوح معلوم ہوتی ہے اس میں زیادہ تر آپ کا تاثر حضرت مجددؒ کے مکتوبات سے ہے لیکن اس میں راجح پہلو دوسرا ہے کیونکہ احادیث رفع السبابہ میں کسی قسم کا تضاد یا تعارض نہیں ہے، اور مسند احمد اور صحیح مسلم میں بھی اس کے متعلق صاف روایت موجود ہے موطا امام محمد میں حضرت امام اعظمؒ کا مسلک بھی امام محمدؒ نے صراحت سے بیان کیا ہے اور فقہائے احناف کے معتبر فتاویٰ میں بھی اس کی صراحت موجود ہے اور اس کے نسخ کی کوئی صاف اور صریح دلیل موجود نہیں۔

طلاق مکرہ کے بارہ میں بھی آپ کی تحقیق قابلِ لحاظ ہے اگرچہ جمہور احناف کے نزدیک طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

تحفۂ ابراہیمیہ کی اشاعت: ——— اس کی پہلی طباعت معرّا شکل

میں ۱۹۳۵ء میں ہوئی تھی اس کی اشاعت حضرتؒ کے مرید اور تلمیذ مولانا غلام نبی صاحب مولوی فاضل نے کی تھی. کتابت بھی معمولی اور کچھ اغلاط بھی کتاب میں موجود تھیں، مولانا غلام نبی صاحب خود اس کی طباعت کے بارہ میں اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ جب میں حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا، اسی دوران میں آپ کی تحریری تصانیف اور کا بیاں قلمی مسودے دیکھنے کا موقع ملا، میں نے ایک دن تحفہ ابراہیمیہ کا مسودہ دیکھا، دل میں خیال آیا کہ میں اس کو نقل کر لوں اور شائع کرا دوں یہ ۱۹۳۴ء کا زمانہ تھا چنانچہ حضرتؒ نے اجازت فرمائی کہ لکھ لو بلکہ آپ خود لکھاتے رہے اور میں لکھتا رہا، آپ نے خود ہشت سلاسل لکھوائے البتہ ہر سلسلہ کے آخری دو نام میں نے از خود لکھے اور نام بھی اس کا فیوضات حسینی المعروف تحفہ ابراھیمیہ رکھا تھا اور پھر ۱۹۳۵ء میں میں نے اسے شائع کرا دیا، حضرتؒ کو کتاب طباعت کے بعد دکھائی، آپ نے بعض غلطیاں جو رہ گئی تھیں ان کی اصلاح فرما دی پھر کچھ عرصہ کے بعد آپ نے فرمایا کہ تحفہ ابراہیمیہ کے سب نسخے ہمیں دے دو اور ہم سے بلغۃ الحیران کے چند نسخے لے لو کیونکہ ہمارے مرید کوئی کتاب مانگتے ہیں اور ہمارے پاس انہیں دینے کے لئے کوئی کتاب نہیں ہے، میں نے سب نسخے آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے اور اس کے تبادلہ میں بلغۃ الحیران کے چند نسخے لے لئے، مولوی غلام نبی صاحب موصوف اس کی اشاعت کے وقت مڈل سکول دائرہ عالم شاہ تحصیل پھالیہ، ضلع گجرات میں تھے، آج کل چک شمالی ۱۰۴ سرگودھا میں سکول میں مدرس ہیں۔

حضرت مولانا سرفراز خان صاحب کا بیان ہے کہ جب میں بیعت کے لئے حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو اس وقت حضرتؒ نے اپنے ہاتھ مبارک سے تحفہ ابراھیمیہ کا نسخہ مجھے عطا فرمایا تھا اور ساتھ ہی فرمایا تھا کہ اس کا مطالعہ کر لو، اور اگر کوئی بات پوچھنی ہو تو پوچھ لو۔ چنانچہ میں نے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں اس کا مطالعہ کیا اور بعض مقامات سے کچھ باتیں حضرتؒ سے دریافت کیں، آپ نے ان کا جواب عنایت فرمایا۔

تحفہ ابراہیمیہ میں حضرت مولانا حسین علیؒ نے سلوک و تصوف اور حقائق و معارف کے اکثر مسائل نہایت ہی اختصار سے بیان کر دیئے ہیں ان مسائل کو اس رسالہ میں درج کر دیا گیا ہے، جن پر باطنی تربیت کا مدار ہے، رسالہ کا وہ حصہ جس میں ریاضات اور اعمال کا ذکر ہے وہ تو عوام کے لئے قابل فہم ہے لیکن بعض مسائل ایسے بھی ہیں جو دقیق ہیں مثلاً مسئلہ وحدۃ الوجود اس کی تشریح حضرتؒ

نے اس طرح کی ہے کہ جس سے عام اہل علم بھی مستفید ہو سکتے اس مسئلہ کے بعض پہلو ہم اس مقدمہ میں درج کر دیتے ہیں تاکہ اس مسئلہ کو سمجھنے والے حضرات کے لئے آسانی ہو اس کے علاوہ مسئلہ تصور شیخ مسئلہ توسل کی بحث بھی چونکہ کتاب میں درج ہے کسی قدر مزید وضاحت کے لئے مقدمہ میں اس کا بیان بھی مناسب معلوم ہوتا ہے اسناد بزرگانِ دین کی بحث ہم یہاں درج کرنا مناسب خیال نہیں کرتے جس کو تحقیق اور تسلی کرنا ہو وہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ملاحظہ کر سکتا ہے۔

تصوّر شیخ

شغل برزخ، شغل رابطہ، تصوّر شیخ[1]، یہ ایک حقیقت کے مختلف نام ہیں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ

"مرشدوں کی نسبت یہ خیال غلط ہے کہ وہ ہر دم ساتھ رہتے ہیں اور ہر دم آگاہ رہتے ہیں یہ خدا ہی کی شان ہے، گاہ وبیگاہ بطور خرقِ عادت بعض اکابر سے ایسے معاملات ظاہر ہوئے ہیں۔ اس سے جاہلوں کو یہ دھوکا پڑا ہے، تصور میں صورت کا خیال امر فضول ہے جیسے کسی کے تذکرہ کے وقت کسی کا خیال آتا ہے ایسا ہی تصور شیخ ہیں مگر تصور کرو تو اپنے آپ کو اپنی جگہ اور شیخ کو اپنے وطن میں اور اس کے ساتھ یہ خیال رہے کہ ادھر سے کچھ فیض آتا ہے اللہ الصمد اور بسم اللہ کو برائے چندے موقوف رکھو اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" بہت مختصر ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاضر ناظر نہ سمجھنا چاہیئے ورنہ سلام کیا ہوگا، کفر ہوگا بلکہ یوں سمجھئے یہ پیام فرشتے پہنچاتے ہیں السلام (فیوض قاسمیہ ص۴۹) قدماء کے نزدیک اس مسئلہ کی حیثیت ایک واسطہ اور وسیلہ کی ہے متاخرین نے اسکو بگاڑ دیا اور تصور شیخ واسطہ نہ رہا بلکہ مقصود بن گیا، اسی لئے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اس کے اسی پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے اسکو اشغال مبتدعہ میں شمار کیا ہے ورنہ مسئلہ اپنی جگہ ثابت ہے، کیونکہ

---

[1] حکیم الامت حضرت مولانا شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ

قالوا الرکن الاعظم ربط القلب بالشیخ علی وصف المحبۃ والتعظیم وملاحظۃ صورتہ (القول الجمیل ص۵۸)

مشائخ چشت نے فرمایا ہے کہ (دوام ذکر اور حضور قلب کے سلسلہ میں) رکن اعظم دل کا لگانا اور مربوط کرنا ہے مرشد کے ساتھ محبت اور تعظیم کے ساتھ اور اسکی صورت کے ملاحظہ[2]

---

[2] کرنے سے۔ ۱۲ سواتی

یہ موقوف علیہ نہیں بلکہ صرف حضوری اور دل جمعی کا واسطہ ہے اگر اس میں عوام کے عقیدہ میں خرابی پیدا ہونے کا شبہ ہو تو صونًا للعقیدۃ اس کا ترک کرنا ہی بہتر ہے جیسا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا ہے کہ "کسی کا تصور کرنا بطور خیال کے کچھ حرج نہیں مگر رابطہ جو مشائخ میں مروج ہے اسکو مشائخ نے کسی علاج کے واسطے تجویز کیا تھا اگر اسی حد پر ہے کہ جس حد پر بزرگوں نے تجویز کیا تھا تو چنداں دشوار نہیں گو ترک اس کا بھی اولیٰ ہے کہ مختلف فیہ بین العلماء ہے اور ایسا ضروری بھی نہیں کہ بدوں اسکے کام نہ چل سکے اور جو اس حد سے بڑھ جاوے تو البتہ ناجائز ہے (فتاویٰ رشیدیہ ۱۹۶)

فتاویٰ رشیدیہ میں سوال ۵ کا جواب دیتے ہوئے حضرت فرماتے ہیں "نفس تصور جائز ہے اگر کوئی امر ممنوع اس کے ساتھ نہ ہو جیسا کہ تمام اشیاء کا آدمی خیال و تصوّر کرتا ہے مگر جیسا اس کے ساتھ تعظیم اس شکل کا کرنا اور متصرف باطن مرید میں جاننا مفہوم ہوا تو موجب شرک کا ہو گیا لہٰذا قدمأ اس کی تجویز کرتے تھے کہ اس میں خلط معصیت کا نہ تھا اور متاخرین نے اسکو حرام کہا تو یہ حکم کا اختلاف بسبب اختلاف اہل زمانہ کے ہوا"۔ ایک دوسرے سوال کا جواب میں حضرت مولانا گنگوہیؒ فرماتے ہیں "اس شغل میں متاخرین صوفیہ نے غلو کیا ہے اور شرک تک نوبت پہنچی لہٰذا متاخرین علماء نے اسکو منع فرمایا اور اب متاخرین کے قول پر عمل چاہیئے اس شغل کی کچھ ضرورت نہیں اور نہ صحابہ میں اس شغل کا کچھ اثر تھا ان فتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس تصور شیخ میں شرعًا ممانعت نہیں ہے بلکہ جو چیزیں اس میں ناجائز کی گئی ہیں وہ ممنوع ہیں انہی کے اقتران کی وجہ سے اس میں قباحت آتی ہے لہٰذا مطلق تصور شیخ کو حرام یا شرک قرار دینا غلط فہمی اور غلط گوئی ہے"۔ اصل مسئلہ کی حقیقت کو حضرت مولانا نانوتویؒ نے اپنے ایک دوسرے مکتوب میں واضح فرمایا ہے چنانچہ مولوی محمد قائم علی صاحب کے مکتوب کے جواب میں فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کی یاد کے وقت اگر شیخ کو اپنا رابطہ تصور کریں تو اس میں کچھ حرج نہیں کیونکہ لا الٰہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ" اسی جانب مشیر ہے اور اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص کو کسی ایسے آدمی سے کام پڑے جو اسکے ساتھ نظر عنایت رکھتا ہو اور اپنے کام کا بوجھ اس پر ڈال دے جیسا کہ ضرورت مند اشخاص ضرورت کے وقت بتقاضائے ضرورت تدبیر کار کے لئے کیا کرتے ہیں کہ ایسے شخص کی طرف توجہ اور اس کے ساتھ نیازمندی لازمی ہوتی ہے اور اس کا توسل واجب ہوتا ہے، اسی طرح طالبانِ خدا کے لئے بھی یادِ خدا ضروری ہے اور رہبروں کے ساتھ نیازمندی بھی ضروری امر ہے اور عرض نیاز کے وقت اپنے

عدم استحقاق اور اپنی لیاقت کی نفی لازمی ہے اِس لیئے اِن مقربان الٰہی کا توسل واجب ٹھہرا خلاصہ یہ ہے کہ ایسا تصور اعتقاد شفاعت کا ایک شعبہ ہے یا اعتقاد رسالت کا پرتو ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ اکابر طریقت نے اس تصور کو رابطہ اور وسیلہ کے نام سے موسوم کیا ہے ہاں اگر اس تصور کو مستقل درجہ دے دیا جائے اور ربط اور وسیلہ سے اسکو جدا کر دیا جائے تو پھر اس کی حیثیت وہی ہوگی جس کے بارہ میں اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے "مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ" (حضرت ابراہیم علیہم السلام نے فرمایا تھا یہ کیا مورتیاں ہیں جن پر تم جھکے ہوئے اور جمے بیٹھے ہو۔)

دل اندر صمد باید اے دوست بست — کہ عاجز ترست از صنم ہر چہ ہست (سعدیؒ)

اگرچہ اس قسم کا تصور کرنے والے افراد باعتبار اعتقاد استقلال باہم بہت کچھ مختلف ہونگے بہر حال یہ بات خیال میں رہے کہ مقربان الٰہی کو ایسا یاد کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد کے تقاضے سے نہ ہو اور خدا کی یاد کو دل سے محو کر دینا اگرچہ پیر کو اس کی خبر بھی نہ ہو یہ بھی ان "تماثیل" کے مشابہ ہے جن کی طرف آیت میں اشارہ کیا گیا ہے، اگرچہ صاحب تصور اپنے پیر کو اسلام کے اعتقاد کے مطابق محتاج بندہ ہی اعتقاد کرتا ہو کیونکہ اصلی یاد اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے ہے (جس کو اس نے اس پیر کی طرف لگا دیا ہے)

چنانچہ یہ بات قرآن و حدیث کے جاننے والے ماہرین سے مخفی نہیں اور جب یہ بات ہے کہ ذکر اور یاد محبت کا ثمرہ ہے اور محبت اصلی بجز ذات خداوندی کے جو کہ ہر جمال و کمال کی اصل ہے، سزاوار نہیں، پس جس نے باختیار خود اپنے دل کو دوسروں کی یاد میں اس طرح مشغول کیا اور یاد خدا سے دل ہٹا دیا اور پھر اپنے اس کام کو بنظر استحسان دیکھا تو لامحالہ ایسا شخص ان لوگوں کی راہ پر چلنے والا ہوگا جنہوں نے اپنے آپ کو بتوں (تماثیل) کے لئے وقف کر دیا ہو اور چونکہ تصور شیخ کی یہ صورت وہ ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے جن حضرات نے علی الاطلاق تصور شیخ سے منع کیا ہے چونکہ انہوں نے اسی صورت کو اپنے سامنے معمول بہ پایا یا انہوں نے علی الاطلاق اس لئے منع فرمایا کہ شریعت اور حقیقت میں رخنہ انداز نہ ہو اور جو کچھ بھی انہوں نے کیا ہے بجا کیا ہے لیکن حقیقت وہی ہے جو اس پراگندہ حال نے عرض کر دی ہے۔" (فیوض قاسمیہ ص۳۱)

مکتوبات شیخ الاسلام جلد چہارم مکتوب نمبر ۴۶ میں ایک صاحب کے جواب میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ فرماتے ہیں کہ "تصور شیخ قبائح سے خالی نہیں اس لئے اس کی اجازت نہیں دی"

جا سکتی" ص ۱۶۵، مگر ایک دوسرے شخص کے لئے اس طرح فرماتے ہیں "خلاصہ یہ ہے کہ خطرات کے دور کرنے اور خیالات کو جمع کرنے اور ہمت کو قوی بنانے کی عبادات میں جس قدر اہمیت ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے اور چونکہ تصور شیخ کی تاثیر اس امر میں انتہائی درجہ پر مفید ہے "کان الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ" (بے شک شیخ و مرشد اپنی قوم میں ایسا ہے جیسا نبی اپنی امت میں جس طرح نبی کا کام امت کی رہنمائی ہے، اسی طرح شیخ و مرشد کا کام بھی اپنے متوسلین کی ہدایت و رہنمائی ہوتا ہے) اس لئے تجربہ اور نصوص نے اکابر امت کو اس طریقے کے جاری کرنے پر آمادہ کیا تھا امت کو اس سے بیشمار فوائد حاصل ہوئے جیسا کہ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کے ارشاد سے ظاہر ہے مگر چونکہ متاخرین غلط کار دل نے اس میں محظورات اور ناجائز اشیاء داخل کر دیں مثلاً شیخ کو ہر جگہ حاضر ناظر اعتقاد کرنا یا اس کے تصور اور توجہ الی الشیخ میں اس قدر منہمک ہو جانا کہ مقصود حقیقی اور محبوب حقیقی سے مستغنی اور غافل ہو جائیں یا شیخ کو مثل کعبہ ہر نماز میں قبلہ اور متوجہ الیہ بنا لینا یا باطن مرید میں شیخ کو متصرف سمجھنے لگنا یا اس صورت کی اور شیخ کی حد سے زیادہ تعظیم کرنے لگنا یا اس سے ناعاقبت اندیشوں اور احمقوں کا صورت پرستی حقیقی اختیار کرنا جیسے مختلف مبتدع پیروں کے یہاں رائج ہو گیا ہے اس لئے سمجھدار اکابرین پر لازم ہو گیا کہ اس پر فکر فرمائیں اور ذریعہ شرک و کفر کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیں بہر حال یہ امر مطلقاً ممنوع ہے نہ مطلقاً ضروری ہے، فتویٰ دینے اور عمل کرنے میں غور و فکر اور سوچ سمجھ سے کام لینا چاہیئے۔ واللہ اعلم (مکتوبات شیخ الاسلام جلد ۲ ص ۲۳۵ و ۲۳۶)

شیخ سے تعلق

حضرت خواجہ محمد باقی باللہؒ کے خلیفہ شیخ تاج الدین سنبھلیؒ نے علم سلوک میں ایک رسالہ لکھا ہے جس میں نقشبندی طریقہ کے اشغال لکھے ہیں، اس رسالہ کو بجنسہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنی کتاب "انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں نقل کیا ہے، اس رسالہ کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ اس کے بارہ میں شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ

"ایں فقیر آنرا پیش حضرت ایشاں بحثاً و درایۃً خواندہ است"

اس رسالہ کو اس فقیر (شاہ ولی اللہؒ) نے اپنے والد گرامی شاہ عبدالرحیمؒ سے بحث اور درایت کے ساتھ پڑھا ہے یعنی اس کے مطالب میں بحث

کرتے ہوئے اور سمجھ کر پڑھا ہے۔

شیخ تاج الدینؒ اس رسالہ میں فرماتے ہیں کہ

"اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق دے تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ نقشبندی طریقہ کے بزرگانِ کرام کا اعتقاد اہل سنت والجماعت کا اعتقاد ہے اور ان کا طریقہ (طریقۂ سلوک) دوام عبودیت ہے اور یہ دوام عبودیت بغیر عبادت ادا کرنے کے متصور نہیں ہو سکتی اور اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ ہمیشہ حق تعالیٰ کے ساتھ ہو اور حق کے ساتھ حضوری کی اس صفت میں غیر کے شعور کی مزاحمت بھی نہ ہو اور یہ سعادت "جذبۂ الٰہی" یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کشش کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور کوئی سبب طریق جذب میں شیخ کی صحبت سے زیادہ قوی نہیں شیخ سے مراد وہ جس کا سلوک جذب سے ہو"۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ

قال الشیخ ابو علی الدقاق قدس سرہ الشجرۃ التی تنبت بنفسھا لاثمرۃ لھا وان کان لھا ثمر یکون بغیر لذۃ و سنۃ اللہ تعالیٰ جاریۃ علی انہ لابد من السبب فکما ان التوالد والتناسل الصوری لایحصل بغیر الوالد والوالدۃ کذالک التوالد المعنوی حصولہ بغیر المرشد متعذر قال فی الوسالۃ المکیۃ من لاشیخ لہ فالشیطان شیخہ (انتباہ ص۲۳)

حضرت شیخ ابو علی دقاقؒ نے فرمایا ہے کہ وہ درخت جو خود بخود اگتا ہو، اس کا پھل نہیں ہوتا اگر پھل ہو تو پھر وہ شیریں اور لذیذ نہیں ہوتا سنۃ اللہ جاری ہے کہ ہر چیز کے لئے سبب کا ہونا ضروری ہے جس طرح ظاہری توالد و تناسل کے لئے ماں باپ کا وجود ضروری ہے اسی طرح معنوی توالد بھی بغیر مرشد کے حاصل کرنا دشوار ہے رسالہ مکیہ میں لکھا ہے کہ جس کا کوئی شیخ (مرشد) نہیں تو شیطان اس کا شیخ ہے (یعنی شیطان ایسے شخص کو بڑی آسانی سے گمراہ کر لیتا ہے جس کا کوئی مرشد نہ ہو)

اور اسی طرح حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے بھی فرمایا ہے کہ

"من لایری مفلحا لا یفلح" (الفتح الربانی مترجم ۲۳)

جو شخص کامیاب لوگوں کو نہیں دیکھتا وہ کامیاب نہیں ہوتا

مسئلہ توسل کی توضیح

اس پر تو جملہ اکابر علماء، محدثینؒ فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ دعا میں توسل بالاعمال الصالحۃ درست ہے

جس کے استدلال میں صحیحین کی وہ روایت شاہد ہے جس میں تین آدمیوں کا ذکر ہے جو کسی پہاڑی غار کے اندر پھنس گئے تھے اور اعمال صالحہ کا توسل کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا مانگی اور اس مصیبت سے رہائی حاصل کی یہ تو متفق امر ہے۔ اب اس میں بعض حضرات کا اختلاف ہے کہ توسل کسی کی ذات کے ساتھ کرنا درست ہے یا نہیں، جمہور علماء اور محدثین فقہاء اس کے جواز کے قائل ہیں چنانچہ کوئی شخص اگر اپنی دعاء میں یوں کہے کہ الٰہی بحرمت فلاں یا بوسیلہ یا بطفیل یا بوجاہت یا بصدقہ یا بحق یا برکت یا بجاہ فلاں میری اس حاجت کو پورا فرمادے تو اس طرح دعا کرنے میں کوئی خرابی نہیں یہ جائز اور مباح ہے اصل اصول تو دعا کی قبولیت کا یہ ہے کہ سب سے پہلے دعاء کرنے والا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اس کے بعد درود شریف پڑھے پھر دعا مانگے جیسا کہ احادیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صراحت کے ساتھ مروی ہے یہ درود شریف کا پڑھنا بھی ایک قسم کا توسل ہے اسی طرح اگر دعا میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا توسل کرتا ہے جیسا کہ حضرت مولانا نانوتویؒ نے اپنے مناجاتی قصیدہ میں فرمایا ہے ؎

بذاتِ پاک خود کاں اصل ہستی ست — ازو قائم بلندیہا و پستی ست

یا اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسماء پاک کا واسطہ پیش کرے تو یہ بھی بلا شک و شبہ درست ہے یہ سب ترحم کے لئے ہوتا ہے اللھم انی اسئلک بذاتک وبصفاتک وباسمائک وبعظمتک وبجلالک وبوجھک الکریم وبعزتک العظیم یا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعائیں یہ بات سکھلائی اللھم ارحمنی بالقرآن العظیم کہ اے خداوند کریم مجھ پر رحم فرما قرآن عظیم کی برکت سے

سعدیؒ کا یہ شعر زبان زد خلائق ہے جو دعا میں ہمیشہ پڑھا جاتا ہے ؎

الٰہی بحق بنی فاطمہ — کہ بر قول ایماں کنم خاتمہ

اے اللہ حضرت فاطمہؓ کی اولاد کے حق اور طفیل سے میرا خاتمہ ایمان پر ہو ایک اور شعر میں سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

بحقت کہ چشمم ز باطل بدوز — بنورت کہ فردا بنارم مسوز

اے خداوند کریم میں تجھ کو تیرے حق کا واسطہ دیتا ہوں کہ میری آنکھ کو باطل کی طرف سے بند کر دے اور میں تجھ سے تیرے نور کے واسطہ سے التجا کرتا ہوں کل قیامت کو مجھے آگ میں نہ جلانا۔

اسی طرح ابن ماجہ شریف کی وہ روایت جس میں بحق ممشائی ذا کہ اے اللہ میرے اس چلنے کے

حق اور وسیلہ سے میرے اس کام کو پورا کر دے) کا ذکر بھی ہے الغرض جواز میں تو کوئی کلام ہی نہیں اسی طرح بعض دعوات میں یہ آیا ہے کہ

اسئلک بحق السائلین فان للسائل علیک حقا

میں تجھ سے سائلین کے حق کے واسطہ سے دعا کرتا ہوں کیونکہ سائلین کا بھی تجھ پر حق ہے

اس طرف اشارہ موجود ہے، اب ہم مناسب خیال کرتے ہیں کہ چند دلائل اس بارہ میں قرآن و حدیث اور بزرگانِ دین کے اقوال سے ذکر کر دیں تاکہ مسئلہ کی حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے۔

(۱) ثُمَّ نُنَجِّیْ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا كَذٰلِكَ حَقًّا عَلَیْنَا نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ (سورہ یونس) حقا اوجبہ اللہ تعالیٰ علی نفسہ الکریم (ابن کثیر جلد ۲ ص ۴۳۲)

پھر ہم بچا لیتے ہیں اپنے رسولوں کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اسی طرح حق ہے ہم پر ایمان والوں کو بچانا امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ ایسا حق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس کریم یعنی ذات پر لازم کیا ہے یعنی محض اپنے فضل و کرم سے (یہ ایسا حق نہیں جس طرح معتزلہ وجوب علی اللہ کے طریق پر کہتے ہیں)

(۲) وَكَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (الروم آیت ۴۷)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حق ہے ہم پر ایمان والوں کی مدد و نصرت کرنا۔

و فی تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۴۳۹ تحت قولہ تعالیٰ وکان حقا علینا نصر المؤمنین روی بن ابی حاتم حدثنا ابن نفیل حدثنا موسیٰ بن المعین عن لیث عن شھر بن حوشب عن ام الدرداء عن ابی الدرداءؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من امرء مسلم یرد عن عرض اخیہ الا کان حقا علی اللہ ان یرد عنہ نار جھنم یوم القیامۃ ثم تلا ھذہ الآیہ وکان حقا الآیہ و

امام ابن کثیرؒ نے اس آیت کے تحت محدث ابن ابی حاتم کے حوالہ سے حضرت ابو الدرداءؓ کی روایت نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جو مسلم اپنے مسلم بھائی کی عزت و ناموس کی طرف سے دفاع کرے گا تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اس جہنم کی آگ کو ہٹائے۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور تفسیر مظہری میں اسی آیت کے تحت اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حضرت قاضی

فی المظهری جلد ۲ ص ۲۵۲ تحت هٰذه الآیه
بعد نقل الروایة اخرجه الترمذی وحسنه
واخرجه اسحاق بن راهویه والطبرانی
وغیرهما من حدیث اسماء بنت یزید

ثناء اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام ترمذیؒ
نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے اور اس کی سند کی
تحسین کی ہے، نیز اسکو امام اسحاق بن راھویہؒ
نے اور طبرانیؒ اور انکے علاوہ دوسرے محدثین نے بھی
حضرت اسماءؓ بنت یزید کی روایت سے بیان کیا ہے۔

(۳) عن معاذؓ قال کنت ردف النبی
صلی الله علیه وسلم علی حمار لیس بینی
وبینه الا موخرة الرحل فقال یا معاذ
هل تدری ماحق الله علی عباده وما
حق العباد علی الله قلت الله ورسوله اعلم
قال فان حق الله علی العباد ان یعبدوه
ولا یشرکوا به شیئا وحق العباد علی الله
ان لا یعذب من لا یشرک به شیئا قلت
یارسول الله افلا ابشر به الناس قال
لا تبشرهم فیتکلوا (متفق علیه مشکوٰة
ص ۱۴)

حضرت معاذؓ روایت کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم کا ردیف تھا ایک گدھے پر آپکے درمیان
اور میرے درمیان صرف پالان کے پچھلے حصہ کا
فاصلہ تھا یعنی میں آپکے بالکل قریب تھا، آپنے فرمایا
معاذ جانتے ہو اللہ تعالیٰ کا کیا حق ہے بندوں پر اور
بندوں کا کیا حق ہے اللہ تعالیٰ پر معاذ نے جواب
دیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں پھر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندوں
پر یہ ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں اور اس کے
ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا
یہ حق ہے کہ جب وہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کریں تو
اللہ تعالیٰ انہیں بخشدے، معاذؓ نے کہا کہ حضرت کیا
میں لوگوں کو اسکی بشارت نہ سنادوں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا کہ اگر تم لوگوں کو اس کی
بشارت سنادوگے تو وہ کام کرنے سے رک
جائیں گے اور اسی پر بھروسہ کریں گے۔

(۴) عن ثوبانؓ قال قال رسول الله
صلی الله علیه وسلم ما من عبد مسلم

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان بندہ صبح

يقول اذا امسى واذا اصبح ثلاثا رضيت
بالله ربا وبالاسلام دينا وبمحمد نبيا
الا كان حقا على الله ان يرضيه يوم
القيامه (رواه احمد والترمذی جلد ۲ ص ۴۸۵
مشکوٰۃ ص ۲۱۰)

اور شام تین مرتبہ یہ دعا مانگتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ
کو رب مان کر اور اسلام کو دین اور نبی کریم محمد
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی مان کر راضی ہوا ہوں
تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ ایسے شخص کو قیامت والے
دن راضی کر دے۔

(۵) عن معاذ بن جبلؓ ان رسول اللہ
صلی اللہ علیه وسلم قال من صام رمضان
وصلی الصلوٰۃ وحج البیت لا ادری اذکر
الزکوٰۃ ام لا الا کان حقا علی اللہ ان یغفر له
ان هاجر فی سبیل اللہ او مکث بارضه
التی ولد بها الحدیث (ترمذی ج ۲ ص ۳۶۲)

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے
رکھے اور نماز پڑھی اور بیت اللہ کا حج کیا (معاذ فرماتے
ہیں کہ) مجھے خیال نہیں کہ حضور نے زکوٰۃ کا ذکر کیا یا
نہیں تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس بندے کو بخش دے
چاہے وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرے یا اپنی اسی
سرزمین میں ٹھہرا رہے جہاں پیدا ہوا ہے۔

(۶) انس بن مالکؓ قال کان اخوان
علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم
فکان احدهما یاتی النبی صلی اللہ علیه
وسلم والآخر یحترف فشکا المحترف
اخاه الی النبی صلی اللہ علیه وسلم
فقال لعلك ترزق به (ترمذی ج ۲ ص ۲۳۹)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں دو بھائی تھے ایک
حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور دوسرا
بھائی پیشہ کرتا تھا چنانچہ اس پیشہ کرنے والے نے اپنے
بھائی کی شکایت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے
کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تجھے کیا خبر
شاید تجھے اس کی برکت سے روزی ملتی ہو۔

(۷) عن ابی الدرداءؓ عن النبی صلی اللہ علیه
وسلم قال ابغونی فی ضعفائکم فانما ترزقون
او تنصرون بضعفائکم (ابوداؤد، مشکوٰۃ
ص ۴۴۷)

حضرت ابو درداءؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ مجھے اپنے ضعیفوں
اور کمزوروں میں تلاش کرو (یعنی اگر میری رضا مطلوب
ہو تو کمزوروں کو راضی کرو میری رضا حاصل ہو گی)

بے شک تمہیں روزی ملتی ہے یا تمہاری امداد کی جاتی ہے ضعیفوں کے طفیل۔

(۸) عن امیة ابن خالد بن عبد اللّٰه بن اسید عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انه کان یستفتح بصعالیك المهاجرین (شرح السنة مشکوٰة ص ۴۴۷)

ای بفقرائهم وببرکة دعائهم وفی النهایة ای یستنصر بهم ومنه قوله تعالیٰ ان تستفتحوا فقد جاءکم الفتح وقال ابن الملك بان یقول اللّٰهم انصرنا علی الاعداء بحق عبادك الفقراء المهاجرین وفیه تعظیم الفقراء والرغبة الی دعائهم والتبرك بوجوههم (مرقاة حاشیه مشکوٰة)

حضرت امیتہ بن محمد خالد بن اسید روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح طلب کرتے تھے، غربا مہاجرین کی برکت سے اور صاحب نہایۃ نے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ حضور ان کی برکت سے مدد و نصرت طلب کرتے تھے جیسا کہ ان تستفتحوا کی آیت میں یہی مراد لیا گیا ہے محدث ابن ملکؒ فرماتے ہیں کہ اپنی دعائیں یوں کہے کہ اے اللہ ہمیں دشمنوں پر غلبہ فرما اپنے بندے فقراء مہاجرین کے حق سے اور اس میں اشارہ ہے فقراء کی تعظیم کی طرف اور ان سے دعا کرانے کی طرف رغبت ہے اور ان کی ذات سے تبرک حاصل کرنے کی طرف۔

جیسا کہ بلغۃ الحیران ص ۳۸ میں ہے کہ "یعنی اے اہل کتاب پہلے تو تم کہتے تھے کہ رسول خاتم النبیین جو کہ آنے والے ہیں اس کے ہمراہ ہو کر جنگ کریں گے اس رسول کے وسیلہ سے فتح کی دعا مانگتے تھے جیسا کہ قال تعالیٰ وَکَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ اب وہ رسول آخر الزمان آگیا ہے"۔ اسی طرح بلغۃ الحیران ص ۳۳۷) میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے قول "مجھے مصیبت کے وقت پکارو" کی توجیہ اس طرح کی گئی ہے کہ اذکرنی اس کا معنی یہ ہے بتوسل میرے دعا مانگو۔

(۹) عن عثمان بن حنیفؓ ان اعمیٰ اتی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقال یا رسول اللّٰه ادع اللّٰه ان یکشف لی عن بصری قال

حضرت عثمان بن حنیفؓ سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا اور اس سے عرض کیا کہ حضرت آپ اللہ

قال او ادعك قال یا رسول اللہ انہ قد
شق علی ذھاب بصری قال فانطلق فتوضأ
ثم صل رکعتین ثم قل اللھم انی
اسئلك واتوجہ الیك بنبی محمد ؐ
نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ الی
ربی بك ان یکشف لی عن بصری اللھم
شفعہ فی وشفعنی فی نفسی فرجع وقد
کشف اللہ عن بصرہ رواہ الترمذی
قال حدیث حسن صحیح غریب والنسائی
واللفظ لہ وابن ماجۃ وابن خزیمۃ فی
صحیحہ والحاکم وقال صحیح علی شرط البخاری
ومسلم ولیس عند الترمذی ثم صل رکعتین
انما قال فامرہ ان یتوضأ فیحسن الوضوء
ثم یدعو ھذا الدعاء فذکر بنحوہ و
رواہ فی الدعوات ورواہ الطبرانی[ا] وذکر
فی اولہ قصۃ وھو ان رجلا کان یختلف
الی عثمان بن عفان رضی فی حاجۃ وکان
عثمان لا یلتفت الیہ ولا ینظر فی حاجتہ
فلقی عثمان بن حنیف فشکا ذلك الیہ
فقال لہ عثمان بن حنیف ائت المیضاۃ
فتوضأ ثم ائت المسجد فصل فیہ رکعتین

تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری آنکھوں کی بینائی
کھول دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں
تجھے اسی حالت پر کیوں نہ چھوڑ دوں اس شخص نے عرض
کیا کہ حضور میری آنکھوں کی روشنی چلے جانے سے
مجھے بڑی تکلیف ہے حضور نے فرمایا اچھا جاؤ وضو
کرو پھر دو رکعت نماز پڑھو اس کے بعد اس طرح
دعا کرو اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور اپنے
نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تیری طرف متوجہ کرتا ہوں
جو رحمت والے نبی ہیں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
میں آپ کو متوجہ کرتا ہوں اپنے رب کی طرف تاکہ وہ
میری آنکھوں کی بینائی کھول دے اے اللہ حضور
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سفارش میرے حق میں قبول
فرما اور میرے حق میں انکو شفیع بنا دے اس کے بعد
وہ شخص واپس لوٹا اس حالت میں کہ اللہ تعالیٰ نے اسکی
بینائی لوٹا دی اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے اپنی
کتاب میں روایت کیا ہے اور ابن خزیمہؒ نے اسکو
اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور حاکمؒ نے بھی اسکو
روایت کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے
اور بخاری اور مسلم کی شرط پر ہے البتہ امام ترمذیؒ
نے جو روایت بیان کی ہے اس میں دو رکعت پڑھنے
کا ذکر نہیں ہے بلکہ اس میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

[ا] اس روایت کو طبرانیؒ نے اپنی معجم صغیر ص۱۰۳ میں بیان کیا ہے اور نیز سبکیؒ نے شفاء السقام میں بیان کیا ہے کہ طبرانیؒ
نے اس کو معجم کبیر میں بھی روایت کیا ہے، حضرت عثمان بن حنیف کے ترجمہ (رجالاں) میں اور یہ طبرانی کے جزء ۸ ہے میں ۱۲ اسوتی

ثم قل اللهم انی اسئلك واتوجه اليك
نبينا محمد صلی الله عليه وسلم نبی الرحمة
يا محمد انی اتوجه بك الی ربی فيقضی
حاجتی" وتذکر حاجتك وروح الی حتی
اروح معك فانطلق الرجل فصنع ما قال
ثم اتی باب عثمان فجاء البواب حتی اخذ
بيده فادخله علی عثمان بن عفانؓ فاجلسه معه
علی الطنفسة قال ما حاجتك فذکر
حاجته فقضاها له ثم قال ما ذکرت حاجتك
حتی هذه الساعة وقال ما کانت لك من
حاجة فأتنا ثم ان الرجل خرج من
عنده فلقی عثمان بن حنيف فقال له جزاك الله
خيرا ما کان ينظر فی حاجتی ولا يلتفت
الی حتی کلمته فقال عثمان بن حنيف والله
ما کلمته ولکن شهدت رسول الله صلی الله
عليه وسلم واتاه رجل ضرير فشکا اليه ذهاب
بصره فقال النبی صلی الله عليه وسلم او
تصبر فقال يا رسول الله انه ليس لی
قائد وقد شق علی فقال النبی صلی الله عليه
وسلم ائت الميضاة فتوضأ ثم صل رکعتين
ثم ادع بهذه الدعوات فقال عثمان
حنيف فوالله ما تفرقنا وطال بنا الحديث
حتی دخل علينا الرجل کانه لم يکن له

علیہ وسلم نے اس شخص سے یہ فرمایا کہ وہ اچھی طرح وضو
کرے اور پھر یہ دعا مانگے اس حدیث کو امام ترمذیؒ
نے کتاب الدعوات میں بیان کیا ہے اور اس حدیث
کو طبرانیؒ نے بھی روایت کیا ہے اور اس کی ابتداء
میں ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص اپنے کسی
مقصد کے لئے حضرت عثمان بن عفانؓ کی خدمت
میں مختلف اوقات میں آتا جاتا تھا لیکن حضرت عثمانؓ
اسکی طرف التفات نہیں فرماتے تھے وہ شخص حضرت
عثمان بن حنیف سے ملا اور اس بارہ میں شکوہ کیا
(کہ حضرت عثمانؓ میری طرف توجہ نہیں فرماتے)
حضرت عثمان بن حنیفؓ نے اس شخص سے کہا کہ
وضوء کی جگہ پر چل کہ وضو کرو پھر مسجد میں جاکر دو
رکعت نماز پڑھو اور پھر اس طرح دعا کرو "اے اللہ
میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف میں اپنے
نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو متوجہ کرتا ہوں جو
رحمت والے نبی ہیں اے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
میں آپ کو اپنے رب کی طرف متوجہ کرتا ہوں (سفارشی
بناتا ہوں) کہ میری حاجت پوری کر دی جائے" اور
اسکے بعد اپنی حاجت کا ذکر کرو پھر میرے پاس آؤ
تاکہ میں تمہارے ساتھ حضرت عثمانؓ کے پاس جاؤں
چنانچہ اس شخص نے حضرت عثمان بن حنیف نے
جو کچھ بتایا تھا اس پر عمل کیا اور پھر حضرت عثمانؓ
کے دروازہ پر آیا، دربان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر حضرت

ضر فقط قال الطبرانی بعد ذکر طرقه والحدیث صحیح[1]-

عثمانؓ کے پاس پہنچا دیا حضرت عثمانؓ نے اسے اپنے ساتھ چٹائی پر بٹھایا اور پوچھا کہ تمہارا کیا کام ہے

اس نے اپنا مقصد بیان کیا حضرت عثمانؓ نے وہ پورا کر دیا اور پھر حضرت عثمان نے فرمایا کہ تمہارا کام مجھے یاد ہی نہیں رہا تھا حتی کہ یہ وقت آگیا اور پھر فرمایا کہ تمہارا جو کام ہو ہمارے پاس چلے آنا پھر وہ شخص وہاں سے نکل کر حضرت عثمان بن حنیفؓ سے ملا اور اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، حضرت عثمان بن عفانؓ تو میری ضرورت کی طرف نگاہ نہیں اٹھاتے تھے اور میری طرف التفات و توجہ نہیں کرتے تھے جب تک کہ آپ نے ان سے میرے بارہ میں گفتگو نہیں کی حضرت عثمان بن حنیفؓ نے کہا کہ بخدا میں نے تو ان سے کوئی گفت گو نہیں کی بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ ایک نابینا شخص حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے حضور کے سامنے اپنے نابینا ہونے کی تکلیف کا اظہار کیا حضور نے فرمایا کیا تم صبر نہیں کر سکتے اس شخص نے عرض کیا کہ حضور میرا قائد (راہنما) کوئی نہیں اور مجھے بڑی تکلیف ہے تو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جاؤ وضو کرو اور پھر دو رکعت نماز پڑھو اور اس کے بعد یہ دعاء مانگو حضرت عثمان بن حنیف فرماتے ہیں کہ بخدا ابھی ہم مجلس سے جدا بھی نہیں ہوئے تھے کیونکہ ہماری مجلس میں بات چیت دراز ہو گئی تھی کہ وہ نابینا شخص آیا تو ایسا تھا کہ گویا اسکو اس سے قبل کوئی تکلیف نہیں پہنچی یعنی اس کی بینائی آنکھوں میں بالکل صحیح حالت میں ہو گئی۔ طبرانیؒ نے اس حدیث کے متعدد طرق (مختلف سندیں) ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے (الترغیب والترہیب للمنذریؒ جلد ا صـ۲۴۲)

یہ حدیث نص صریح ہے اس بات پر کہ وفات کے بعد بھی توسل بالذات کرنا جائز اور صحیح ہے۔

صاحبِ ہدایہ کی عبارت سے اشتباہ

بعض حضرات صاحب ہدایہ کی عبارت پیش کرتے ہیں اور یہ تقریباً فقہ کی دوسری کتابوں میں

---

[1] اس حدیث کو طبرانی نے اپنی معجم صغیر صـ۱۰۳ و ۱۰۴ میں کئی سندوں کے ساتھ ذکر کیا ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو شعبہ نے ابی جعفر خطمی (واسمه عمیر بن یزید الانصاری المدنی ثم البصری ثقه ابن معین و النسائی مات سنه ۱۰۵ھ حاشیہ نسائی صـ۲۷) سے روایت کیا ہے اور وہ ثقہ ہے جس کی توثیق ابن معینؒ اور امام نسائی نے کی ہے اور پھر اس روایت کو حضرت شعبہ سے صرف عثمان بن عمر بن فارس نے ہی روایت کیا ہے اور حدیث صحیح ہے اور کوکب الدری کے حاشیہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا ذکریا صاحب نے نقل کیا ہے کہ والحدیث صححہ الحاکم واقرہ علیہ الذہبی[2]

---

[2] یعنی اس حدیث کی امام حاکمؒ نے تصحیح کی ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی اسکو اسی طرح برقرار رکھا ہے۔ ۱۲ سواتی

بھی موجود ہے۔

ویکرہ ان یقول فی دعائہ بحق فلان او بحق انبیاءک ورسلک لانہ لاحق للمخلوق علی الخالق (ھدایہ اخیرین ص۴۵۵)

اور مکروہ ہے کہ کوئی شخص اپنی دعا میں یوں کہے کہ بحق فلاں یا بحق انبیاء یا بحق رسلک کیونکہ مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ عبارت اپنے اطلاق پر نہیں ہے ورنہ مندرجہ بالا احادیث بالکل اس کے خلاف واقع ہوں گی، اصل بات یہ ہے کہ صاحب ہدایہ معتزلہ کے عقیدہ کی تردید کر رہے ہیں اور اس دور کے سب ہی فقہاء گویا اپنے سامنے معتزلہ کو رکھ کر ایسی عبارتیں لکھتے رہے ہیں کیونکہ معتزلہ کا عقیدہ ہے وجوب اصلح علی اللہ یعنی جو چیز بندے کے لئے اصلح ہو وہ اللہ پر واجب ہے، اس اعتقاد کی تردید کے لئے صاحب ہدایہ نے یہ فرمایا یہ بات دلیل سے بالکل واضح ہے لیکن وہ حق جو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے اختیار اور فضل سے اپنے ذمہ لیا ہے اس کی تردید نہیں اور احادیث و آیات میں اسی حق کا ذکر ہے (حق الفضل والکرم لاحق الوجوب) دعا میں اسی حق کا واسطہ دیا جاتا ہے کیونکہ صاحب ہدایہ نے اس سے قبل یہ لکھا ہے۔

قال (صاحب جامع الصغیر) ویکرہ ان یقول الرجل فی دعائہ اسئلک بمعقد العز من عرشک الخ

یعنی مکروہ ہے کہ کوئی شخص دعا میں یہ کہے کہ میں تجھ سے تیرے عرش کے مقام عزت کے واسطے سے سوال کرتا ہوں۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اس لفظ کو دو طرح پڑھا گیا ہے معقد اور مقعد یہ ثانی بلاشبہ مکروہ ہے کیونکہ یہ قعود سے مشتق ہے (اب اللہ تعالیٰ کو قعود علی العرش کی صفت سے موصوف کرنا بالکل غلط ہے اور یہ تو فرقہ مجسمہ کا مذہب ہے جو باطل ہے) اور اگر یہ معقد ہے تو یہ اس لئے مکروہ ہے کہ یہ موہم ہے اس بات کا کہ عزت کا تعلق عرش کے ساتھ ہے (اس سے یہ وہم ہوگا کہ یہ عزت بھی حادث ہے کیونکہ اس کا تعلق محدث کے ساتھ ہوا یعنی عرش کے ساتھ حالانکہ عزت تو اللہ تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے ہمیشہ اس کے ساتھ موصوف تھا اور رہیگا) اور عرش محدث ہے اور اللہ تعالیٰ بجمیع صفاتہ قدیم ہے۔ لیکن امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ ایسا اپنی دعا میں کہنے سے کوئی حرج نہیں اور یہ ہی مسلک فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار کیا ہے کیونکہ یہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ماثور ہے (جیسا کہ بیہقی رحمۃ نے دعوات کبیر میں حضرت ابن مسعود رض سے روایت کیا ہے) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں فرماتے تھے" اللھم انی اسئلک

بمعقد العز من عرشك ومنتهى الرحمة من کتابك وباسمك الاعظم وجدك الاعلى وكلماتك التامة" لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ خبر واحد ہے اور احتیاط اس سے رک جانے میں ہے"

ظاہر ہے کہ صاحب ہدایہ اور اس قسم سے دوسرے فقہاء کرام کے سامنے باطل فرقے مثل مجسمہ اور معتزلہ کا عقیدہ ہے اس کی تردید منظور رہے نہ کہ مطلقاً عدم جواز ورنہ ان مذکورۃ الصدر احادیث کا کچھ معنیٰ نہ بن سکیگا۔

(۱۰) حضرت شاہ ولی اللہؒ کا ارشاد ہے۔

"ومن ادب الدعاء تقديم الثناء على الله والتوسل بنبى الله ليستجاب"۔
(حجة الله البالغه جلد ۲ ص ۲۰۴)

اور دعا کے آداب میں یہ ہے کہ دعا مانگنے سے پہلے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اور پھر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ توسل کرے تاکہ دعا مستجاب ہو (اور وہ بھی توسل کی ایک صورت ہے)۔

(۱۱) حضرت مولانا حسین علیؒ فرماتے ہیں کہ :۔

"قاعدہ جلیلہ ص ۴۹ میں ہے وسیلہ پکڑنا ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بیچ دعاء کے بعد وفات کی بعض صحابہ اور تابعین اور امام احمدؒ وغیرہ سے منقول ہے اس کا معنیٰ ہے اسئلك بنبيك محمد أ اسئلك بايمانى به وبمحبته "(یعنی میں تیرے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان اور محبت کے طفیل سے سوال کرتا ہوں) ص ۳۸ میں ہے التوسل بالايمان وبطاعة اصل الايمان یعنی ایمان اور طاعت کے ساتھ توسل کرنا تو اصل ایمان ہے۔ (التبیان فی تفسیر القرآن ص ۶۸) اور ذات کے ساتھ توسل کا مآل بھی ایمان اور محبت ہی ہوتا ہے، لہٰذا ذات کے ساتھ توسل کرنے میں بھی کوئی قباحت نہیں آتی لازم

(۱۲) حضرت خواجہ محمد عثمانؒ فرماتے ہیں کہ :۔

وباید مرید را کہ توسل کند بحق تعالیٰ بمشائخ

اور مرید کو چاہیئے کہ اللہ کے سامنے اپنے مشائخ کرام

ٰ؎ اس کے حاشیہ میں حضرت مولانا حسین علیؒ فرماتے ہیں کہ :۔

"حضرت قبلہ ما فرمودند بعد از ہر نماز فرض دعائے از حق تعالیٰ بواسطہ حضرات قدس اللہ تعالیٰ بخوانند"۔

ہمارے قبلہ مرشد صاحب نے فرمایا ہے کہ ہر نماز فرض کے بعد دعا اللہ تعالیٰ سے کرے بواسطہ حضرات مشائخ رحمۃ اللہ علیہم۔ ۱۲ سواتی

کدام خود در یک وقت از روز و شب و اولیٰ
بعد از تہجد است و اگر دو وقت کند اولیٰ تر است
و طریقش اینکہ بخواند فاتحہ را و اخلاص را سہ بار
باز گوید الٰہی برسان ثواب آنچہ خواندم بروح
مقدس سید المرسلین و شفیع المذنبین سیدنا محمد
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و بارواح جمیع انبیاء
والمرسلین و ملائکہ مقربین و صحابہ و تابعین و اولیاء
و صالحین خصوصاً حضرات نقشبندیہ احمدیہ
قدس اللہ اسرارہم۔

کے ساتھ شب و روز میں ایک وقت توسل کرے اور
بہتر وقت تہجد کے بعد ہے اگر دو وقت کرے تو
زیادہ بہتر ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ فاتحہ ایک بار
پڑھے اور تین بار سورۃ اخلاص پڑھے اور پھر کہے کہ
الٰہی جو کچھ میں نے پڑھا ہے اس کا ثواب حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی روح مقدس کو پہنچادے اور تمام انبیاء اور
مرسلین کی ارواح اور ملائکہ مقربین اور صحابہ اور
تابعین اولیاء اور صالحین خصوصاً حضرات نقشبندیہ
احمدیہ کے ارواح کو۔

وبعد ازاں بگوید۔
الٰہی بحرمت شفیع المذنبین الخ
الٰہی بحرمت غوث دوران قطب زمان حضرت شاہ ابو سعید احمدیؒ۔
الٰہی بحرمت غوث دوران محبوب رحمان حافظ قرآن وسیلتنا الی اللہ المجید حضرت شاہ احمد سعید
الٰہی بحرمت حاجی الحرمین الشریفین مقبول رب المشرقین والمغربین وسیلتنا الی اللہ الصمد حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مشکل کشا سید الاولیاء سند الاتقیاء زبدۃ الفقہاء رأس العلماء و رئیس الفضلاء
شیخ المحدثین قبلۃ السالکین امام العارفین برہان المعرفۃ شمس الحقیقۃ فرید العصر وحید الزمان حاجی الحرمین
الشریفین مظہر فیض الرحمن پیر دستگیر حضرت مولانا محمد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (فوائد عثمانی ص۱)

یاد رہے کہ مجموعہ فوائد عثمانی جس کو حضرت خواجہ محمد عثمانؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا سید محمد علی
اکبر شاہ صاحب دہلوی حنفی نقشبندی مجددیؒ نے مرتب کیا ہے اس میں ملفوظات، مکتوبات،
معمولات، عبادات، کرامات، خلفاء کے حالات اور دیگر مسائل تصوف کا بیان ہے اس کا تعارف جامع نے
ان الفاظ سے کرایا ہے کہ "ایں رسالہ است در احوال جناب خواجہ مشکل کشا سید الاولیاء سند الاتقیاء
زبدۃ الفقہاء رأس العلماء رئیس الفضلاء شیخ المحدثین قبلۃ السالکین امام العارفین برہان المعرفۃ،
شمس الحقیقۃ، فرید العصر وحید الزمان حاجی الحرمین الشریفین مظہر فیض الرحمن پیر دستگیر حضرت مولانا

محمد عثمان صاحبؒ قلبی روحی واہلی ومالی فداہٗ اور فوائد عثمانی کی تصحیح حضرت مولانا حسین علیؒ نے کی ہے اور جا بجا اس پر حواشی بھی تحریر فرمائے ہیں اور آخر میں صداقت نامہ بھی لکھا ہے ان الفاظ کے ساتھ۔

(حمد و صلوٰۃ کے بعد) اما بعد فیقول الفقیر الحقیر المدعو بحسین علی انی طالعت هذا الکتاب من اوله الی آخره بامر سیدی ومولائی ومرشدی حضرت سیدی محمد سراج الدین لازال فیوضاته علینا فائضة نفعنا الله بهذا الکتاب والناظرین الآخرین آمین یارب العالمین۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد کہتا ہے بندہ فقیر حقیر جس کو حسین علیؒ کے نام سے پکارا جاتا ہے کہ میں نے اس کتاب کا مطالعہ اول سے آخر تک اپنے آقا اور مرشد حضرت خواجہ محمد سراج الدینؒ کے حکم سے کیا ہے ان کے فیوضات ہم پر ہمیشہ فائز رہیں اللہ تعالیٰ اس کتاب سے ہمیں فائدہ پہنچائے اور دوسرے ناظرین کو بھی آمین یارب العالمین۔

اسی فوائد عثمانی میں ہے کہ:-

فرمودند (لطیفہ) اکثر تنازعات دین و دنیا از حب جاہ و ریاست اند کہ صادق و مصدوق فرمودہ "حب الدنیا رأس کل خطیئة" چنانچہ تنازعات "لامذہبان" و "اہل سنت و جماعت" در باب امداد اولیاء کرام والا ہیچکس از اہل اسلام قائل نیست کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء اللہ استقلالاً ضار و نافع اند اگر ہستند سبب ہستند وانکار ایشاں محض خالی از عناد نیست چرا کہ در ہمہ کار عادۃ اللہ جاری ست کہ مسبب بسبب باشد (ص ۵۳ و ۵۴)

حضرت خواجہ محمد عثمانؒ نے فرمایا کہ اکثر دین و دنیا کے تنازعات اور جھگڑے حب جاہ اور ریاست کی طلب کی وجہ سے واقع ہوتے ہیں کیونکہ صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی اصل اور جڑھ ہے جیسا کہ "لامذہبوں" اور اہل سنت کے تنازعات اولیاء کرام کی امداد کے متعلق ورنہ اہل اسلام میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہ ہوگا کہ اولیاء کرام کو استقلالاً نافع اور ضار کہتا ہو اگر ہیں تو محض سبب ہیں اور ان (لامذہبوں) کا انکار محض عناد کی وجہ سے ہے کیونکہ عادۃ اللہ جاری ہے تمام کاموں میں کہ مسبب سبب کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے)

(۱۳) حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے مسئلہ استمداد پر روشنی ڈالی ہے چنانچہ فتاویٰ عزیزی میں ہے

ہم نقل کرتے ہیں۔

سوال :۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام، شہداء عظام، اور صلحاء عالی مقام سے ان کی وفات کے بعد اس طرح استمداد کرنا کہ اے فلاں حق تعالیٰ سے میرے لئے آپ حاجت طلب کریں اور میرے لئے سفارش کریں اور میرے لئے دعاء کریں کیا یہ درست ہے یا نہیں؟

جواب :۔ اموات سے استمداد خواہ قبور کے نزدیک ہوں یا غائبانہ بلاشبہ بدعت ہے اور صحابہ اور تابعین کے زمانے میں نہیں تھا، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ یہ کس قسم کی بدعات میں سے ہے آیا بدعت سیئہ یا بدعت حسنہ[1] اور نیز حکم بھی مختلف ہوتا ہے، استمداد کے طرق کے مختلف ہونے سے اگر استمداد اس طریق پر ہو جس طرح سوال میں مذکور ہے تو ظاہر ہے یہ جائز ہے اس لئے کہ اس صورت میں شرک نہیں ہوتا یہ اس طرح ہی ہے جس طرح صلحاء سے دعاؤں اور التجاء کے لئے ان کی زندگی میں استمداد کی جاتی ہے اگر کسی دوسری طرح ہو گی تو اس کا حکم بھی اس کے موافق جدا ہو گا اور حدیث شریف میں حاجت براری کے لئے اس طرح وارد ہوا ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف رضؓ سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ آپ میرے لئے دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے عافیت دے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم صبر کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہو گا اس نے کہا کہ حضرت آپ دعاء فرمائیں آپ نے حکم دیا کہ وضو کرو اور پھر یہ دعاء مانگو اللھم انی اسئلک واتوجہ الخ (فتاویٰ عزیزی جلد ۱ ص ۸۹) نیز حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ :۔

اور استمداد کی صورت یہی ہے کہ محتاج انسان اپنی حاجت طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے کسی بندہ مکرم کی روحانیت کے توسل سے جو کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب برگزیدہ ہوتا ہے اور محتاج یہ

---

[1] یاد رہے کہ "بدعت حسنہ" ان علماءِ حق کی اصطلاح میں وہی ہوتی ہے جو سنت کے مخالف نہ ہو جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا ہے کہ "ہر بدعت ضلالت ہے اور اسکی تفریق درست نہیں اور جس کو علماء بدعت حسنہ کہتے ہیں وہ سنت کی قسم ہی ہوتی ہے جیسا صلوٰۃ تراویح پر حضرت عمرؓ نے "نعمت البدعۃ ہذہ" کا اطلاق فرمایا ہے جیسا کہ بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث میں موجود ہے فافھم۔ ۱۲ سواتی

کہتا ہے کہ اے بندہ خدا اور اے اللہ کے ولی میرے لئے سفارش کر اور اللہ تعالیٰ سے میرے لئے مطلوب کو طلب کر تاکہ اللہ تعالیٰ میری حاجت کو پورا کر دے بندہ تو درمیان میں صرف وسیلہ ہی ہے، اور معطی اور مسئول تو پروردگار ہی ہے اور اس میں کسی قسم کا شائبہ شرک بھی نہیں جیسا کہ توسل کے منکر نے وہم کیا ہے اور یہ بالکل اسی طرح ہے جیسا کہ توسل اور طلب دعا صلحاء اور دوستانِ خدا سے حالت حیات میں کرتا ہے اور یہ بالاتفاق جائز ہے تو یہ توسل بعد از وفات کیسے ناجائز ہوگا کیونکہ ارواحِ کاملین میں حین حیات اور بعد ازممات کچھ فرق نہیں سوائے اس کے کہ کمال کی طرف ترقی ہوتی ہے چنانچہ شرح مشکوٰۃ میں ہے اور شرح صدور میں سیوطی نے مفصل ذکر کیا ہے اور احادیث و روایات متعدد طرق سے بیان کی ہیں (فتاویٰ عزیزی جلد ۲ ص ۱۰۸)

(۱۴) حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ "صراط مستقیم" میں فرماتے ہیں۔

افادہ ۲ من جملہ صوفی شعار مشرکین کی بدعات میں سے جو کہ خواص عوام اہل زمانہ میں عموماً اور ملک ہندوستان میں خصوصاً شہرت یافتہ ہیں اور بعضے مقبولانِ حق بھی اس میں مبتلا ہو گئے ہیں وہ ہے مرشد کی تعظیم میں اس درجہ کا افراط کہ اس کے خدا ہونے یا نبی ہونے کا اعتقاد ظاہر ہو پس ضروری بات ہے کہ اس معاملہ کی حد اعتدال کو سمجھ لینا چاہیئے جس کا بیان یہ ہے کہ:-

مرشد بلاریب وسیلہ راہ خدا تعالیٰ است قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون (المائدہ)

مرشد بلاشبہ راہ خدا کا وسیلہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو اور اس کے رستہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

اس آیت میں فلاح کے لئے چار چیزیں مقرر فرمائی ہیں ایک ایمان دوسری تقویٰ تیسری طلب وسیلہ اور چوتھی بجز اللہ کی راہ میں جہاد اہل سلوک اس آیت سے سلوک کی طرف اشارہ سمجھتے ہیں اور مرشد کو وسیلہ جانتے ہیں اس لئے مرشد کی تلاش حقیقی فلاح اور یقینی کامیابی کے لئے مجاہد سے پہلے ضروری ہے اور سنت اللہ بھی اسی طرح جاری ہے لہٰذا مرشد کے بغیر کامیابی بہت نادر ہے پس مرشد ایسا پکڑیں کہ وہ کسی طرح بھی شریعت کے مخالف نہ ہو اور صراط مستقیم یعنی قرآن و حدیث پر راسخ القدم ہو ایسے شخص کو اپنا مرشد اور ہادی ٹھہرائیں لیکن ایسا نہ ہو کہ مرید ہر حال میں مرشد کے اتباع

کو منظورِ خاطر رکھے بلکہ مطلق پیشوا تو شرع شریف کو جانے اور بالاصالۃ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کا متبع ہو اور جس چیز کا بھی شرع شریف کے مطابق مرشد حکم دے اس کا اتباع کرے اور دل وجان کے ساتھ اسکو قبول کرے اور شریعت کے مباح امر کو مرشد کے حکم سے لازم جانے اور جو کچھ شریعت کے خلاف کہے تو ہرگز اس کا اتباع نہ کرے بلکہ اسکو رد کردے کیوں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق" یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت ہرگز نہ کرنی چاہیئے اور مرشد کی محبت بھی بایں طور ہونی چاہیئے کہ اپنے مال وجان کو مرشد کی رضا اور اسکے آرام کی خاطر صرف کرے اور دنیا کی کسی چیز کو اس کی رضا سے زیادہ عزیز نہ جانے کیونکہ جو فائدہ مرشد سے حاصل ہوگا وہ دنیا کے تمام منافع سے ہزار ہا درجہ بہتر ہے لیکن مرشد کی محبت اس طرح ممنوع ہوگی کہ اللہ ورسول کی نافرمانی کو مرشد کی محبت کے سامنے گوارا کرے کیوں کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے دربار سے دور کرنے کا موجب ہے تمام قسم کی محبتیں اور حقوق کی اصل اللہ تعالیٰ کی محبت اور حق ہے، اللہ کی محبت اور اس کے حق کے سامنے کسی اور کی محبت اور حق کو خیال میں لانا اللہ تعالیٰ سے محجوب اور اس کی عنایتوں سے محروم ہونا ہے اگر پیر کے ساتھ بیعت کرنے کے بعد طالبِ حق کو اس پیر میں کوئی منکر کام معلوم ہو جائے تو اسکو نصیحت کرنی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے دعا کرنی چاہیئے اور اگر وہ باز نہ آئے اور اس برے کام کو نہ چھوڑے تو اگر وہ کام فسادِ عقیدہ سے تعلق رکھتا ہے تو اس سے بیعت توڑ دے اور اسکو اپنا پیرو مرشد نہ جانے اور اگر وہ کام فسادِ عقیدہ کی قسم سے نہ ہو تو بیعت نہ توڑے لیکن ایسے مرشد کو آزمائش میں مبتلا خیال کرے اور اس کام میں اس کی پیروی کرنا حرام جان کر اس ابتلاء سے اس کی نجات کے لئے ظاہری اور باطنی کوشش کرتا رہے۔

(۱۵) حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے منظوم شجرہ طریقت جو سلاسل طیبہ میں درج ہیں اور اس کے علاوہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بھی مناجات مقبول میں ان کو درج کیا ہے حضرت نانوتویؒ کا شجرہ منظومہ تو کافی طویل ہے بطورِ نمونہ کے ہم چند اشعار اس کے نقل کرتے ہیں تاکہ مسئلہ توسل پر روشنی پڑ سکے ؎

بحق مقتدائے عشق بازاں — رئیسِ پیشوائے مقتدایاں

امام راست بازاں شیخ عالم — ولی خاص صدیق معظم

شہِ والا گہر امداد اللہ؛ کہ بہر عالم است امداد اللہ

اخیر میں فرماتے ہیں ؎

باآں کو رحمۃ للعالمین ست بدرگاہت شفیع المذنبین ست
بحق سرورِ عالم محمدؐ؛ بحق برترِ عالم محمدؐ

؎ بچشم لطف اے حکم تو بر سر بحالِ ما قاسمِ بے چارہ بنگر

اس شجرہ کا ابتدائی شعر اس طرح ہے ؎

الٰہی غرق دریائے گناہم تو میدانی و نحوِ ہستی گواہم

حضرت مولانا گنگوہیؒ کا شجرہ منظومہ

سیدی[1] شیخی رشید احمد امام وقت شیخ وہ مرا صادق یقیں از بہر جاہش اے غنی
بہر امداد و بنور و حضرت عبد الرحیم عبد باری، عبد ہادی عضد دیں مکی ولی
ہم محمدی و محب اللہ و شاہ بو سعید ہم نظام الدین جلال و عبد قدوس احمدی
ہم محمد عارف و ہم عبد حق ہم شیخ جلال شمس دیں ترک و علاؤ الدین فرید جود ھنی
قطب دیں و ہم معین الدین عثمان شریف ہم مودود و ابو یوسف محمد احمدی
بو اسحاق و ہم ممشاد و ہبیرہ نامور ہم حذیفہ و ابن ادہم ہم فضیل مرشدی
عبد واحد ہم حسن بصری علی فخر دیں سید الکونین فخر العالمین بشری نبی

پاک کن قلبِ مرا تو از خیال غیر خویش
بہر ذات خود شفا یم دہ ز امراض دلی

(۱۶) شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی کی تحقیق

سیدی و مرشدی حضرت مولانا مدنیؒ نے "بحق" اور "توسل" کی نہایت ہی قیمتی تحقیق فرمائی ہے جو اہلِ انصاف کے لئے اطمینان کا باعث ہوگی اور اہل بصیرت کے لئے "کحل الجواہر" سے زیادہ بصارت افروز ہوگی، حضرتؒ فرماتے ہیں کہ حقیقت حال یہ ہے کہ لفظ حق متعدد معنوں میں آتا ہے۔

---

[1] یہ پہلا شعر حضرت مولانا شاہ اشرف علیؒ نے اضافہ فرمایا ہے باقی اشعار حضرت گنگوہیؒ کے ہیں۔ ۱۲ سواتی

(۱) واجب عقلی جس کا ثبوت اور لزوم دلائل عقلیہ قطعیہ سے ہوتا ہو اور اس کا خلاف مستحیل اور ممنوع عقلی ہو۔

(۲) واجب شرعی جس کا ثبوت اور لزوم نص شرعی اور وعدہ خداوندی کی بنا پر ہوا ہو اگرچہ عقلاً اس کا وجود ضروری نہ ہو۔

(۳) مستحق و ثابت یعنی وہ چیز جو کہ وجود اور ثبوت رکھتی ہو اگرچہ ضروری نہ ہو۔

(۴) جدیر اور لائق یعنی وہ چیز جس کا موجود ہونا بہتر اور اعلیٰ ہو اگرچہ ضروری نہ ہو۔

(۵) مشابہ بالواجب یعنی وہ چیز جو کہ ضروری چیز کے مماثل اور مشابہ ہے اگرچہ واقع میں لازم اور ضروری نہیں جیسے زید اسد۔

(۶) موجود صوری یعنی مشاکلۃً اور صورۃً عبارت میں جو کسی چیز کو دوسرے کے برابر قرار دی گئی ہو جیسے "جزاءُ سیئۃٍ سیئۃٌ مثلُھا" اگرچہ وہ حقیقت میں موجود نہ ہو۔

(۷) احترام اور بڑائی یعنی وہ چیز جو کہ مرتبہ اور شرف رکھنے والی ہو اور قبولیت سے نوازی گئی ہو۔

(۸) مہتم بالشان یعنی وہ چیز جس کو نہایت اہم اور قابل اعتناء کوئی قرار دے اگرچہ واقع میں وہ لازم نہیں ہے جیسے حدیث شریف میں "حق علی کل مسلم ان یغتسل فی کل سبعۃ ایام" (یعنی ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ہفتہ میں ایک دن نہانے کا اہتمام کرے)

الغرض استعمال عربی اور لغت عرب میں لفظ حق ان متعدد معانی وغیرہ میں مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ شراح حدیث عینیؒ قاریؒ عسقلانیؒ وغیرہ اور قاموس، لسان العرب، مجمع البحار وغیرہ علماء لغت ذکر فرماتے ہیں مگر سب سے پہلے معنی میں سلف میں اختلاف واقع ہوا معتزلہ چونکہ عدل اور اصلح کو اللہ تعالیٰ پر عقلاً واجب قرار دیتے ہیں اس لئے غفران اہل توحید اللہ تعالیٰ پر عقلاً واجب کہتے ہیں اور یہ حق بندوں کا اس پر لازم باللزوم العقلی قرار دیتے ہیں اور اہل سنت والجماعت کسی فعل کو اللہ تعالیٰ پر عقلاً اور ذاتاً واجب نہیں کہتے اس لئے یہ دعا کرنا "اللھم انی اسئلک بحق فلاں یا بحق الانبیاء والمرسلین" اہل اعتزال کے عقائد کے موافق ہوگا اہل سنت والجماعت کے خلاف ہوگا قرون تابعین اور تبع تابعین میں معتزلہ کا بہت زور و شور تھا اس لئے فقہاء کرام نے سدًّا للذریعۃ منع فرمایا تھا،

اب جب کہ وہ اور ان کے عقائد معدوم ہو گئے تو اس کا اشتباہ بھی معدوم ہو گیا تو اس لفظ کے استعمال میں پہلے معنی کے ارادہ کرنے کا احتمال ہی نہیں بلکہ دوسرے معانی ہی لئے جاتے ہیں اس لئے اس میں کوئی حرج نہ ہوگا۔

شرح نقایہ جلد ثانی کتاب الکراہتہ ص۳۳۶ میں فرماتے ہیں

قیل ویحرم ان یقول فی دعائہ بحق فلان نبیا کان او ولیا او بحق البیت او المشعر الحرام لانہ لاحق للخلق علی اللہ لکن قد یقال لاحق لھم وجوبا من اصلہ ولکن اللہ سبحانہ جعل لھم حقا فضلا او یراد بالحق الحرمۃ والعظمۃ فیکون من باب الوسیلۃ وقد قال اللہ سبحانہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وقد عد من آداب الدعاء التوسل بالانبیاء والاولیاء علی ما فی الحصن الحصین وقد جاء فی روایۃ اللھم انی اسئلک بحق السائلین علیک وبحق ممشائی الیک فانی لم اخرج اشرا ولا بطرا (الحدیث)

حضرت ملا علی القاری فرماتے ہیں کہا گیا ہے کہ کوئی شخص اپنی دعا میں یوں کہے کہ بحق فلاں خواہ وہ نبی ہو یا ولی یا بحق البیت یا مشعر الحرام کہے تو ایسا کہنا حرام ہوگا کیونکہ مخلوق کا کوئی حق خالق پر نہیں ہے لیکن کبھی اس کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کا کوئی حق نہیں وجوباً لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اپنے فضل وکرم سے حق بنایا ہے، یا حق سے مراد حرمت ہے تو پھر یہ وسیلہ کے باب سے ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور نیز انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے ساتھ توسل آداب دعا میں شمار کیا گیا ہے جیسا کہ حصن حصین[1] میں ہے اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے سائلین کے حق اور وسیلہ سے مانگتا ہوں اور میں تجھ سے اپنے چلنے کے وسیلہ سے دعا مانگتا ہوں۔ کیونکہ میں اتراتے ہوئے اور اکڑ کر نہیں چلتا (جیسا کہ ابن ماجہ کی حدیث میں ہے)

ردالمحتار حاشیہ درالمختار للعلامہ ابن العابدین الشامی میں ہے

؎ محدث حصن حصین والے فرماتے ہیں کہ۔ وان یتوسل الی اللہ تعالیٰ بانبیائہ الصالحین من عبادہ (حصن حصین ص طبع مصر)

آداب دعا میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کے انبیاء اور نیک بندوں کا توسل پیش کرے۔ ۱۲ سنواتی

(قوله وكره بحق اسلك) هذا لم يخالف منه ابو يوسفؒ بخلاف مسئلة المتن السابقة كما افاد الاتقاني وفي التاتارخانية وجاء في الآثار ما دل على الجواز (قوله لانه لاحق للخلق على الخالق) قد يقال انه لاحق لهم وجوبا على الله لكن الله سبحانه وتعالى جعل لهم حقا في فضله او يراد بالحق الحرمة والعظمة فيكون من باب الوسيلة وقد قال (وابتغوا اليه الوسيلة) وقال السبكي يحسن التوسل بالنبي صلى الله عليه وسلم الى ربه ولم ينكره احد من السلف ولا الخلف الا ابن تيمية فابتدع ما لم يقل عالم قبله الخ (رد المختار جلد ۵ ص ۲۸۱)

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں امام ابو یوسفؒ نے جواز کا قول کیا ہے اور فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے کہ اس مسئلہ میں ایسے آثار وارد ہوئے ہیں جن سے جواز معلوم ہوتا ہے اور یہ استدلال کہ مخلوق کا کوئی حق خالق پر نہیں اس کا مطلب یہ لیا گیا ہے کہ وجوبی حق اللہ تعالیٰ پر کسی کا نہیں لیکن اس نے اپنے فضل سے ان کا حق اپنے ذمہ لیا ہے اور یا مراد حق سے حرمت عظمت ہے اور یہ باب وسیلہ سے ہوگا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ اور امام سبکی نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ توسل کرنے کو اللہ تعالیٰ کے سامنے مستحسن قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس مسئلہ میں سلف اور خلف میں سے کسی نے انکار نہیں کیا سوائے امام ابن تیمیہؒ کے اور امام ابن تیمیہؒ نے ایک ایسی نئی بات کی ہے جو ان سے قبل کسی عالم نے نہیں کی)

خلاصہ یہ ہے کہ دعا میں بحق فلاں یا بحرمت فلاں کہنا نہ صرف جائز ہے بلکہ وارد اور مستحسن ہے مودودی صاحب منع کرتے ہیں غلطی پر ہیں اور ہدایہ کی عبارت سے ان کا استدلال صحیح نہیں ہے ہدایہ میں حق بمعنی واجب العقلی کو منع کیا گیا ہے اور اہل سنت جب دعا میں یہ کلمہ کہتے ہیں تو واجب عقلی مراد نہیں لیتے بلکہ ایسے معانی مراد لیتے ہیں جن سے توسل سمجھا جاتا ہو جو کہ ارجی للاجابۃ ہے" واللہ اعلم

مسئلہ وحدت الوجود میں راہ اعتدال

ہست رب الناس را باجان ناس — اتصالے بے تکیف بے قیاس
بود نقش و نگار سا ہے کچھ ؟ — صورت اک اعتبار سا ہے کچھ

یہ جو مہلت جسے کہیں ہیں عمر　　　دیکھو تو انتظار سا ہے کچھ ! (میر تقی)

اس مسئلہ پر کچھ لکھنے سے بہت ڈر لگتا ہے چونکہ بہت دقیق مشکل بلکہ اصعب المسائل ہے لیکن جب صدیوں سے یہ مسئلہ بھی اہل نظر و فکر کے سامنے چھڑا ہوا ہے تو مجبوراً اس کے بارہ میں بھی بعض باتوں کا اظہار ناگزیر ہے اس میں افراط و تفریط بہت واقع ہوئی ہے ہماری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ اس میں راہِ اعتدال معلوم ہو سکے تمام کائنات مخلوق ہے تو یقینی بات ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ اس کائنات کا اپنے خالق اور اللہ سے کیا تعلق ہے اور یہ کائنات کس طرح عالم وجود میں آئی اس لئے مسئلہ کے سمجھنے سے بھی چارہ کار نہیں اور مسئلہ کی اصل حقیقت کو بھی بقدر استطاعت جاننا لازمی ہے۔

حضرت شاہ رفیع الدینؒ کا ارشاد

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ نے اس بارہ میں خوب کلام کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ :-

"میں کہتا ہوں جیساکہ ایک بے عقلوں کی جماعت اس مسئلہ (وحدۃ الوجود) کی فضیلت بیان کرنے میں راہِ صواب سے ہٹ گئی ہے اور اسی مسئلہ کی معرفت میں انہوں نے شریعت ہدایت کے کمال کو منحصر سمجھ لیا ہے، اسی طرح ایک دوسرے بے عقلوں اور بے وقوفوں کی جماعت اس مسئلہ کے انکار کرنے میں راہِ صواب سے اس قدر دور جا پڑی ہے کہ اس مسئلہ کا انکشاف اور اس کے راز کا مشاہدہ ان کے نزدیک ایسے خیالات کی قسم سے ہے جو واقع کے مطابق نہیں اور اس مسئلہ کے قائلین کو وہ اسباب کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ ان کے مزاج میں سوداء کا غلبہ ہے اسی طرح کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ اس حال کو زندقہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور ایک گروہ اسکو راہِ صواب سے قصور اور انحراف سمجھتا ہے اور بعض اسکو خطائے اجتہادی کے قبیل سے خیال کرتے ہیں، الغرض یہ لوگ طرح طرح کے اوہام باطلہ کا شکار ہیں خلاصہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ حقیقت کی نگاہ میں توحید ایمانی ہے لازماً اس مسئلہ کا اسوۂ حسنہ اور نمونہ سابق میں موجود ہے طائفہ مرجئہ اس اصل ایمان کو کامیابی کے تمام مراتب میں کافی خیال کرتا ہے اور عذاب سے خلاص کلی یا مکمل رہائی کا باعث اسکو سمجھتا ہے اور مرجئہ کہتے ہیں کہ ایمان کے ساتھ کوئی معصیت نقصان نہیں دیتی جیسا کہ کفر کے ساتھ کوئی نیکی فائدہ نہیں دیتی، اور خارجیوں کے گروہ نے اسکو اپنے اصلی مقام سے بالکل ہی ایسا نیچے گرا دیا ہے کہ

اس سے نہ نجات مل سکے اور نہ نارِ مؤبد سے رہائی ممکن ہو بلکہ انہوں نے ارتکاب صغیرہ وکبیرہ کو کفر صریح شمار کیا ہے خود بھی گمراہ ہوئے اور دیگر بہت سی مخلوق کو راہ راست سے گمراہ کیا، اور حق بات یہ ہے کہ جس طرح توحید ایمانی نجات کے مراتب میں اصل ہے لیکن اس کے ساتھ اعمال صالحہ کی ادائی ضروری ہے جیسا کہ توحید عرفانی مراتب عرفان میں اصل ہے لیکن اس کے ساتھ عمدہ احوال کا تلبس بھی ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ یہ احوال اعمال صالحہ کا ثمرہ ہیں اور اس بات کو اصل نجات میں دخل نہیں اعمال صالحہ بھی عذاب سے رہائی اور جنت کے درجات کی ترقی کا باعث ہیں اور توحید شہودی کا حق کمال اتباع کے بغیر میسر نہیں ہو سکتا جیسا کہ بزرگانِ دین کی کتب میں مصرح ہے دیکھا جائے تو یہ افراط و تفریط صرف اس مسئلہ وحدۃ الوجود کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ تمام عقائد دینیہ، اعمال شرعیہ اخلاق محمودہ تین درجے رکھتے ہیں، افراط، تفریط، توسط اور بحکم خیر الامور اوسطہا کہ بہتر کام اوسط درجہ کے ہوتے ہیں توسط (اعتدال و میانہ روی) ہر معاملہ میں خواہ اعتقاد ہو، عمل ہو یا اخلاق پسندیدہ ہے اور افراط و تفریط مذموم ہے امام بیضاوی نے ان اللہ یأمر بالعدل کی تفسیر میں فرمایا ہے "یأمر بالعدل بالتوسط فی الامور اعتقادا کالتوحید المتوسط بین التعطیل والتشریک والقول بالکسب المتوسط بین الجبر والقدر وعملا کالتقید باداء الواجبات والمندوبات المأثورۃ المتوسط بین البطالۃ والترهب وخلقاً کالجود المتوسط بین البخل والتبذیر" (یعنی اللہ تعالیٰ حکم دیتا عدل یعنی توسط اور میانہ روی اختیار کرنے کا تمام امور میں مثلاً اعتقاد ہے تو اس میں توحید کو اختیار کرنا جو متوسط ہے تعطیل (یعنی خدا کو معطل خیال کرنے) اور شرک کے درمیان اور بندہ کے لئے کسب کا قول کرنا کہ بندہ کاسب ہے اور خدا خالق ہے یہ متوسط ہے جبر اور قدر کے درمیان اور عمل میں جیسا کہ واجبات اور مندوبات کی پابندی کرنی یہ متوسط ہے بالکل بیکار محض رہنے اور غایت درجہ کے زہد اور رہبانیت میں اور اخلاق میں مثلاً سخاوت متوسط ہے بخل اور فضول خرچی کے درمیان۔)

جب افراط و تفریط کی راہ طے کرنا تمام اصول و فروع میں نامناسب ہے تو اس مسئلہ وحدۃ الوجود میں جو معارف کی اصل ہے اور مطالب میں ادق ہے اس میں افراط و تفریط اختیار کرنا تو بہت زیادہ ہی نامناسب ہوگا پس اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو غارت کرے جنہوں نے اہل اللہ کے کلام کو غیر محمل پر محمول کیا اور غیر محل میں اتارا الحاد و زندقہ اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے محجوب ہو کر اور بیگانگی اختیار

کرتے ہوئے محض شیطانی خرافات کا اتباع کیا اور سرکشوں کے حکم کی تعمیل" (دمغ الباطل مخطوطہ ص ۴۵ و ۴۶)

حضرت شاہ کلیم اللہؒ جہان آبادی کی تحقیق

"وحدۃ الوجود" کی صوفیہ کرام کی اصطلاح میں عام طور پر تعبیر یہ کی جاتی ہے کہ تمام موجودات کو ایک وجود حق خیال کرنا اور ماسوا کے وجود کو محض از قسم اعتبارات سمجھنا جیسا کہ مثلاً موج، حباب، گرداب، قطرہ، ژالہ، وغیرہ سب کو ایک ہی پانی سمجھتے ہیں لیکن یہ تعبیر تو بہت سادہ ہے اس سے یقیناً اس مسئلہ کی حقیقت کو نہیں سمجھا جا سکتا اصل بات یہ ہے جیسا کہ حضرت شاہ کلیم اللہؒ جہاں آبادی فرماتے ہیں:-

"جو چیز حواس خمسہ ظاہرہ (باصرہ، سامعہ، شامہ، ذائقہ، لامسہ) اور حواس باطنہ (حس مشترک، خیال، وہم، حافظہ، متصرفہ) کی مدد سے مدرک ہوتی ہے وہ اگر واقع کے مطابق ہے تو یہ حق ہے اور اگر وہ واقع کے مطابق نہیں تو وہ باطل ہے اور یہ بات قائلین وحدۃ الوجود کے نزدیک محقق اور ثابت ہے کہ حق جس طرح اللہ تعالیٰ کے بعض مظاہر سے ہے اسی طرح باطل بھی اس کے بعض مظاہر سے ہے حضرت شیخ ابومدین مغربیؒ جو کہ شیخ محی الدین ابن العربیؒ کے شیخ ہیں فرماتے ہیں کہ ؎

لا تنکر الباطل فی طورہ ۔۔۔ فانہ بعض ظہوراتہ

واعطہ منک بمقدارہ ۔۔۔ حتی توفی حق اثباتہ

باطل کو اوپرا مت سمجھو اس کے طور میں یعنی عیب کی طرف مت منسوب کرو کیونکہ وہ بھی اسی کے ظہور کا کرشمہ ہے اس لئے کہ وجود ہر شیٔ کا اسی کے وجود کا پرتو ہے اس لئے اپنے حوصلہ کے مطابق اس کا حق ادا کرو تاکہ تم بھی مرتبہ کمال تک پہنچ سکو اور وہ مرتبہ وحدۃ الوجود ہے یعنی ہر چیز کے وجود میں وجود حق دکھائی دے (لیکن مبتدی شخص کو اس میں مشغول نہ ہونا چاہیئے کیونکہ وہ اپنے لازمی اور ضروری معاملات سے رہ جائے گا اور سمجھ نہ آنے پر گمراہی کا خطرہ ہے)

شیخ مؤید الدین الجندیؒ نے اس پر ایک اور شعر کا اضافہ کیا ہے ؎

فالحق قد یظہر فی صورۃ ۔۔۔ وینکر الجاھل فی ذاتہ

یعنی حق کا ظہور کبھی اس کی صورت سے ہوتا ہے اور جاہل اس کی ذات (اصل) سے ہی انکار کر دیتا ہے پس جو کچھ نفس کے اندر مدرک ہوتا ہے کلیات ہوں یا جزئیات اسکے مطالعہ میں وجود مطلق ایک

خاص شان کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے اور یہ راستہ تمام راستوں میں اقرب اور اوثق ہے جس سے خطرات بند ہو جاتے ہیں اور شک نہیں کہ اس حالت میں کیفیت غیبیہ اور حالت ذوقیہ پیدا ہوتی ہے اور مراتب کبریائی (شہنشاہی والہی) ادراک کے احاطہ میں آتے ہیں اور درست بات یہ ہے کہ اس مطالعہ کی نفی کر دو اور اس غیبی کیفیت کو پکڑ لو اور اپنے نفس کو چھوڑ دو اور اچھی طرح بے ہوشی کے دامن کو سمیٹ لو کہ غیب سے باہر آنا ناشکر گذاری ہے۔ اس طریق کے محققین کے نزدیک اگرچہ اس سے باہر آنا توجہ و تفکر حقائق اور تدبر دقائق علمی و عملی سے ملا ہوا ہو کیونکہ غیبت و بے خودی وادی حیرت کی ابتدا ہے اور وہ ان مقامات کا آخر ہے (کشکول کلیمی ص ۲۷ و ۲۸)

"سالک بچشم دل اپنی حقیقت جو کہ "حقیقت جامعہ" ہے کی طرف دیکھتا ہے اور اپنی حقیقت کو اپنی چشمِ دل سے مشہود رکھتا ہے اپنے تمام احوال و افعال میں اس کے بعد نظر کرتا ہے کہ اس کی یہ حقیقت جامعہ تمام موجودات حسنہ و قبیحہ، لطیفہ و کثیفہ، محسوسہ و غیر محسوسہ میں جاری و ساری ہے یہاں تک وہ مشاہدہ کرتا ہے کہ جمیع عوالم اس کے ساتھ قائم ہیں اور یہ سرایت اس کے تمام موجودات کے اندر سرایت کئے ہوئے ہے پس جو محسوس و معقول ہے (حس و عقل میں جو چیز آتی ہے) وہ آئینہ ہوتا ہے کہ سالک اس میں اپنی حقیقت جامعہ کو دیکھتا ہے گویا تمام عالم بمنزلہ جسم کے بن جاتا ہے اور سالک بمنزلہ اس جسم کی روح کے اور اس مرتبہ کو مرتبہ جمع الجمع (یا شہود خلق قائم بحق) کہتے ہیں جب سالک میں یہ مراقبہ خوب قوت پکڑ لیتا ہے اور جو کچھ عوالم میں گذرتا ہے سالک اس سے متاثر ہوتا ہے غم ہو یا خوشی اس لئے کہ جسم پر اگر راحت یا تکلیف وارد ہو تو روح کا ادراک لازمی ہے۔"

(کشکول کلیمی ص ۲۸ و ۲۹)

"بعضے اس (وجود) مطلق کو دریائے نور غیر متناہی سے تعبیر کرتے ہیں اور خود اپنے آپ کو ایک قطرۂ نور جو اس دریائے نور میں مستہلک (نیست ہونے والا) دیکھتے ہیں اور بعضے اس کو ظلمت غیر متناہی قرار دیتے ہیں اور خود اپنے آپ کو اپنا ظل خیال کرتے ہیں جو شب دیجور میں مستہلک تھا اور بعضے اسکو اس خلاء کے ساتھ جو آسمان و زمین کے درمیان ہے یا ہر چیز کے درمیان ہے تمثیل دیتے ہیں اور یہ محض تمثیل ہے جو معقول و محسوس کے ساتھ کمزور اور ضعیف عقول والے لوگوں کی تفہیم کی خاطر دی گئی ہے ورنہ ذات برحق ان تمام تشبیہات و تمثیلات سے بہت بلند ہے ع

وللناس فیما یعشقون مذاہب

مطلوب اس سے موہوم ہستی کا فنا کرنا ہے جو کہ دیدہ سالک پر وجود مطلق جو کہ اس کی حقیقت ہے کے مشاہدہ سے پردہ ڈالے ہوئے ہے۔"

حاصل یہ ہے کہ سالک اپنے نفس ناطقہ میں ایک نسبت دریافت کرتا ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ اس نسبت کی طرف ثانی کس کے ساتھ مربوط ہے اور سالک اس کو جس میں بھی بند کرتا ہے تو لامحالہ اس کے لئے ایک تعین پیدا ہو جاتا ہے اور وہ بارگاہ مطلوب اور دربار مقصود قطعی طور پر اس تعین سے ماوراء ہے اور یہ جس مرتبہ میں ٹھہرتا ہے وہ دربار مطلوب اس سے ماوراء ہے جو کچھ سالک کے حیطہ تصور میں متعین ہوتا ہے وہ لامحالہ ذہن سالک کے تعین سے ہی متعین ہوتا ہے ادھر متعین جو کسی بھی قید و تشخص سے متعین ہو وہ مطلوب نہیں اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ مطلق (ذات) کی کنہ (حقیقت) تک کسی نبی اور ولی کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا ع

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں

(کشکول کلیمی ص۴۷)

میرزاہدؒ کی تحقیق

حضرت مولانا محمد زاہد ہرویؒ استاذ شاہ عبدالرحیمؒ والد امام ولی اللہؒ وجود کی حقیقت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"تحقیق یہ ہے کہ وجود مصدری معنی سے (مصدری معنی وجود کا ہونا ہے) ایک امر اعتباری ہے جو نفس الامر میں متحقق اور ثابت ہے اور وجود بمعنی ما بہ الموجودیۃ (جس کے ساتھ ہستی کا قیام ہوتا ہے) خود بنفسہ موجود ہے بلکہ واجب لذاتہ ہے اور یہ اس لئے کہ کسی چیز کے اعتباری ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ نفس الامر میں متحقق ہو بایں معنی کہ اس کا موصوف ایسا ہو کہ اس چیز کا انتزاع اس سے ہو سکے یہاں تین چیزیں ہیں ایک منتزع عنہ (جس سے کوئی چیز انتزاع کی جا سکتی ہو) اور یہ ماہیت ہے من حیث ہی کے درجہ میں اور دوسرا منتزع ہے اور وہ وجود ہے معنی مصدری کے اعتبار سے اور تیسرا منشا انتزاع ہے اور وہ وجود بمعنی ما بہ الموجودیۃ ہے جو قائم بنفسہ ہے اور واجب لذاتہ ہے کیونکہ یہ ماہیت کے ساتھ قائم نہیں نہ انضمام کے طریق پر ورنہ اس کا اپنے موصوف سے تأخر لازم آئے گا اور نہ اس کا قیام ماہیت کے ساتھ انتزاع کے

طریق پر ہے ورنہ وجود بالمعنی المصدری کے انتزاع کے وقت ایک اور انتزاع لازم آئے گا بلکہ انتزاعات کا ایک غیر متناہی سلسلہ قائم ہو جائے گا۔"

اسی طرح حضرت میرزاھدؒ واجب الوجود کے علم کی بحث میں فرماتے ہیں کہ:۔

"خوب جان لو واجب الوجود کے لئے ایک علم اجمالی ہے اور ایک علم تفصیلی علم اجمالی سو وہ علم تفصیلی کا مبداء ہے اور یہ صفت کمال ہے اور عین الذات ہے اور اس کی تحقیق جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اس کی سمجھ عطا فرمائی ہے یہ ہے کہ ممکن کی دو جہتیں ہیں، ایک جہت وجود اور فعلیت ہے اور دوسری جہت عدم اور لا فعلیت ہے ممکن دوسری جہت کے اعتبار سے اس قابل نہیں کہ علم کا اس کے ساتھ تعلق ہو کیونکہ اس جہت سے تو وہ معدوم محض ہے اور جس جہت کے اعتبار سے اس کے ساتھ علم کا تعلق ہے وہ پہلی جہت ہے اور یہ جہت بھی اس کی طرف راجع ہے اس لئے کہ ممکن کا وجود بعینہ وجود واجب ہے جیسا کہ محققین اس طرف گئے ہیں پس اللہ تعالیٰ کا علم ممکنات کے ساتھ مشتمل ہے اس کے علم کے ساتھ جو اپنی ذات کے ساتھ ہے اس طرح کہ اس سے کوئی چیز بھی غائب نہیں اور اس کے فہم پر اوصاف انتزاعیہ کی حالت جو ان کے موصوفات کے ساتھ ہوتی ہے اس سے امداد حاصل کی جاسکتی ہے کیونکہ ان اوصاف انتزاعیہ کے لئے ایک قسم کا وجود ہوتا ہے جو خارجی وجود کے قائم مقام ہوتا ہے آثار کے ترتب میں اور یہ منشا اتصاف بھی ہوتا ہے اور اسی کے باعث ان کے درمیان اور انکے موصوفات کے درمیان امتیاز کی لکیر کھینچی جاسکتی ہے اور علم تفصیلی تو وہ علم حضوری ہے موجودات خارجیہ اور صور ذہنیہ علویہ اور سفلیہ کے ساتھ" (حیات ولی ص ۲۱۳ و ۲۱۴ بحوالہ تعلیقات تجوید)

حضرت شاہ ولی اللہؒ کا ارشاد

حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنے مکتوب میں جو مولانا عبد القادر جونپوری کے مکتوب کے جواب میں لکھا ہے فرماتے ہیں آپ کا مکتوب شریف الاجو بلند مقصد پر دلالت کرتا ہے ایک ایسے مسئلہ سے تعرض کیا گیا ہے جس میں افکار حیران ہیں اور نظریں اس تک پہنچنے سے ہچکچاتی ہیں میرے لئے کیسے ممکن ہے کہ ایک ورق میں اس کا جواب لکھ دوں یا ایک کلمہ میں اس کا حل پیش کر دوں البتہ میں ایک نکتہ ذکر کرتا ہوں آپ کی تقریر میں جو تیسرا معنی توحید کا ذکر کیا گیا ہے کہ:۔

"ممکنات کی ذوات تماماً اور مجعولات کے ذرات سب چھوٹے بڑے فنا ہیں اپنے جواہر کے

اشباح ہیں اور بے حقیقت ہیں اپنی ذات میں پس اگر واجب کا فیض نہ ہو تو یہاں نہ کوئی ذات ہوتا اور نہ ماہیت سمجھ میں آئے۔ ان ماہیات و ذوات کا تقرر اور صدور اور ان پر حکم لگانے کی صلاحیت صرف اس ذات عالی کی طرف نظر کرتے ہوئے ہے جس کے فیض کا سایہ بہت پھیلا ہوا اور دورانہ ہے۔"

یہ جو آپنے کہا ہے یہ بعینہٖ وحدۃ الوجود ہے محققین کے نزدیک جو اہل معرفت اور اہل شہود ہیں لیکن ان کی زبانیں اور طرز بیان اس بارہ میں مختلف ہیں بعض نے مجاز اور مسامحت کی زبان میں گفتگو کی ہے اور بعض نے تحقیقی طور پر حقیقت کو کھول کر بیان کرنے کا طریق اختیار کیا ہے ؎

عبار اتنا شتی وحسنك واحد   وكل الى ذاك الجمال يشير

پس یہ فیض بالذات وحدانی ہے اور باعتبار قوابل کے متکثر ہے اس فیض کو فیض اقدس سے موسوم کیا جاتا ہے، ماہیات کے صدور کی جہت سے اور اس کو فیض مقدس سے تعبیر کیا جاتا ہے فعلیات اور لوازم وجود خارجی کی صدور کی جہت سے۔ باقی ان کا یہ کہنا کہ وہی جود مطلق ہے تو اس مطلق سے ان کی مراد امر انتزاعی نہیں ہوا کرتا جو افراد سے انتزاع کیا جاتا ہے جیسا کہ متکلم کلیات میں اس کی تقریر کرتا ہے اور نہ اس سے مراد موجود فی ضمن الافراد ہوتا ہے جو بالاستقلال موجود نہیں ہوتا جیسا کہ حکیم کا زعم ہے بلکہ اس سے مراد ایک ایسا امر ہے جو فی نفسہٖ متحقق ہے اور متعین بذاتہ ہے جس کی طرف تمام ممکنات کی نسبت یکساں ہے۔"

(مکتوب شاہ ولی اللہؒ مندرجہ حیات ولی ص۵۴۲)

اعیان ثابتہ

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں کہ کشف کی بصیرت فیصلہ کرتی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی صفات کے لئے نقائض ہیں جو علم کے مرتبہ میں بالکل متمایز ہیں یعنی ایک دوسرے سے ممتاز ہیں پس علم کی نقیض جہل ہے اور قدرت کی نقیض عجز ہے اور بصر کی نقیض عمیٰ (نابینائی اور اندھاپن) ہے اور اسی طرح یہ نقائض اعدام اصلیہ ہیں (یعنی اپنے اصل مرتبہ میں معدوم ہیں) اور علم کے مرتبہ میں متقرر یعنی ثابت ہیں لیکن اپنے نقائض کی طرف اضافت سے یعنی جب انکو ان کے نقائض کی طرف مضاف کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی صنع اور کمال قدرت سے یہ اعدام اس مرتبہ میں اپنے نقائض کے رنگ سے رنگین ہو جاتے ہیں اور وہ نقائض صفات کمال ہیں اور جب یہ مرتبہ علم میں آپس میں باہم مخلوط ہوتے ہیں تو ان کو "اعیان ثابتہ" کہا جاتا ہے اور ان کا اس مرتبہ میں وجود کے رنگ سے رنگین ہونا بھی کون اوّل ہے اور

سبب ہے خارج میں موجود ہونے کا پس اعیان ثابتہ ظلال ہیں صفات کے اور ممکنات ظلال ہیں خارج ظلی میں ان اعیان ثابتہ کے اور ممکنات کے ظلال ہونے کا معنٰی یہ ہے کہ وجود اور اس کے توابع کا فیضان اور افاضہ مبدأ فیاض سے ممکنات پر جو موجود فی الخارج ہیں ان اعیان ثابتہ کے توسط کے بغیر نہیں ہو سکتا جیسا کہ قندیل کی روشنی اشیاء پر زجاجہ (شیشہ) کے توسط سے ہوتی ہے پھر یہ بات بھی ہے کہ اعیان ثابتہ کا توسط صفات اور ممکنات کے درمیان صرف اس دار دنیا میں ہے رہا آخرت تو وہاں وجود اور اس کے توابع کا اضافہ صفات سے بغیر اعیان ثابتہ کے توسط سے ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ ممکنات پر فنا کا طاری ہونا دنیا میں ہے آخرت میں نہیں" (تفسیر مظہری ج۱ ص۱۹)

شیخ ابو الرضاؒ کی تحقیق

حضرت امام ولی اللہؒ کے عم بزرگوار حضرت شیخ ابو الرضاء محمد صاحبؒ (جو حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کے استاذ بھی ہیں) فرماتے ہیں کہ وجود عالم مستلزم ہے عدم واجب کو کیونکہ بر تقدیر وجود عالم واجب یا تو خارج از عالم ہوگا تو محدود ہوگا اور محدود واجب نہیں ہو سکتا یا داخل عالم ہوگا پس حلول لازم آیا حالانکہ حق تعالیٰ حلول سے منزہ ہے اور اسی طرح عدم ممکنات من جمیع الوجوہ بھی ضروری البطلان ہے لہذا یہ بات متعین ہو گئی کہ عالم عبارت ہے حقیقت وجود کے تعینات اعتباریہ سے یا بالفاظ دیگر یوں کہہ سکتے ہیں کہ عالم بذات خود معدوم ہے اور پھر موجود بالغیر ہے اور وہ غیر اس کا قیوم ہے۔"

(انفاس العارفین ص۱۰۱)

اسی طرح شیخ ابو الرضاؒ نے فرمایا کہ:-

" ایک مرتبہ علماء اور عرفاء کی ایک بڑی مجلس میں میں نے مسئلہ وحدۃ الوجود ثابت کیا اور متکلمین کی عبارات سے تمسک کیا عقلی و نقلی دلائل پیش کئے لیکن وحدۃ الوجود کا ذکر نہ کیا سب نے اس کو قبول کیا دیکھو اہل رسوم کا تعصب الفاظ سے کس طرح زیادہ ہوتا ہے۔" (انفاس العارفین ص۱۰۲)

اسی طرح آپ نے ایک دفعہ یوں فرمایا کہ:-

وجود عالم وہم کے مرتبہ میں ہے اور حق تعالیٰ وجود خالص ہے ایک عارف نے کہا ہے کہ وجود کل میں ساری ہے کیونکہ موجود حقیقی اور موہوم میں باہم تضاد ہے اور ان کے درمیان جامع نہیں جیسا کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ سراب دریا سے بعید ترین اشیاء میں سے ہے" (انفاس العارفین ص۱۰۲)

شاہ رفیع الدینؒ کی تحقیق

رسالہ شرح رباعیات میں شاہ رفیع الدینؒ نے ایک رباعی درج کی ہے ؎

در یادِ تو حالتے عجیب داشتہ ام	تیری یاد میں میری عجیب حالت ہے اور تیرے عشق میں
در عشق تو تخم نادرے کاشتہ ام	میں نے عجیب نادر تخم بویا ہے میں نہ تو خود تیری ذات
نہ خود توام و نہ جز تو چیزے دگرم	میں ہوں اور نہ تیرے سوا کوئی اور چیز میں بڑا حیران
حیرت زدہ ام چہ وہم پنداشتہ ام	ہوں کہ میں نے کیا وہم اپنے لئے پیدا کر لیا ہے۔

شاہ رفیع الدینؒ فرماتے ہیں کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ "وجود مطلق حقیقی کے لئے ایک ذات مستقل ثابت ہے اور وہ مجرد ہے قیود سے اور مغایر ہے مقید سے باعتبار ذات کے اور نیز باعتبار طرف حصول کے اس طرح کہ مقیدات کی ذوات کے لئے اس موطن میں فروع اور اس ذات کے ساتھ اتحاد متصور نہیں ہو سکتا اور اس بارگاہ جلال میں ان خاکروبان خسیس کا نام و نشان بھی نہیں (جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے) کان اللہ ولم یکن معہ شیٔ وھو الآن علیٰ ما علیہ کان" اللہ کی ذات تھی اور اس کے ساتھ اور کوئی چیز نہیں تھی اور اب بھی اس کی ذات اسی طرح ہے جیسے پہلے تھی اور مقید کے لئے بجز ذات موہوم کے جس کی کنہ (حقیقت) وہی ذات مطلق ہے مع قیود عدمیہ کے اپنے مواطن ظلیہ میں اس کے علاوہ کوئی جوہر اور ذات نہیں ہے پس مطلق کے لئے باعتبار ذات کے غیریت ثابت ہے اور نیز مراتب ظہور میں اتحاد بھی حاصل ہے اور مقید کے لئے بھی ایک امر ہے اور اس کی وجہ سے ہی اس کے لئے مطلق سے مغایرت اور استقلال کا حکم لگایا جا سکتا ہے ورنہ دار وجود میں اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں" اس مسئلہ کو جاننے اور سمجھنے کے سلسلہ میں تباہی اور خرابی کا منشا یہ ہوتا ہے کہ عدمی قیود کو اس حیثیت سے کہ وہ عدمی ہیں ذات مقید میں داخل کر دیا جاتا ہے اور اس سے خرابی پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ ذات مقید تو کوئی جدا نہیں اس ذات مطلق سے اور ذات مطلق کا بلند و برتر ہونا ثبوت کی تقیید سے اور اطلاق حقیقی کی حیثیت سے ان قیود کا اس سے انتفا کرنا بھی مسلّم ہے اور اس معنی کی حقیقت پر آگاہ ہونا کمال یادداشت" ہے اور اس کمون کے حصول کا موجب لفظ محبت ذاتیہ ہے اس ذات کی حقیقت کے آثار کے ظہور کے لحاظ سے"۔

اسی طرح شاہ رفیع الدینؒ رسالہ تحقیق اذان میں فرماتے ہیں:۔

"اللہ اکبر یعنی وہ اپنی ذات میں بلند ہے اس حیثیت سے کہ طبقات وجود میں سب سے اعلیٰ و اکمل طبقہ میں ہے اللہ اکبر یعنی اس کے ظہور کا احاطہ ناممکن ہے اسکے کمالات کے سریان کے اعتبار سے مظاہر میں خواہ معقولہ ہوں یا مشہودہ اور اس کا خلاصہ معرفت ہے حجابات کے منتفی ہونے کی اور کثرت کی ظلمات کے محو کرنے کی ذات قدیم سے قیومیت کے انکشاف کی راہ سے لا الہ الا اللہ یعنی موا طن خارج میں حقیقۃً کوئی چیز بھی متحقق نہیں اور نہ بالاصالہ جمیع کمالات کے ساتھ ظاہر ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے جو محیط ہے تمام مراتب اور تمام کمالات کا۔"

شاہ عبد العزیزؒ کی تحقیق

حدیث ابی رزین پر بحث کرتے ہوئے حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :۔

"حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کو باعتبار اس عالم کی طرف توجہ کے کئی مراتب حاصل ہیں اور ان کا بیان یہ ہے کہ مرتبہ اولیٰ یقینی ہے اور وہ شامل ہے جمیع تعینات ازلیہ ابدیہ کو اور جامع ہے جمیع حقائق کونیہ اور الٰہیہ کو لیکن بغیر بعض کے بعض سے تفصیل و امتیاز کے اور اسکو تعین اول کہتے ہیں اور اس کے اوپر لاتعین اور اطلاق کا مرتبہ ہے، دوسرا مرتبہ تفصیل و امتیاز کا ہے اور اس مرتبہ کو تعین ثانی کہتے ہیں اور اس مرتبہ میں حقائق کونیہ اور الٰہیہ ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہیں حقائق الٰہیہ کے لئے وحدت حقیقی ہے اور کثرت نسبی (اضافی) ہے اور حقائق کونیہ کے لئے اس کے برعکس کثرت حقیقی اور وحدت نسبی ہے اور ان دونوں مرتبوں میں حقائق کونیہ کو اصلاً وجود خارجی سے حصہ نہیں ملتا اور تعدد و تمیز کی بو بھی انہوں نے نہیں سونگھی ہوتی۔

تیسرا مرتبہ عالم ارواح مجردہ بسیطہ کا ہے کہ اس کا ادراک سوائے قوت عقلیہ کے کسی چیز سے نہیں ہو سکتا اور قوت عقلیہ سے بھی ان کا ادراک آثار اور احکام کے مشاہدہ سے ہوتا ہے۔

چوتھا مرتبہ عالم مثال کا ہے جس کے ادراک کا آلہ خیال ہے۔

پانچواں مرتبہ عالم حس و شہادت کا ہے جو حواس ظاہرہ سے مدرک ہوتا ہے اور

چھٹا مرتبہ احدیت کا ہے اور وہ تمام مراتب کا جامع ہے اور وہ انسان کامل کا مرتبہ ہے اور جب ان میں سے ہر ایک مرتبہ گویا بمنزلہ ایک محل اور مکان کے ہے اس حقیقت مطلقہ کے لئے پس

بر سبیل تشبیہ و مجاز آئین کے کلمہ سے سوال کیا جا سکتا ہے۔ (فتاویٰ عزیزی جلد ۱ ص ۸۲)

سوال :۔ مسئلہ وحدۃ الوجود کے بارہ میں کیا فرماتے ہیں جو عاقل، بالغ مسلمان ہو اور شریعت نبویہ میں اعتقاد رکھتا ہو اور کہتا ہو کہ "ہمہ اوست" یعنی خدائے تعالےٰ ہی تمام اشیاء میں ہے آیا یہ کلام کفر ہے یا نہ؟

جواب :۔ اس کلام کا ظاہری مفہوم خلاف شرع ہے اگر اس کلام کے کہنے والا حق تعالےٰ کے حلول کا اعتقاد رکھتا ہے اشیاء میں یا اشیاء کے اتحاد کا اس ذات مقدس کے ساتھ تو یہ کفر ہے اور اگر کہتا ہے کہ میری مراد اس سے یہ ہے کہ ہر چیز میں اس کی صفات کا ظہور ہے جیسا کہ دیکھنے والا آئینہ میں صورت دیکھتا ہے تو یہ کفر نہیں لیکن اس کلام کی تصریح موہم ہے خلاف شریعت، مجالس و محافل خصوصاً مجمع عوام میں جو کہ بات کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتے بہت ہی قبیح اور مذموم ہے بخاری شریف کتاب العلم میں امیر المومنین حضرت علیؓ سے موقوفاً اور بعض کتب میں مرفوعاً بھی وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ:۔

"لوگوں کے سامنے ایسی باتیں بیان کرو جس کو لوگ جانتے ہوں (یعنی سمجھ سکتے ہوں) کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی جائے۔"

مسئلہ وحدۃ الوجود شریعت میں صراحت کے ساتھ نہیں وارد ہوا نہ کتاب اللہ میں اور نہ حدیث میں صوفیہ کرام نے کشف و شہود کی تائید سے کتاب و سنت سے اشارات نکالے ہیں جیسا کہ

(۱) الا انہ بکل شئی محیط — سنو! بے شک وہ ہر چیز کو گھیرنے والا اور احاطہ کرنے والا ہے۔

(۲) کل شئی ھالک الا وجھہ — ہر چیز فانی ہے سوائے اس کی ذات کے۔

(۳) الاکل ماخلا اللہ باطل — سنو! ہر چیز اللہ تعالیٰ کے ماسوا بے حقیقت فانی اور زائل ہے۔

(۴) ولو انکم دلیتم بحبل الی الارض السفلی السابعۃ لیھبط علی اللہ — اگر تم کوئی رسی ڈال دو ساتویں زمین سے نیچے تک تو وہاں بھی اللہ تعالیٰ تک ہی پہنچے گی۔

(۵) واذا صلی احدکم فلا یبزق امامہ فان اللہ قبل وجھہ۔ — اور جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھتا ہو تو وہ اپنے سامنے نہ تھوکے کیونکہ سامنے اللہ تعالیٰ کی ہستی ہوتی ہے۔

لیکن ظاہر ہے کہ یہ اشارات دلیل صریح نہیں بن سکتے بلکہ علماء ظاہر ان ہی اشارات کو الٹ

کہ صوفیہ کرام پر الزام عائد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بکل شئ محیط صریح دلیل ہے غیریت پر کیونکہ محیط غیر محاط ہوتا ہے (احاطہ کرنے والا اس چیز کے مغایر ہوتا ہے جس کا احاطہ کیا گیا ہے)۔

اور اسی طرح "کل شئی ھالک" (ای فی المستقبل لا فی الحال) اس کی دلیل کل نفس ذائقة الموت ہے اور اس کے علاوہ بھی اس پر بہت سے دلائل ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان فانجینا موسیٰ ومن معہ اجمعین" اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ "کم اھلکنا من القرون من قبلھم" اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ بالفعل ہالک نہیں ان کے برخلاف جو ان سے پہلے گذرے ہیں اور اسی طرح "کل شئی ماخلا اللہ باطل" سے مراد بطلان عبادت ہے نہ بطلان ذات مراد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "ربنا ماخلقت ھذا باطلا" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مخلوق میں سے کوئی شئی باطل نہیں اور اسی طرح "لیھبط علی اللہ" بھی دلالت کرتا ہے کہ ھابط رسی ہے اور وہ غیر اللہ ہے اور اسی طرح "فاللہ قبل وجہہ" کیونکہ توحید وجودی کو بتلانے والی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سامنے اوپر نیچے سب طرف ہے اس میں سامنے کی تخصیص کا کیا معنیٰ حاصل یہ ہے کہ یہ اشارات صراحۃً مثبت مدعا نہیں بلکہ مدار اس مسئلہ کا صوفیہ کرام کے کشف وشہود پر ہے۔

محققین نے اس مسئلہ کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ کسی طرح بھی شریعت کے مخالف نہیں ہوتا کیونکہ وجود مطلق جو کہ عین ذات حق ہے کے مختلف مراتب ثابت کرتے ہیں ایک مرتبہ میں وہ واجب ہے اور ایک میں ممکن اسی طرح حادث اور قدیم مجرد اور مادی، مومن وکافر سگ وخوک اور فی حد ذاتہٖ مبرّا ہے ان قیود سے اور نقائص سے ملوث نہیں ہوتا جیسا کہ جسم جو قابل ابعاد ثلاثہ (طول عرض عمق) ہے سگ وخوک میں نجس نہیں ہو جاتا اس لئے کہا گیا ہے ؎

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد   گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

پس اگر مخاطب جنس عوام سے ہوگا جو کہ فرق مراتب بخوبی نہیں کر سکتا تو اس کے سامنے اس مسئلہ کا بیان کرنا الحاد وزندقہ کا سبب ہوگا اس سے احتراز کرنا واجب ہے جیسا کہ حضرت معاذؓ کی حدیث بخاری شریف کتاب العلم باب التخصص بالعلم قوماً دون قوم حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حضرت معاذؓ آپکے ردیف تھے کہ

اے معاذ! انہوں نے عرض کیا میں حاضر ہوں حضور ارشاد آپ نے فرمایا جو کوئی صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دیگا تو اللہ تعالیٰ اس پر آتش دوزخ حرام کر دے گا، معاذؓ نے عرض کیا کہ میں لوگوں کو بشارت دے سناؤں حضورؐ نے فرمایا پھر لوگ اعمال کرنے چھوڑ دیں گے۔

(فتاویٰ عزیزی جلد ا صـ۲۸ و ۲۹)

سوال :- کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ ایک شخص وحدت شہود کا قائل ہے اور وہ یوں کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتابوں کا نازل کرنا اور رسولوں کا بھیجنا اسی مطلب کے لئے تھا اور جو آدمی کلمہ طیبہ کا معنی وحدت وجود یا وحدت شہود کے طریقہ پر نہیں سمجھتا اس نے کلمہ طیبہ پر ایمان درست نہیں کیا اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اور آپ کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان اس کی نجات کا ذریعہ بن جائے گا لیکن چونکہ توحید معنیٰ مذکور پر اس کی تصدیق نہیں اس لئے وہ مشرک ہوگیا اگرچہ ایسا شخص علماء محدثین اور ائمہ مجتہدین میں سے ہی کیوں نہ ہو اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ جو شخص ایسا عقیدہ رکھتا ہو وہ اہل سنت والجماعت میں سے ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

جواب :- اگر کوئی شخص وحدۃ الوجود کا قائل ہو بے افراط و بے غلو یعنی مرتبہ واجب اور ممکن کے درمیان فرق کرتا ہو اور اسی طرح مسلم اور کافر کے درمیان نبی و دجال نماز و زنا خنزیر و بکری وغیرہ کے درمیان فرق کرتا ہو اور وہ لوگ جو وحدت الوجود کے قائل نہیں محدثین و فقہاء اور متکلمین ان کی تکفیر و تضلیل نہ کرتا ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اس مسئلہ کے نہ دریافت کرنے میں معذور ہیں تو ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے اس لئے کہ بہت سے ائمہ ہدیٰ مثلاً شیخ محی الدین بن العربیؒ اور دوسرے صوفیائے کرام اس قسم کے گذرے ہیں تو ان کے پیچھے نماز کس طرح ناجائز ہوگی ہاں اگر وحدت الوجود کا قائل غلو اور افراط سے کام لیتا ہو جس طرح یہاں ہوا ہے تو وہ مبتدع ہے "ولا یجوز الصلوٰۃ خلف المبتدعؑ" اور مبتدع کے پیچھے نماز درست نہیں جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے واللہ اعلم

سوال :- ایک طالب علم اور سب مسلمان علماء دین اور مفتیان کرام سے استفتاء کرتے ہیں کہ جو شخص وحدت شہود کے کشف کا اس طرح قائل ہے جس طرح وحدت شہود کا کشف ہے بغیر

شائبہ اتحاد واتحاد واباحت حلول کلی طبعی کے آیا وہ مسلمان ہے؟ نیز حضرت غوث الاعظم اور حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور حضرت خواجہ قطب الدینؒ حضرت خواجہ فریدالدین قدس اسرارہم یہی مشرب رکھتے تھے یا نہ؟

جواب :- وحدت وجود کا قول اس طرح کہ احکام شرع کے مخالف نہ ہو یعنی تمام موجودات کو مظاہر حق جانے اور وجود کو واحد یقین کرے اور وجود کے ہر مرتبہ کا حکم جداگانہ ثابت کرے بعض مراتب میں وجود کو موصوف عبدیت سے اور بعض میں الوہیت سے کرتا ہو اور بعض میں حلال اور بعض میں حرام بعض میں طاہر اور بعض میں نجس اور مراتب وجود کو باہم خلط نہ کرتا ہو اور یہ کہتا ہو کہ

ہر مرتبہ وجود حکمے دارد   گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

اور نیز یہ بھی کہتا ہو کہ "العبد عبد وان ترقی والرب رب وان تنزل" کہ عبد عبد ہی ہوتا ہے اگرچہ بہت ترقی کر جائے اور رب رب ہی ہے اگرچہ تنزل فرمائے یہ عقیدہ عین ایمان اور مسلمانی ہے شائبہ کفر کا اس میں نہیں اور مشائخ کبار اور علماء نامدار نے اس قول کی تصریح فرمائی ہے اور اس باب میں تصنیفات کی ہیں اس میں قادریوں میں سے شیخ عبدالرزاق اور چشتیاء میں حضرت سید گیسو دراز اور میر سید جعفر مکی اور حضرات نقشبندیہ میں سے خواجہ محمد باقی باللہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار مولانا عبدالرحمن جامی مولانا عبدالغفور لاری شیخ عبدالرزاق کاشی اور مشائخ عرب میں سے شیخ محی الدین بن العربی شیخ صدرالدین قونوی شیخ عبدالکریم جیلی شیخ عبدالوہاب اور علماء مدینہ میں سے شیخ ابراہیم کردی اور مشائخ مکہ میں سے شیخ حسام الدین علی متقی اور دوسرے علماء جیسا شیخ عبدالحق محدث دہلوی مرج البحرین میں اس قول کی طرف گئے ہیں پس اس قول کو کفر جاننا ان سب مسلمانوں کی تکفیر کا باعث ہوگا معاذ اللہ اور حضرت غوث الاعظم کے کلام میں اور حضرت خواجہ بزرگ (معین الدین اجمیریؒ) قطب الدینؒ کے کلام میں اس طرف اشارات پائے جاتے ہیں اور خواجہ فریدالدین سے منقول ہے کہ اپنے مریدین کو بزبان پنجابی[1] ایسے ذکر کی تلقین فرماتے تھے جس میں وحدۃ الوجود کی تصریح پائی جاتی ہے

---

[1] حضرت شیخ شکر گنج قدس سرہ بزبان پنجابی ذکر کردہ اند "اُضول توں" جانب علویات اشارت است "ہول توں" جانب سفلیات اشارت است "تو ہیں توں" جانب اطلاق (کشکول کلیمی ص ۲۵)

"حضرت میر سید محمد گیسو دراز قدس سرہ نقل فرمودند کہ ساکت باشد و فکر کنند کہ (باقی حاشیہ ص ۹۱ پر ملاحظہ کریں)

اور احادیث صحیحہ میں بھی اس کی طرف اشارات اس معنی میں وارد ہوئے ہیں جیساکہ ترمذی شریف کی حدیث میں "لو انکم دلیتم بحبل الی الارض السفلی لہبط علی اللہ" اور نیز صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ :-

اذا رفعت من الرکوع فقل ربنا لک الحمد
فان اللہ یقول علی لسان عبدہ سمع اللہ لمن حمدہ

بلکہ بہت سی آیات میں اس کی طرف اشارات ہوئے ہیں زیادہ صریح یہ آیت ہے :-

سنریھم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق اولم یکف بربک انہ علی کل شئ شھید الا انھم فی مریۃ من لقاء ربھم الا انہ بکل شئ محیط (سورہ حم السجدہ)

ہم اپنی نشانیاں ان کو دکھائیں گے آفاق میں اور خود ان کے نفوس میں یہاں تک کہ اچھی طرح ان کے لئے ظاہر ہو جائے کہ وہی حق ہے کیا یہ بات کافی نہیں کہ تیرا رب ہر چیز پہ گواہ ہے سنو! یہ لوگ شک میں ہیں اپنے رب کے ساتھ ملاقات کرنے کے بارہ میں، سنو! وہ تو ہر چیز کو گھیرنے والا ہے۔

فاینما تولوا فثم وجہ اللہ

جدھر بھی تم رُخ کرو وہاں ہی اللہ ہے۔

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ

آپ نے نہیں پھینکے کنکر لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکے ہیں۔

ید اللہ فوق ایدیھم

اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اوپر ہے۔

(فتاوی عزیزی جلد ۲ صفحہ ۱۰۲ و ۱۰۴)

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے جن حضرات کا ذکر کیا ہے ان کے علاوہ بہت سے علماء اور محققین ہیں جو اسی عقیدہ کے قائل ہیں مثلاً خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ حضرت علاؤالدولہ سمنانیؒ حضرت

(صفحہ ۹۰ کا بقیہ حاشیہ) من نیم او رست ۔

من نیم واللہ یاراں من نیم جان جانم سر سرم تن نیم

چوں دریں معنی فکر نماید بحکم جاء الحق وزھق الباطل صدائے انا انت برآید وایں اقرب طرق وراحھا است (کشکول کلیمی صفحہ ۳۱) ۱۲ سواتی

علیؓ کے خطبات میں بھی اس طرف اشارات موجود ہیں حضرت بایزید بسطامیؒ، امام غزالیؒ، شیخ فرید الدین عطارؒ، مولانا جلال الدین رومیؒ، خواجہ محمد باقی باللہؒ، اس مسئلہ وحدت الوجود کے امام اور مجددؒ تھے اور آپ کے صاحبزادے خواجہ خوردؒ، سید احمد شہیدؒ، مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ، شاہ رفیع الدینؒ، شاہ اسحاقؒ، حضرت حاجی امداد اللہؒ، خواجہ سید علی ہجویریؒ خواجہ شہاب الدین سہروردیؒ، شاہ عبد الرحیمؒ، شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ اور ولی اللٰہی خاندان کے تمام اکابر اسی مسلک کے تھے۔

همه اوست

مولانا سید جمال الدین دہلویؒ اپنی کتاب جمال العارفین کے حاشیہ ص ۲۱ میں لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا قاری عبد الرحمٰن صاحب پانی پتی ۹ رجب المرجب سنہ ۱۳۰۶ھ کو عصر کے وقت اپنی بڑھ والی مسجد واقع پانی پت میں ایک مجمع کے روبرو جس میں مولوی عبد السلام صاحب خلف الصدق قاری صاحب ممدوح اور قاضی عبد الخالق صاحب وغیرہ مخدوم زادے اور مولوی محمد یوسف ساکن جنید اور منشی بہار علی ساکن جھجر وغیرہم بہت سے سامع قرأت وغیرہ حاضر تھے فقیر راقم کے استفسار پر اپنا مولانا محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی سے کتابی اور اکتسابی سلوک و تصوف کا طے کرنا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ نے علاوہ الطاف القدس کے خاص اس مسئلہ وحدت الوجود کے اثبات میں ایک مدلل کتاب لکھی ہے جس پر انکے بعد مولوی غلام یحییٰ صاحب مرید حضرت مرزا جان جاناںؒ نے کچھ لکھا ہے لیکن اس پر مولانا شاہ رفیع الدین دہلویؒ نے دمغ الباطل لاجواب کتاب لکھی ہے اس کے بعد فرمایا کہ نواب باندہ ذو الفقار بہادر نے مجھ سے خود بیان کیا کہ میں نے اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدثؒ سے پوچھا کہ بعضے "ہمہ اوست" کہتے ہیں اور بعضے "ہمہ از وست"، صحیح کیا ہے؟ فرمایا کہ نہ "ہمہ اوست" نہ "ہمہ از وست" بلکہ "اوست" (انتہی کلام القاری) اسی طرح مولانا سید جمال الدین دہلویؒ کتاب مذکور کے حاشیہ ص ۲۵ میں تحریر فرماتے ہیں:-

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ ۲ ذی الحجہ سنہ ۱۲۹۲ھ کو نانوتہ میں بعد جلسہ دوم مدرسہ دیوبند اس وقت مشفقی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور چند آدمی بیٹھے تھے

فقیر راقم محمد جمال الدین عفی عنہ نے قاسم الخیرات مولوی محمد قاسم صاحب نانوتویؒ سے ذکر کر دیا کہ قاضی عنایت علی منگلوریؒ رڑکی میں کہتے تھے کہ میں نے مولوی محمد قاسم سے وحدۃ الوجود کا ثبوت چاہا با صواب جواب نہ پایا یہ بات کیونکر ہے مولوی صاحب موصوف نے صاف صاف کہدیا کہ کس سے کہوں کوئی سمجھے تو سمجھاؤں "شہود اور وجود دونوں درست ہیں قاضی صاحب ممدوح ایسے غبی ہیں کہ ان کی تمام کردہ اقلیدس میں سے اس وقت کہ ہم نے پڑھی نہ تھی پانچویں یا نویں الٹی شکل اقول مقالہ اقلیدس لکھ کر جو ثبوت مانگا حل نہ کر سکے پھر آپ بتائیں کہ وحدت الوجود کو کیا سمجھیں گے کوئی اس مادہ کا آدمی گفتگو کرے اور سمجھے" چنانچہ احقر راقم کے نام مولانا کا مکتوب ایک بڑی حجت ہے (اس سے مراد جمال قاسمی ہے جس مکتوب میں حضرت نانوتویؒ نے مسئلہ وحدۃ الوجود اور حیات انبیاء بیان کیا ہے)۔

شیخ ابن عربیؒ کا قول

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ:-

اعلم ایھا الولی الحمیم ان الوجود منقسم بین عابد و معبود فالعابد کل ما سوا اللہ تعالی وھو العالم المعبر عنه والمسمی عبدا والمعبود ھو المسمی اللہ وما فی الوجود الا ما ذکرناہ فکل ما سوا اللہ عبد اللہ ما خلق ویخلق وفیما ذکرنا اسرار عظیمة متعلق بباب المعرفة باللہ وتوحیدہ و بمعرفة العالم ورتبته وبین العلماء فی ھذہ المسئلة من الخلاف ما لا یرتفع ابدا ولا یتحقق فیه قدم یثبت علیه ولھذا قدر اللہ السعادة لعبادہ بالایمان وفی العلم بتوحیدہ خاصة ما ثم طریق الی السعادة

اے مخلص دوست خوب جان لو کہ وجود منقسم ہے عابد اور معبود کے درمیان پس اللہ تعالیٰ کے ماسوا کل عابد ہے اور اسکو عالم سے تعبیر کرتے ہیں اور معبود وہی ہے جس کا نام اللہ ہے اور وجود میں اس کے سوا اور کچھ نہیں اللہ تعالیٰ کے ماسوا جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کا عبد ہے جو اس نے پیدا کیا ہے اور یا جس کو آئندہ پیدا کرے گا اور یہ جو ہم نے بیان کیا ہے اس میں بڑے اسرار ہیں جو اللہ اور اس کی توحید کی معرفت سے تعلق رکھتے ہیں اور جو عالم اور اسکے مرتبہ کی معرفت سے تعلق رکھتے ہیں اور اس مسئلہ (وحدۃ الوجود) میں علماء کے درمیان اختلاف ہے جو کبھی اٹھ نہیں سکتا اور کسی کا قدم ٹک نہیں سکتا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بندوں

الا ھٰذا" (فتوحات مکیہ ج۳ ص۳ باب ۳۲۱) کی سعادت اس میں مقدر کی ہے کہ وہ ایمان لائیں اور اسکی توحید کا علم خاص طور پر حاصل کریں۔ سعادت کی طرف راہ اس کے سوا اور کچھ نہیں۔

اسی طرح "الجواھر والیواقیت" والے نے بیان کیا ہے کہ حضرت شیخ ابن عربیؒ فتوحات مکیہ" میں بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے تمہیں صریح طور پر معلوم ہوگا کہ عالم (جہاں) عین حق تعالیٰ (من کل الوجوہ) نہیں ہے اس لیئے کہ اگر ایسا ہو یعنی عالم عین حق تعالیٰ ہو تو پھر اس کو بدیع (موجد) کیسے کہہ سکتے ہیں۔ (حاشیہ کچکول نامہ ص۲۱)

شیخ ابوالحسن داھریؒ کی تحقیق

شیخ ابوالحسن داھریؒ صاحب "کچکول نامہ" اپنی کتاب "ینابیع الحیات الابدیہ" میں فرماتے ہیں کہ "اے طالب صادق جان لو کہ وہ لوگ (اللہ ان پر راضی ہو) کہتے ہیں کہ وجود واحد ہے یعنی ایک ہے اور وہ حق تعالیٰ کی ہستی ہے اور تمام موجودات کی ہستی اسی حق تعالیٰ کی ہستی ہے بعینہ بے کم و بیش لیکن جب وحدت وجود کا اطلاق کرتے ہیں تو بایں معنی نہیں کہتے کہ تمام موجودات آلہہ متعددہ ہیں یہ تو شرک ہے کھلا اور نہ یہ معنی کہ اللہ تعالیٰ اشیاء میں حلول کر گیا ہے یہ مذہب حلولیوں کا ہے اور نہ یہ معنی کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات کے ساتھ متحد ہو گیا ہے کیونکہ یہ چیز تو ترکیب سے ہو سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند و برتر ہے بلکہ بایں معنی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی موجود نہیں اور تمام موجود (ہست) اسی کی ہستی ہے لیکن یہ فرق ملحوظ رکھتے ہیں کہ مراتب کی رعایت کرتے ہیں کہ ہستی کو من حیث صرافت حقیقت حق تعالیٰ کہتے ہیں اور من حیث تعینات حقائق عالم کہتے ہیں"۔ (حاشیہ کچکول نامہ ص۲۲)

مشاھدہ قیومیت

حضرت ابوطالب مکیؒ فرماتے ہیں اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اللھم اجعل فی سمعی نورا"

ھذہ الانوار التی سالھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی کل جزء من اجزائہ انما ھو دوام النظر من نور النور لیشاھد القیومیۃ

یہ انوار جن کا سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے اپنے ہر ہر جز میں در اصل اس سے مراد "نور النور" کی طرف دوام نظر ہے تاکہ قیومیت کا

فی کل سکون وحرکتہ منہ یکلؤہ بنظرہ ویتولاہ بحیطتہ فینظر الیہ بہ دوام نظرہ یستقیم لہ بتولی حفظہ فلا یزیغ بصرہ ولا یطغیٰ ولا تستہویہ النفس بھوی۔"
(قوت القلوب جلد ۱ ص ۱۱۲)

مشاہدہ ہر سکون اور ہر حرکت میں حاصل ہو اور وہ اپنی نظر خاص سے حفاظت کرے اور اپنے احاطہ سے سرپرستی فرمائے اور دوام نظر سے اس کی حفاظت و نگرانی نصیب ہو جائے نگاہ کج نہ ہو اور حد سے آگے نہ بڑھے اور نفس خواہش کے ساتھ بہکا نہ سکے۔

الغرض اس سے مراد قیومیت کا مشاہدہ ہے ہر حرکت وسکون میں ظاہر ہے کہ جب یہ بات کسی خوش قسمت کو حاصل ہو جائے تو پھر نفس وشیطان کا تسلط کس طرح ہو سکتا ہے؟

مراقبہ وحدت

حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مکیؒ مراقبہ وحدت اور ہمہ اوست کے متعلق فرماتے ہیں:۔

مراقبہ وحدت وہمہ اوست ھو الاول والآخر ھو الظاھر ھو الباطن بزبان گفتہ با ملاحظہ معنی تصور کند کہ ہیچ نیست مگر اوست ودراں مستغرق شود۔ (ضیاء القلوب مترجم ص ۳۷)

مراقبہ وحدت اور ہمہ اوست یہ ہے کہ "ھو الاول والآخر ھو الظاھر ھو الباطن" زبان سے کہے اور معنی کا تصور کرے کہ کچھ نہیں وہی ہے اور پھر اس میں مستغرق ہو جائے۔

لیکن حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ مراقبہ مبتدیوں کے لئے نہیں بلکہ اس قسم کے مراقبہ سے محققین نے منع کیا ہے کیونکہ اس سے فائدہ کے بجائے نقصان کا امکان ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ:۔

مراقبہ توحید ذاتی کہ ہمہ ذوات را حق داند و غیر اورا موجود نہ داند محققان حال ایں مراقبہ را منع فرمودہ اند کہ فہم آں بدون وجدان راست نیاید بطریق اجمال دائما دریں حال باشد بعنایت الٰہی رفتہ رفتہ بروجہ کمال کشف خواہد شد ودر ابتدا حال بتفتیش واستیقان مشغول نہ شود۔
(ضیاء القلوب ص ۵۷)

توحید ذاتی کا مراقبہ کہ تمام ذوات کو حق جانے اور اس کے ماسوا کو موجود نہ سمجھے محققین نے جو اصحاب حال ہیں اس مراقبہ سے منع فرمایا ہے کہ اس کا سمجھنا بغیر وجدان (کشف) کے ٹھیک نہیں ہو سکتا اجمالی طور پر یوں سمجھ لینا چاہیئے کہ ہمیشہ اسی حال میں رہے اللہ تعالیٰ کی عنایت سے رفتہ رفتہ پورے طور پہ منکشف ہو جائے گا ابتدائی حالت میں تفتیش اور تحقیق میں مشغول نہ ہو ظاہر ہے کہ یہ ایک کشفی اور وجدانی چیز ہے جب تک کہ خود صاحب حال و وجدان نہ ہو اس میں انہماک مضرت رساں ہوگا۔

حضرت شاہ رفیع الدین رسالہ شرح برہان العاشقین میں فرماتے ہیں کہ :-

"بدن کو ریاضت میں اور نفس کو مجاہدہ میں اور قلب کو مشاہدہ عظمت میں اور روح کو شعاع احدیت میں تلاش کی ایک ایسی نوع کے ساتھ ہم نے ایسا محو کر دیا کہ عدم اصلی کے ساتھ لاحق ہو گئے اور مقام "کان اللہ ولم یکن معہ شئی وھو الآن کما کان" حاصل ہو گیا اگر بدن اور نفس کو ایک شمار کرو اور چوتھا عین ثابتہ کو شمار کرو جیسا کہ اس فن کے علماء محققین کے نزدیک مسلم ہے کہ جب تک نظر عین ثابتہ سے اور اس اسم سے جو اس کا مبدأ تعین ہے، آگے نہ گذر جائے اور استعداد جزئی کے طوق کو اپنی گردن سے اتار نہ دے تو اس وقت تک شیون ذاتیہ تک نہیں پہنچ سکتا اور تجلی ذات کی حقیقت سے بدوں متجلی لہ کی استعداد کے آئینہ کی آمیزش سے واصل نہیں ہو سکتا (اگر عین ثابتہ سے آگے گذر گیا) تو پھر تجلی ذات میسر ہو جائیگی اور وحدت کے آئینہ میں کثرت اسماء کا مشاہدہ اور صفات الٰہی اور تعینات اور اعتبارات امکانی حاصل ہو جائیگا، اچھی طرح یہ بات ذہن نشین کر لو کہ نفس سے مراد روح ہوائی ہے، قلب سے نفس ناطقہ اور روح سے مراد وہ وجود ہے جو میثاق کے وقت تھا اور عین سے مراد وہ امتیاز ہے جو علم الٰہی میں تھا اور شیون ذاتیہ سے مراد اندراج اور اتحاد ہے، ذات صرافت کے ساتھ علمی اور عینی تمیز سے قبل" (ص۱۱۰)

حضرت حاجی امداد اللہ رح کی تحقیق وحدۃ الوجود کے بارہ میں

صاحب شمائم امدادیہ لکھتے ہیں کہ :-

"ایک دن ایک شخص نے مسئلہ "وحدت الوجود" دریافت کیا (حضرت حاجی امداد اللہ رح نے) فرمایا کہ یہ مسئلہ حق و صحیح و مطابق بواقع ہے اس مسئلہ میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے معتقد علیہ تمامی مشائخ کا ہے مگر قال و اقرار نہیں ہے البتہ حال و تصدیق ہے یعنی اس مسئلہ میں تیقن و تصدیق قلبی کافی ہے استتار اس کا لازم اور افشاء ناجائز ہے کیونکہ اسباب ثبوت اس مسئلہ کے کچھ نازک ہیں بلکہ بحدے دقیق کہ فہم عوام بلکہ فہم علماء ظاہر میں کہ اصطلاح عرفاء سے عاری ہیں نہیں آتے تو الفاظ میں کہنا اور دوسروں کو سمجھانا کب ممکن ہے بلکہ جن صوفیوں کا سلوک ناتمام ہے اور وہ مقام نفس سے ترقی کر کے مرتبہ قلب تک نہیں پہنچے ہیں اس سے ضرر شدید پاتے ہیں اور مکر نفس سے چاہ الحاد و قعر ضلالت میں پڑ جاتے ہیں نعوذ باللہ منہا۔ اس جگہ پر زبان روکنا واجب ہے"۔ (شمائم امدادیہ ص۳۰)

عبد و رب میں عینیت و غیریت دونو متحقق ہیں وہ ایک وجہ سے اور یہ ایک وجہ سے اگرچہ بادی النظر میں اجتماع ضدین ایک شخص میں محال معلوم ہوتا ہے "الضد ان لا یجتمعان" قول صحیح ہے مگر اس میں وضد لغوی مراد ہیں اور ضد اصطلاحی جمع ہوتے ہیں اسی وجہ سے محققین کو جامع الاضداد کہتے ہیں" (شمائم امدادیہ ص۳۶)

"جاننا چاہیئے کہ عبد و رب میں عینیت حقیقی لغوی کا جو اعتقاد رکھے اور غیریت کا بجمیع وجوہ انکار کرے وہ ملحد زندیق ہے کیونکہ اس عقیدہ سے عابد و معبود ساجد مسجود کا کچھ فرق نہیں رہتا اور یہ غیر واقع ہے نعوذ باللہ من ذالک"۔ (شمائم امدادیہ ص۳۷)

تمثیل لطیف

"بندہ قبل وجود خود باطن خدا تھا اور خدا ظاہر بندہ کنت کنزاً مخفیاً الخ اس پر دلیل ہے حقائق کونیہ کہ نتائج علم الٰہی ہیں ذات مطلق میں مندمج و مخفی تھے اور صرف اپنی ذات پر ظاہر تھے جب ذات نے چاہا کہ ظہور خود دوسرے نہج پر ہو اعیان کو ان کے لباس قابلیات میں اپنی تجلی کے جلوہ سے ظاہر فرمایا اور خود شدت ظہور خود سے ان کی نگاہ سے مخفی ہو گیا مثل تخم کے کہ درخت مع تمام شاخوں اور پتوں وپھول پھل کے اس میں چھپا تھا گویا تخم بالفعل تھا اور شجر بالقوۃ جب تخم نے اپنے باطن کو ظاہر کیا خود چھپ گیا جو کوئی دیکھتا ہے درخت کو دیکھتا ہے تخم دکھائی نہیں دیتا اگر غور سے دیکھا جائے تو تخم بصورت درخت کے ظاہر ہوا تخم بالقوۃ ہوا اور درخت بالفعل ہر چند کہ ایک وجہ سے کہ تخم و درخت ایک ہے جدائی نہیں ہے عینیت پائی جاتی ہے لیکن دلائل غیریت و جدائی کے بھی اس میں موجود ہیں اور واقعی ہیں حفظ مراتب اس میں ضرور ہے کیونکہ صورت و شکل و تاثیر و خواص تخم کے اور ہیں اور اجزائے درخت کے اور ہیں وجوہات غیریت بھی بہت ہیں اور صاحب عقل اس سے انکار نہیں کر سکتا اگرچہ از روئے عینیت تخم و درخت ایک ہے لیکن یہ وحدت اعتباری اصطلاحی ہے نہ باعتبار حلول کے اور نہ اتحاد کے یعنی بالقوۃ اور بالفعل شراکت رکھتا ہے پس جو کہ بالفعل تھا بالقوۃ ہوا اور جو بالقوۃ تھا بالفعل ہوا فہم من فہم" جل حکمۃ عظمۃ شانہ" کسی نے خوب کہا ہے کہ ؎

تراز دوست بگویم حکایتے بے پوست — "ہمہ اوست" اگر نیک بنگری "ہمہ اوست"

(شمائم امدادیہ ص۳۰)

حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی تحقیقات

حضرت شاہ شہیدؒ صراط مستقیم باب اوّل ہدایت رابعہ میں حب عشقی کے ثمرات (نتائج) کے بیان میں فرماتے ہیں، اس میں تین افادات ہیں۔

پہلا افادہ

جب کیفیت عشقیہ کی تیزی اور شدّت کے سبب سے اور تجلی علمی کے جذب کی قوت سے اور روح الٰہی کے کمال انجذاب کی وجہ سے عالم شہادت (مادی جہان) اور عالم مثال (مادی جہان سے اوپر ایک لطیف جہان) کا غبار منکشف ہوجاتا ہے اور نورانی اور ظلمانی حجابات پھٹ جاتے ہیں تو بر بناء وعدہ الٰہی کہ "جو لوگ[1] ہمارے راستہ میں کوشش و مجاہدہ کرتے ہیں ہم انہیں اپنے راستے دکھاتے ہیں"۔ اور مطابق کلمہ[2] "اور تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا" کے مشاہدہ جمال لایزال حضرت ذوالجلال میسر ہوتا ہے اور قرب و معیت کا معنی جو کہ حدیث "اور[3] میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں" اور جیسا کہ "میں[4] اس کے ساتھ ہوں جب مجھے یاد کرے"۔ اور "تو[5] اللہ کو یاد رکھ اسکو اپنے سامنے پائے گا" سے ظاہر ہے اور جس کو وصال سے تعبیر کرتے ہیں اور اس شخص کے وجود و جسم میں جو تب و تاب اور قلق و اضطراب حرماں و ہجراں کے وقت تھا اب وہ ان کے بدلے سرور و ابتہاج اور ہمکلامی و سرگوشی سے ہمکنار ہوتا ہے اور اس کی پریشانی الفت سے اور وحشت انس سے مبدل ہوجاتی ہے۔

دوسرا افادہ

جب توفیق رہبری کرتی ہے اور اس سرمست ابتہاج و مشاہدہ کا ہاتھ پکڑ کر اوپر کھینچتی ہے تو مقام فناؔ اور بقاؔ پردہ خفاء سے ظاہر ہوتا ہے اس اجمال کا بیان یہ ہے کہ جس طرح لوہے کا ٹکڑا آگ میں ڈالتے ہیں اور آگ کے شعلے ہر طرف سے اس کا احاطہ کر لیتے ہیں بلکہ آگ کے لطیف اجزاء اس کے جوہر میں مداخلت کرتے ہیں اور اس کی شکل و رنگ کو اپنے ہم رنگ بنا لیتے ہیں اور حرارت و احراق (جلانا) جو کہ آگ کے خواص ہیں اسکو بخش دیتے ہیں یقیناً وہ لوہے کا ٹکڑا منجملہ آگ کے انگاروں میں سے شمار کیا جائیگا نہ اس طرح کہ لوہا اپنی حقیقت سے بدل گیا ہے اور محض آگ بن گیا ہے کیونکہ ایسا تو بدیہی البطلان ہے

---

[1] والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا [2] فاذکرونی اذکرکم [3] انا عند ظن عبدی بی
[4] وانا معہ اذا ذکرنی [5] واحفظ اللہ تجدہ تجاھک

بلکہ یہ لوہے کا ٹکڑا خود لوہا ہے لیکن بسبب شعلہائے نار کے لشکروں کے ہجوم کے جس کی وجہ سے آگ کے لطیف اجزا لوہے کے اندر داخل ہوگئے ہیں اور لوہے نے اپنے لوہے پن سے فرار کی راہ اختیار کرلی ہے اور گوشہ گمنامی میں جاپڑا ہے اور وہ تمام آثار و احکام جو آگ پر مترتب ہوتے تھے وہ بے کم وکاست لوہے کے اس ٹکڑے پر مترتب ہوتے ہیں لیکن درحقیقت اس حال میں بھی احکام آگ پر ہی مترتب ہوتے ہیں جس نے اس لوہے کے ٹکڑے کا احاطہ کیا ہوا ہے اور اس آگ نے اسکو اپنی سواری بنا لیا ہے اور اپنا تخت سلطنت اسکو قرار دیا ہے تو ان آثار و احکام کو اس ٹکڑے کی طرف نسبت دے سکتے ہیں جیسا کہ اس آیت میں "وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ" کہ میں نے یہ اپنے اختیار و ارادہ سے نہیں کیا" تصریح ہے اور "فَاَرَادَ رَبُّکَ (پس ارادہ کیا تیرے رب نے) میں اشارہ اس قصہ کی طرف موجود ہے اگر اس لوہے کے ٹکڑے کو اس حالت میں مجال گفتگو ہوتی تو یقیناً وہ سو سو زبان سے اس آگ کے ساتھ اپنی عینیت اور اتحاد کی آوازیں بلند کرتا اور آسمان تک اس کا غلغلہ ہوتا اور گھڑی بھر از خود رفتہ ہو کر اور اپنی حقیقت سے غافل ہو کر یہ کلام کرتا کہ "میں آتش سوزاں" کا انگرہوں اور میں وہی ہوں کہ نانبائیوں اور لوہاروں اور سناروں بلکہ تمام ارباب صنعت (جن کو آگ سے واسطہ پڑتا ہے) کا کاروبار مجھ سے ہی متعلق ہے، اسی طرح جب جذب وکشش کی رحمانی امواج اس طالب کے نفس کامل کو احدیت کے سمندروں کی موجوں کی گہرائیوں میں کھینچتی ہیں تو وہ رمز سر بستہ "انا الحق" اور "لیس فی جبیبی سوی اللہ" ہوتا ہے اس لئے کہ کلام ہدایت التیام میں ہے "کنت سمعہ الذی یسمع بی وبصرہ الذی یبصر بہ و یدہ التی یبطش" (حدیث قدسی) کہ میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی نگاہ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اسکے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ گرفت کرتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اور ایک روایت یہ بھی ہے اور اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے یہ اسی حکایت سے ہے اور یہ بھی اسی کنایہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبان سے فرمایا کہ سن لیا اللہ تعالیٰ نے جس نے اس کی تعریف کی (و اذ قال اللہ علی لسان نبیہ سمع اللہ لمن حمدہ) اور اسی طرح "فیصلہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان سے جو چاہتا ہے" (و یقضی اللہ علی لسان نبیہ ماشاء) یہ مقام بہت باریک ہے اور یہ مسئلہ نہایت نازک ہے تمہیں چاہیئے کہ اس میں خوب غور کرو تفصیل کا یہ مقام نہیں ہے

ووراء ذالك فلا اقول لانہ سر لسان النطق عنہ اخرس

یعنی اس کے آگے میں کچھ نہیں کہتا کیونکہ گویائی کی زبان اس راز کے اظہار سے درماندہ اور گنگ ہے خبردار اس معاملہ سے متعجب نہ ہونا اور انکار نہ کر بیٹھنا اس لئے کہ جب وادی مقدس کی آگ سے ندائے "انی انا اللہ رب العالمین" بلند ہو سکتی ہے تو اگر نفس کامل جو کہ اشرف الموجودات ہے اور نمونہ حضرت ذات ہے اگر اس سے آواز "انا الحق" بلند ہو تو محل تعجب نہیں اور اس مقام کے لوازمات میں سے خوارق غریبہ کا صدور اور تاثیرات قویہ کا ظہور ہے اور دعوات کا مستجاب ہونا اور دفع بلیات ہے کیونکہ فرمان حق ہے "لئن سألنی لاعطینہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ" اگر وہ مجھ سے سوال کریگا تو میں اس کو عطا کروں گا اور اگر وہ مجھ سے پناہ چاہیگا تو اسکو پناہ دونگا۔ اس میں اس معنی کی صراحت ہوئی ہے اور اس کے منجملہ لوازم میں سے یہ بھی ہے کہ اس "صاحب حال" کے دشمن و بدخواہ پر نکبت اور وبال کا ظاہر ہونا ہے، حدیث میں ہے "من عادی لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب" جس نے میرے دوست سے دشمنی کی میں نے اس سے اعلان جنگ کر دیا ہے، یہ حدیث اسی مضمون کا فائدہ دیتی ہے۔

تیسرا افادہ

اس کے بعد اگر ایسے شخص پر کوئی اور لطیفہ غیب سے ظاہر ہوا اور نیا جذب پردہ لاریب سے پہنچے تو اس کے ادراک میں عظیم وسعت پیدا ہو جاتی ہے جس کے سبب سے ذات بے چون کے سامنے تمام حقائق کونیہ اور موجودات امکانیہ مضمحل ہو جاتی ہیں (یعنی تمام اشیاء اس کے سامنے مضمحل اور فنا ہو جاتی ہیں حق کے سامنے تمام چیزیں نیست و نابود نظر آنے لگتی ہیں) اور اس طالب کے نفس اور حضرت حق کے درمیان جو نسبت تھی وہی نسبت ان تمام چیزوں میں بھی ظاہر ہوتی ہوئی نظر آتی ہے جو چیزیں منصہ وجود پر جلوہ گر ہیں الغرض کہ بساط وجود پر حضرت حق کی قیومیت کا انبساط اور ان حقائق متکثرہ کا قیام اس ذات واحد و یکتا کے ساتھ اس کی سمجھ میں آ جاتا ہے اور قرآن کی آیت "ھو الاول والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شئی علیم" کہ وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن ہے اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے اور حدیث "لو ادلیتم بحبل الی الارض السابعۃ السفلی لھبط علی اللہ" کہ اگر تم ایک رسی لٹکا دو سب سے نچلی ساتویں زمین تک تو وہ رسی اللہ تک ہی پہنچیگی" کے ساتھ دم مارنے لگتا ہے سبحان اللہ کیا تاثیر ہے حب عشقی کی اور کیا جذب ہے تجلی علمی کا کہ جس کے سبب سے یہ مشت خاک مقام پاک مقدس

میں کس قدر چالاک ہو جاتا ہے اور یہ حقیر مشت خاک مجلس "قرب رب الارباب" میں کیا عظمت اور کیا عمدہ جائے نشست اور مقام خوبی پالیتا ہے ؎

جسم خاک از عشق بر افلاک شد	یعنی خاکی جسم عشق کی بدولت آسمان پر
کوہ در رقص آمد و چالاک شد	پہنچ گیا اور پہاڑ رقص میں آیا اور چالاک ہوشیار ہو گیا
عشق جان طور آمد عاشقا !	اے عاشق عشق "طور" کی جان ہے ؟
طور مست وخر موسیٰ صاعقا	طور مست ہے اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر گئے ہیں

اور اس مقام کے لوازم میں سے ہے کہ طالب عارف اس مقام پر وحدت وجود کے ساتھ دم مارتا ہے اور معارف الٰہیہ کے ساتھ لب کشائی کرتا ہے ؎

آنچہ نے می گوید اندر زیر و بم	جو کچھ بانسری زیر (باریک آواز) اور بم
فاشش گر گویم جہاں برہم زنم	(بلند آواز) میں کہتی ہے اگر میں اسکو ظاہر
	اور کھلا کہوں تو عالم تباہ اور درہم برہم ہو جائے
	یعنی لوگ اسکو برداشت نہ کر سکیں اور وہ
	راز وحدۃ الوجود ہے

؎ جملہ معشوق است و عاشق پردۂ !	یعنی ماسوا اللہ کا وجود کالعدم ہے اور موجود
زندہ معشوق است و عاشق مردۂ !	حقیقی صرف وہی محبوب اعظم ہے اور جملہ
(صراط مستقیم فارسی طبع مجتبائی ص ۱۲و۱۳)	معشوق است یعنی "ہمہ اوست" اور عاشق
	یعنی کل ممکنات موجود ظاہری جو حجاب پردہ
	اور ساتر ہے موجود حقیقی کے لئے حقیقت میں
	وجود صرف واجب کا ہے ممکن کا وجود اس کے
	مقابلہ میں ناقص ضعیف کالعدم ہے وجود
	کہلانے کے لائق ہی نہیں

کل شئی ھالک الا وجہہ ؛

"مقصود ہمین ست کہ وہم دوئی برخیزد و تو نمانی او ماند و بس، ہمہ انبیاء و اولیاء بریں اتفاق کردہ اند، ور کتب الٰہیہ و حدیث و کلمات اولیاء دلائل ایں بسیار ست، و عظمائے ہر فرقہ بوحدت قائل اند، ہمہ بیک زباں بریں رفتہ اند کہ غیر حق موجودے نیست، عالم صورت اوست، و ظہور اوست و بس" - (خواجہ خورد فرزند حضرت خواجہ باقی باللہ رح در رسالہ نور وحدت)

ے

کل ما فی الکون وھم او خیال
او عکوس فی المرایا او ظلال
اِلا کل شئی ماخلا اللہ باطل

احقر عبد الحمید سواتی خادم مدرسہ نصرۃ العلوم
نزد گھنٹہ گھر۔ شہر گوجرانوالہ (مغربی پاکستان)
۱۶ - ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ

فیوضاتِ حسینی (طبع دوم)

المعروف بہ

تحفۂ ابراہیمیہ

تالیف

رئیس المفسّرین، عمدۃ المحدثین، سند الفقہاء، الصوفی الصافی،
قامع البدعۃ، قاطع الشرک، حضرت مولانا حسین علیؒ الحنفی،
النقشبندی المجدّدی - ساکن واں بھچراں ضلع میانوالی

ترجمہ و مقدّمہ

از احقر عبد الحمید سواتی خادم مدرسہ نصرت العلوم

ناشر

ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرت العلوم - گوجرانوالہ - (مغربی پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین ، وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

امابعد ــــ مے گوید (حضرت امام المتقین ، سید العارفین ، رئیس المفسرین ، عمدۃ المحدثین حجۃ اللہ علی الارض ، ماحی الشرک قامع البدعۃ ، غوث زمان قطب دوران ، مجدد وقت ، حاجی الحرمین الشریفین ، صوفی الصافی ، مولانا) حسین علی بن محمد بن عبداللہ رح ایں فوائد است کہ ارادہ کردہ ام کہ بنویسم ، برائے فائدہ نفس خویش ، ودیگر احبہ ، ونام او تحفہ ابراہیمیہ نہادم ، ان شاء اللہ حق تعالیٰ باتمام خواہد رسانید وموجب نفع خواہد شد ان شاء ربی عزوجل۔

فضیلت ذکر :

قال اللہ تعالیٰ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ (سورۃ البقرہ)

ازیں آیت معلوم شد کہ عدم ذکر کفران است ۔ "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ" (سورۃ الانفال) ذکر موجب تثبت است ۔

ستائش اور جملہ تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا مربی ہے ۔ اور رحمت کاملہ اسکی مخلوقات میں سے سب سے بہتر ہستی پر ہو جن کا اسم گرامی اور نام نامی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے ۔ اور آپکی اہل اور تمام صحابہ پر حمد وصلوٰۃ کے بعد کہتا ہے (یعنی پرہیزگاروں کے پیشوا ، عارفوں کے سردار ، رئیس المفسرین ، عمدۃ المحدثین ، حجۃ اللہ علی الارض ، شرک کو مٹانے والے ، بدعت کا قلع قمع کرنیوالے ، زمانہ کے غوث ، اپنے وقت کے قطب ومجدد ، الحاج ، صوفی الصافی ، مولانا حسین علی بن محمد بن عبداللہ۔ یہ چند فوائد ہیں جن کے لکھنے کا میں ارادہ کیا ہے ۔ تاکہ ان کا فائدہ اپنے نفس کے لئے ہو ، اور دوسرے احباب بھی اس سے مستفید ومتمتع ہوں۔ اور اس کا نام "تحفہ ابراہیمیہ" رکھا ہے ۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکو پایۂ تکمیل کو پہنچا دیگا ۔ اور یہ باعث نفع ہوگا ، اگر میرے پروردگار نے چاہا۔

ذکر کی فضیلت ــــ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں فرمایا ہے "تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرتا رہوں گا اور میرا شکریہ ادا کرو اور ناشکر گذاری مت کرو" ۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ذکر نہ کرنا یہ کفران نعمت ہے ۔ اسی طرح سورۂ انفال کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اے ایمان والو جب تمہاری ٹکر ہو کسی (کافر اور مخالف) گروہ سے تو تم ثابت قدم رہو ۔ اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ" ۔ (اس سے معلوم ہوا) کہ ذکر باعث استحکام وپختگی ہے ۔

لہ قوسین کی عبارت ناشر طبع اول مولوی ابوالبرکات غلام نبی صاحب کی ہے جو حضرت مولانا کے مرید اور شاگرد ہیں۔ ۱۲ سواتی

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ۔
الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ (سورۂ آلِ عمران) ذکر موجب فہم آیات
است۔ و در سورۂ نساء۔ فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ (الآیۃ)
فی سورۃ رعد أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ۔ فی سورۃ المائدہ۔ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ
ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ (الآیۃ) فی سورۃ الکہف - وَاذْكُرْ رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ (الآیۃ) فی
سورۃ طٰہٰ - اِذْهَبْ أَنْتَ وَأَخُوكَ بِآيَاتِي وَلَا تَنِيَا فِي ذِكْرِي (الآیۃ) فی سورۃ الحج وَ
مَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا - فی سورۃ النور رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ
ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ (الآیۃ) فی سورۃ الشعراء - إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا (الآیۃ) فی سورۃ العنکبوت - إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ
وَالْمُنْكَرِ - وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ - فی سورۃ الاحزاب - لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي
رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا۔

سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے مختلف ہونے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں، عقل مندوں کے لئے، وہ جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے، بیٹھے، اور کروٹوں کے بل" اس سے معلوم ہوا کہ ذکر فہم آیات کا سبب ہے، اور سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "جب تم نماز پوری کر لو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو کھڑے بیٹھے اور کروٹوں کے بل"، اور سورۂ رعد میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "سنو اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں" اور سورۂ مائدہ میں فرماتے ہیں "اور (شیطان) تم کو روکتا ہے اللہ کے ذکر سے اور نماز سے"۔ اور سورۂ کہف میں یوں ارشاد ہوتا ہے۔ "اور جب تم بھول جاؤ تو اپنے رب کو یاد کرو" اور سورۂ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ "جاؤ تم اور تمہارا بھائی (حضرت ہارون علیہ السلام) دونوں میری آیات لیکر اور دیکھنا میرے ذکر میں سستی نہ کرنا"۔ اور سورۂ حج میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے یاد کیا جاتا ہے"۔ اور سورۂ نور میں صحابۂ کرام کی مدح کرتے ہوئے فرمایا کہ "ایسے مرد ہیں کہ ان کو سوداگری اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں بناتی"۔ سورۂ شعراء میں فرمایا کہ "مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کئے اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا ان میں عام شعراء کی برائیاں نہیں پیدا ہو سکتیں" سورۂ عنکبوت میں ہے "بیشک نماز بے حیائی اور برائی سے منع کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر تو بہت بڑا ہے اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو اُسے جانتا ہے"۔ سورۂ احزاب میں ہے "بیشک تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی میں اچھا نمونہ ہے، اس شخص کے لئے جو ؎

؎ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور قیامت کے دن سے اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے۔

وفیہا " وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ ، اَعَدَّ اللّٰہُ لَہُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا " وفیہا یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ۔ فی سورۃ الجمعہ " فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ " فی سورۃ المنافقون لَا تُلْہِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۔ فی سورۃ المزمل وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا ۔ فی سورۃ الدھر ۔ وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا وَمِنَ الَّیْلِ فَاسْجُدْ لَہٗ وَسَبِّحْہُ لَیْلًا طَوِیْلًا فی سورۃ الفجر ۔ یٰٓاَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً از آیاتِ مذکورہ فضیلتِ و امر بیاد کردن نام او تعالیٰ ثابت شد ۔

طریقِ ذکر :

و در حٰم مومن است " فَادْعُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ ہم دریں سورت و

اسی طرح سورۂ احزاب میں ہے اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے مرد اور عورتیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے" ۔ اور اسی سورۂ احزاب میں مذکور ہے اے ایمان والو کثرت سے اللہ تعالےٰ کو یاد کرو اور صبح اور پچھلے پہر اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو ۔ اور سورۂ جمعہ میں ہے جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل رزقِ حلال تلاش کرو ۔ اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ سورۂ منافقون میں ہے (اے ایمان والو) تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ بنا دیں اور جو ایسا کریگا (مال و اولاد کی فکر میں لگ کر اللہ کے ذکر سے غافل ہوگا) تو یاد رکھو یہی لوگ خسارے اور گھاٹے میں پڑنے والے ہیں ۔ اور سورۂ مزمل میں ہے اور یاد کر اپنے رب کا نام پاک اور بالکل اسی کی طرف یکسو ہو جاؤ ۔ سورۂ دہر میں ہے اور یاد کر اپنے رب کا اسم پاک صبح اور شام اور رات کی گھڑیوں میں اسکے سامنے سجدہ کر اور رات کے ایک طویل عرصہ میں اس کی تسبیح بیان کر ۔ سورۂ فجر میں ہے اے اطمینان والے نفس لوٹ جا اپنے رب کی طرف خوش خوش اور خوش کئے گئے ۔ ان آیات مذکورہ سے ذکر کی فضیلت اور اللہ تعالےٰ کے اسمِ پاک کو یاد کرنے کا حکم ثابت ہوا ۔

ذکر کا طریقہ ——— سورۂ حٰم مومن میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پکارو اللہ تعالیٰ کو خالص اس کی اطاعت کرتے ہوئے ۔ نیز اسی سورت میں ہے ۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ" وفی بنی اسرائیل قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ (الآیہ)

دریں آیات امر بدعاء اللہ تعالیٰ است، اکنوں باید فہمید کہ ذکر نام رب چگونہ کردہ آید، واللہ تعالےٰ را چگونہ خواندہ شود، وکدام چیز اولیٰ است کہ از و تعالیٰ طلب کردہ شود۔

ور "دُرالمعارف"[1] در ملفوظ روز جمعہ تاریخ پانزدہم ربیع الآخر شخصے در حضور خدمت حاضر شد والتماس تلقین ذکر ساخت۔ حضرت ایشان قبلی و روحی فداہ، فرمودند کہ زبان خود بکام چسپان، ولفظ مبارک "اللہ اللہ" دو اسم اول ضمہ ہا۔ و در ثانی بسکون ہا۔ بخیال از قلب کہ موضع او زیر پستانِ چپ بفاصلہ دو انگشت است بگو، بریں طور کہ گویا لفظ مبارک اللہ در دل مے آید، وبعد از گفتن لفظ مبارک اللہ بست وسہ مرتبہ بخواں۔ کہ خداوندا مقصود من توئی ورضاءِ تو، محبتِ خود دہ، ومعرفت خود دہ،

اور فرمایا تمہارے رب نے مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں۔ اور سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا۔ کہو پکارو اللہ کو یا پکارو رحمٰن کو۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کو پکارنے کا حکم ہے۔ اب معلوم کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کا کس طرح ذکر کیا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کو کس طرح پکارا جائے اور کونسی چیز بہتر اور افضل ہے جو اللہ تعالےٰ سے طلب کی جائے۔

کتاب "دُرالمعارف" پندرہ ربیع الآخر ملفوظ روز جمعہ میں مذکور ہے کہ ایک شخص حضرت پیرو مرشد یعنی حضرت شاہ غلام علیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے ذکر کی تلقین چاہی۔ حضرت والا (ہمارے دل اور روح ان پر فدا ہوں) نے فرمایا کہ اپنی زبان کو تالو سے چسپاں کرلو۔ اور اللہ اللہ کا مبارک لفظ پورے خیال اور توجہ کے ساتھ دل سے کہو پہلے اسم کی ہا پر ضمہ اور دوسرے اسم کی ہا ساکن ہو۔ اور دل کا مقام بائیں پستان سے دو انگلی کے فاصلہ پر نیچے ہے۔ اور یہ اسی طرح ہونا چاہیئے۔ کہ گویا لفظ مبارک اللہ دل سے آتا ہے۔ اور اس لفظ مبارک کے تیئس ۲۳ مرتبہ پڑھنے کے بعد یوں کہو کہ اے خداوند کریم تو ہی میرا مقصود ہے اور تیری رضا اپنی محبت اور معرفت عطا فرما۔ اور اسی طریقہ پر ہمیشہ ذکر کرتا رہے۔ انتہی

---

[1] دُرالمعارف حضرت شاہ غلام علیؒ کے ملفوظات پر مشتمل ہے جو فارسی زبان میں ہے۔ اور جس کو آپ کے مرید وخلیفہ شاہ رؤف احمد صاحبؒ نے مختلف مجالس میں قلمبند کیا ہے میرے زیر مطالعہ مطبع نادری بریلی کا مطبوعہ نسخہ جو ۱۳۰۴ھ میں طبع ہوا تھا، اور جو ۲۶۴ صفحہ پر پھیلا ہوا ہے رہا ہے، ابھی حال میں ملتان (پاکستان) سے بھی یہ طبع ہوگیا ہے۔

پس بریں نمط، مداومت نمودہ باشی"۔ انتہیٰ

وجناب قبلہ شاہ غلام علی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ الاقدس، در ایضاح الطریقہ نوشتہ است، نیز از شروط است در ہر دو ذکر یعنی ذکر اسم ذات، و ذکر نفی واثبات بعد چند بار بزبانِ دل بکمال خاکساری و نیازمندی مناجات و التجا نمودن کہ خداوندا مقصود من توئی و رضاءِ تو محبت خود دہ۔ و در رسالہ مولانا یعقوب چرخیؒ مسمیٰ بہ رسالہ انسیہ" صـ۲۴ بامداد و شبانگہ بذکر مشغول بود از جملہ ذاکراں بود، نہ از غافلاں، بحکم آیت کریمہ کہ در سورۂ اعراف، "وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ، وَلَا تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ، بعضے از مفسران گفتہ اند کہ مراد از غدو و آصال شب و روز است یعنی علی الدوام بذکر خفیہ مشغول باشی۔ بدانکہ در ہیچ آیت و حدیث، وطریق صحیح امر جہر نیامدہ است بلکہ امر بذکر خفیہ آمدہ است چنانکہ در آیت دیگر مذکور است

اور حضرت شاہ غلام علیؒ نے اپنی کتاب ایضاح الطریقہ میں لکھا ہے کہ دونوں ذکر یعنی نفی اثبات اور ذکر اسم ذات میں شرط ہے کہ چند بار دل کی زبان سے انتہائی خاکساری اور عجز و نیازمندی سے مناجات کرے اور التجا کرے کہ اے خداوند کریم میرا مقصود تو ہی ہے اور تیری رضا، اپنی محبت عطا فرما۔ حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ کے رسالہ انسیہ صـ۲۴ میں مذکور ہے کہ جو صبح شام اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوگا وہ ذاکرین (اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے لوگوں) کے گروہ میں شمار ہوگا نہ غافلین میں کیونکہ سورۂ اعراف کی اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "یاد کرو اپنے رب کو اپنے جی میں گڑگڑا کر اور عاجزی سے اور بلند آواز سے کم، صبح اور شام اور نہ ہو غافلوں میں سے"۔ بعض مفسرین کرام نے کہا ہے مراد غدو و آصال سے شب و روز ہے۔ یعنی علی الدوام ہمیشہ ذکر خفی میں مشغول رہو"۔ اس بات کو جان لو کہ کسی آیت میں اور حدیث میں اور کسی صحیح طریقہ پر ذکر بالجہر کا حکم نہیں آیا۔ بلکہ خفیہ (پوشیدہ طور پر) ذکر کا حکم آیا ہے۔ جب کہ دوسری آیت میں مذکور ہے ——

ے شریعت کا عام قانون اور ضابطہ یہی ہے کہ ذکر خفی ہی کیا جائے۔ البتہ بعض مقامات پہ ذکر بالجہر کا ثبوت ہے مثلاً اذان، اقامت، ایام تشریق کی تسبیحات اور ایام حج کا تلبیہ، یا غزوات کے موقعہ پہ تکبیر بلند کرنا وغیرہ۔ عام حالات میں ذکر خفی ہی اصل اور دستور ہے۔ ایک تو اسمیں ریا سے بچنا ہوگا۔ اور دوسرے لوگوں کے لئے تشویش کا باعث بھی نہ ہوگا۔ مشائخ کرام نے بعض حالات میں ذکر بالجہر کی تلقین کی ہے جبکہ وساوس اور خطرات سے چھٹکارا نہ ہوتا ہو۔ طرداً للشیطان، یا قلب کے جمود کو توڑنے کے لئے اور جسم میں اثر اور حرارت پیدا کرنے کے لئے ذکر بالجہر کی تلقین کرتے ہیں۔ یہ سب علاج کے درجہ میں ہے ضابطہ نہیں۔ فافہم ۱۲ سیاقی

قال اللہ تعالیٰ۔ "اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً (اعراف) یعنی بخوانید پروردگار را بتضرع و آہستہ "اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔" انتہیٰ

گوید حسین علی بداں اے برادر کہ ضمہ اللہ برائے منادیٰ بودن است، و حرفِ ندا محذوف است و سکون اللہ بسببِ وقف است پس لازم است کہ ہر وقت ذاکر اللہ را بدل ندا کند و بخواند بہ عاجزی، و طلب کند محبت او تعالیٰ را۔ در حدیث شریف است "اللّٰھم انی اسئلك حبك وحب من يحبك وحب عمل يقربني الى حبك، اجعل حبك احب الي من نفسي واهلي ومن الماءِ البارد" ایں حدیث در مشکوٰۃ شریف است۔ قال اللہ تعالیٰ وَ ادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (سورہ اعراف) ازیں آیت فہمیدہ شد کہ خاص حق تعالیٰ را بخوانند برائے دفع خوف، و حصولِ طمع، قال اللہ تعالیٰ۔ يَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا الآیہ۔ ازیں فہمیدہ شد کہ تمام پیغمبران برائے حصول مرغوب و دفع خوف حق تعالیٰ را مے خواندند، و قال اللہ تعالیٰ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ۔

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پکارو اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے اور آہستہ۔ بیشک وہ تعدی (زیادتی) کرنیوالوں کو پسند نہیں فرماتا"

حسین علی کہتا ہے جان لو اے برادر کہ (پہلے) اللہ کا ضمہ منادیٰ کی وجہ سے ہے۔ اور حرف ندا محذوف ہے اور (دوسرے) اللہ کا سکون وقف کی وجہ سے ہے پس ضروری ہے کہ ہر وقت ذاکر اللہ تعالیٰ کو دل سے ندا کرے اور عاجزی سے پکارے، اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو طلب کرے۔ مشکوٰۃ کی اس حدیث شریف میں ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ "اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت طلب کرتا ہوں اور اس کی محبت جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور ایسے عمل کی محبت طلب کرتا ہوں جو تیری محبت کے قریب کر دے۔ اے اللہ اپنی محبت کو میرے نزدیک میرے نفس، میرے اہل، اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب و پسندیدہ بنا دے"۔ سورۃ اعراف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے" اور پکارو اس (اللہ تعالیٰ) کو اس سے ڈرتے ہوئے اور اس سے امید کرتے ہوئے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی قریب ہے، اعلیٰ درجہ کی نیکی کرنے والوں کے۔" اس آیت سے ثابت معلوم ہوئی کہ خاص اللہ تعالیٰ کو ہی پکاریں دفع خوف کے لئے اور حصول طمع کے لئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، ہماری نعمتوں میں رغبت رکھتے اور ہمارے عذاب سے ڈرتے ہوئے ہمیں پکارتے تھے اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ تمام انبیاء و رسل علیہم السلام مرغوب چیز کے حصول کے لئے۔ اور خوف کے دفع کرنے کے لئے صرف اللہ تعالیٰ کو ہی پکارتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وہ ہمارے سامنے ہی عاجزی کرنے والے ہیں۔

ازیں فہمیدہ شد کہ خاص پیش حق تعالیٰ خشوع مے کردند و نزدیک بندہ معنی وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ الخ ایں است، چنانچہ مردمان بوقت حاجات در دل، و بزبان، دیگراں را یاد میکنند واز آنہا حاجات مے طلبند، اے مخاطب آنچناں مکن بلکہ خاص حق تعالیٰ را یاد کن برائے طلب حاجت در دل و بزبان، و مشو از کافراں، قال اللہ تعالیٰ۔ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ۔ (سورہ اعراف) و معنی قولہ اُدْعُوا رَبَّكُمْ الخ ایں است، خاص خدا تعالیٰ را بخوانید بتضرع و خفیہ، نہ مثل آنکہ دیگراں را بوقت حاجت بتضرع و خفیہ مے خوانند، انہٗ لا یحب المعتدین حق تعالیٰ کفار را دوست نمی دارد، قال اللہ تعالیٰ وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ۔ الآیۃ۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خاص اللہ تعالیٰ کے سامنے ہی عاجزی اور خشوع کرتے تھے اور بندہ کے نزدیک معنی (واذکر ربك فی نفسك) اس آیت کا یہ ہے کہ جس طرح لوگ اپنی حاجتوں کے وقت دل و زبان سے دوسروں کو یاد کرتے ہیں۔ اور ان سے حاجات طلب کرتے ہیں اے مخاطب تم اس طرح نہ کرو، بلکہ صرف خاص اللہ تعالیٰ کو ہی یاد کرو اپنی حاجات طلب کرنے کے لئے دل و زبان سے۔ اور نہ ہو کفر کرنے والوں سے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا (سورۂ اعراف میں) "اور بے شک ہم نے پیدا کیا ہے جہنم کے لئے بہت سے جنوں اور انسانوں کو، ان کے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں۔ اور ان کی آنکھیں ہیں لیکن ان سے وہ دیکھتے نہیں، ان کے کان ہیں، لیکن ان سے سنتے نہیں یہی لوگ جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گذرے ہیں۔ یہی لوگ غافل ہیں۔"

اور ادعوا ربکم الخ کا معنی یہ ہے کہ خاص خدائے تعالیٰ کو عاجزی سے اور پوشیدہ طور پر پکارو، نہ اُن لوگوں کی طرح جو دوسروں کو حاجت کے وقت عاجزی سے اور پوشیدہ طور پر پکارتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ کفار کو دوست نہیں رکھتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیشک بہت سے لوگ اپنی خواہشات کے ساتھ دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں علم کے بغیر بیشک تیرا پروردگار خوب جانتا ہے زیادتی کرنے والوں کو۔

دیگر —— بداں اے برادر طریقہ ذکر یک این است کہ در دل اللہ اللہ بگوید، و بعد چند بار بگوید بدل بہ نہایت تضرع کہ خداوندا محبت خود عطا فرما۔

و دیگر طریقہ نفی اثبات است، حضرات نقشبندیہ سابقین اولاً نفی اثبات مے کردند، بعد کمال تاثر اللہ اللہ مے کردند، چنانچہ در رسالہ قدسیہ در ص۱۶ از کلام شاہ نقشبند قدس سرہٗ ہویدا است، عبارتہٗ ہٰذا "و چوں بحقیقت فنا برسد این جا بود کہ باطن او از نفی بایستد۔ و خواجہ ما قدس سرہٗ در بیان این معنی بسیار فرمودندے کہ حقیقۃ الذکر الخروج عن میدان الغفلۃ الی فضاء المشاھدۃ، و مشاہد در تجلی ذات بود، و مکاشفہ در تجلی صفات[ا]"۔ انتہیٰ

ذکر بطریق نفی و اثبات —— بداں اے برادر در نقشبندیہ سابقین ذکر نفی و اثبات بود اولاً بعدہٗ اسم ذات، و طریق نفی اثبات اول نفس خود را زیر ناف بند و پستر زبان بکام چسپاند و بزبان خیال کلمہ لا را تا بدماغ کشد و لفظ الٰہ را فرود آرد و لفظ الا اللہ را بر دل ضرب کنند

جان لو اے برادر کہ طریقہ ذکر ایک تو یہ ہے کہ دل میں (ذاکر) اللہ اللہ کہے، اور چند بار اس طرح کہنے کے بعد دل میں نہایت ہی عجز و انکساری سے کہے کہ اے خداوند کریم اپنی محبت عطا فرما۔

اور دوسرا طریقہ ذکر کا نفی اثبات ہے۔ پہلے نقشبندی حضرات، اولاً نفی اثبات کرتے تھے اور پوری طرح اثر ہو جانے کے بعد اللہ اللہ کرتے تھے۔ جیسا کہ رسالہ قدسیہ ص۱۶ میں حضرت خواجہ نقشبندؒ کے کلام سے ظاہر ہے۔ ان کی عبارت یہ ہے اور جب (ذاکر و سالک) فنا کی حقیقت تک پہنچتا ہے تو اس مقام میں اس کا باطن نفی سے رک جاتا ہے اور ہمارے خواجہؒ اس مطلب کے بارہ میں بہت دفعہ فرماتے تھے۔ کہ ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ غفلت کے میدان سے نکل کر مشاہدہ کی فضا میں پہنچ جائے۔ اور مشاہدہ تجلی ذات میں ہوتا ہے! اور مکاشفہ تجلی صفات[ب] میں"۔

ذکر نفی و اثبات کے طریقہ پر —— اے برادر جان لو کہ پہلے نقشبندی حضرات میں سب سے پہلے ذکر نفی و اثبات کے طریق پر ہوتا تھا اس کے بعد ذکر اسم ذات، اور طریقہ نفی و اثبات کا یہ ہے کہ پہلے اپنی سانس کو ناف کے نیچے بند کر لے۔ پھر زبان کو تالو سے چسپاں کر دے۔ اور خیال کی زبان سے کلمہ لا کو دماغ تک کھینچے، و الٰہ کے لفظ کو نیچے اتارے اور الا اللہ کے لفظ کی ضرب دل پر لگائے۔

ے علم سلوک و تصوف میں تجلیات کی بحث بہت ہی دقیق اور پیچیدہ ہے، ہر آدمی اسکی حقیقت کو نہیں جان سکتا، اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو تو ان اونچی باتوں سے انسان مستفید ہو سکتا ہے۔ تجلیات ذاتی تو سب سے بلند مقام لوگوں کو ہی نصیب ہو سکتی ہیں۔ تجلیات ذاتی صفاتی۔ افعالی کی بحث دیکھنی ہو تو حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی کتاب عبقات کی طرف رجوع کریں۔ ۱۲ آسی

بوجہے کہ اثر ذکر بہ لطائف خمسہ رسد۔ و لفظ محمد رسول اللہ در وقت نفس گذاشتن بخیال بگوید شرط است لحاظ معنی کہ ہیچ نیست مقصود بجز ذات پاک، و نیز از شرط است در وقت نفی، نفی ہستی خود و در اثبات، اثبات ذات حضرت حق سبحانہٗ ملحوظ داشتن، و نیز از شرط است در ہر دو ذکر بعد چند بار بزبانِ دل بکمال خاکساری و نیازمندی مناجات و التجا نمودن کہ خداوندا مقصود من توئی محبت خود دہ، و نیز شرط است توجہ بقلب و ایں توجہ را وقوفِ قلبی[1] گویند انتہی عبارۃ ایضاح الطریقہ باختصار یسیر

فضیلت لا الٰہ الا اللہ

بداں اے برادر فضائل لا اِلٰہ الا اللہ در کتب بسیار طوالت کردہ اند۔ و افضل الذکر فرمودہ اند۔ در حقیقت کلمہ لا الٰہ الا اللہ دعاء ہم ہست چنانچہ در حصن حصین حدیث آوردہ "دعائی و دعاء الانبیاء قبلی لا الٰہ الا اللہ" الخ، و معنی لا الٰہ الا اللہ ایں است خالق بجز او نیست متصرف بجز او نیست، لائق عبادت بجز او نیست، لائق خواندن بجز او نیست "الدعاء ہو العبادۃ"۔ "الدعاء مخ العبادۃ"

اس طرح کہ ذکر کا اثر لطائف خمسہ تک پہنچے۔ اور سانس کھولتے وقت لفظ محمد رسول اللہ خیال سے کہئے اور اس ذکر کی شرط یہ ہے کہ معنی کا لحاظ کرے۔ کہ کوئی چیز بجز اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے مقصود نہیں۔ اور نیز یہ بھی شرط ہے کہ نفی کے وقت اپنی ہستی کی نفی کرے اور اثبات کے وقت اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو ملحوظ رکھے۔ اور نیز یہ بھی شرط ہے کہ ہر دو ذکر میں چند بار دل کی زبان سے انتہائی خاکساری اور نیازمندی سے مناجات و التجا کرے۔ کہ اے خداوند کریم میرا مقصود تو ہی ہے اپنی محبت عطا فرما۔ اور نیز یہ بھی شرط ہے کہ دل کی طرف توجہ کرے اور اسکو وقوف قلبی کہتے ہیں۔ ایضاح طریقہ کی عبارت تھوڑے سے اختصار سے ختم ہوئی۔

فضیلت لا الٰہ الا اللہ ــــــ اے برادر لا الٰہ الا اللہ کے فضائل کتابوں میں بہت طوالت سے بیان کئے گئے ہیں۔ اور اس کو افضل الذکر (تمام اذکار سے افضل ذکر) فرمایا ہے۔ اور درحقیقت یہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ دعا بھی ہے۔ جیسا کہ حصن حصین میں حدیث آتی ہے۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میری دعاء اور مجھ سے پہلے انبیاء کی دعا یہی لا الٰہ الا اللہ ہے۔ اور اس کلمہ کا معنی یہ ہے کہ خالق سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں۔ تمام کائنات میں تصرف کرنے والا اس کے سوائے کوئی نہیں۔ عبادت کے لائق اس کے سوا کوئی نہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی تو فرمان ہے کہ "دعا عبادت ہی ہے" اور "دعاء عبادت کا مغز ہے"

---

[1] وقوف قلبی یہ ہے۔ کہ نفس کو پاک کرنے میں اور دل کو صاف کرنے اور روح کو جلا دینے میں ہر روز زیادہ سے زیادہ کوشش کرے۔ اور حضرت خواجہ باقی باللہ[2] فرماتے ہیں "وقوف قلبی ہو عبارۃ من الیقظۃ و حضور القلب مع جناب الحق سبحانہٗ علیٰ وجہ لا یکون للقلب غرض غیر الحق" یعنی دل کی بیداری اور اللہ جل شانہٗ کے سامنے ایسی حضوری کہ دل کو سوائے حق تعالیٰ کے اور کسی کے ساتھ غرض نہ ہو، رسالہ

---

[2] خواجہ باقی باللہ مذکور بہ در انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ از شاہ ولی اللہؒ ۱۲ سواتی

پس معنی لا الٰہ الا اللہ لائق خواندن در حاجات غائبانہ بجز او نیست واین معنی لب ہمہ معانی شد۔ ودر سورۃ اخلاص است اللہ الصمد بتعریف خبر برائے حصر، والصمد ما یصمد الیہ ای یقصد الیہ فی الحوائج۔ پس معنی این خاص اللہ تعالیٰ لائق است کہ در حاجات باو قصد کردہ شود واورا خواندہ شود غائبانہ در حاجات،

"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ" یعنی آں معاملہ باندادے کنند کہ بحق تعالیٰ خاص است فافہم۔ پس معنی این شد لا الٰہ الا اللہ ہیچ کس لائق قصد در حاجات ولائق خواندن حاجات غائبانہ بجز او تعالیٰ نیست۔ پس چوں این ذکر کرد در دل جا داد، پس دعا حب خدا خواست قال تعالیٰ "فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ" پس مقصود از ذکر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہم دعا ہست۔

در رسالہ انسیہ مولانا یعقوب چرخیؒ ذکر کردہ در مدت ۱۶ این فقیر را جناب خواجہ نقشبند

پس معنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا یہ ہوا کہ حاجات میں غائبانہ پکارنے کے لائق اس کے سوا کوئی نہیں اور یہ معنی تمام معانی کا خلاصہ اور لب لباب ٹھہرا۔ اور سورۃ اخلاص میں اللہ الصمد میں خبر کو معرفہ لایا گیا ہے یہ حصر کے لئے ہے اور صمد اس کو کہتے ہیں جس کا قصد کیا جائے حاجات میں۔ اس کا معنی یہ ہوا کہ خاص اللہ تعالیٰ ہی لائق ہے کہ حاجات میں اس کا قصد کیا جائے۔ اور غائبانہ حاجات میں اسکو ہی پکارا جائے۔

سورۃ بقرہ کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالےٰ کے سوائے دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا ہم سر اور مقابل بناتے ہیں۔ اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسے اللہ تعالےٰ سے یعنی ان انداد کے ساتھ وہ معاملہ کرتے ہیں جو صرف حق تعالےٰ کے ساتھ لائق ہے۔ خوب سمجھ لو۔

پس لا الٰہ الا اللہ کا معنٰی یہ ہوا کہ کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا اس قابل نہیں کہ حاجات میں اس کا قصد کیا جائے اور غائبانہ حاجات میں اس کو پکارا جائے۔

جب ذاکر نے یہ ذکر کیا اور اسکو اپنے دل میں جگہ دی تو اب اللہ تعالیٰ سے اس کی محبت طلب کرنا چاہیئے جیسا کہ سورہ قتال میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے " جان لو کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ اپنی لغزشوں کے لئے اور مومن مرد اور مومن عورتوں کی خطاء اور گناہوں کے لئے اللہ تعالےٰ سے استغفار کریں پس مقصود لا الٰہ الا اللہ کے ذکر سے بھی دعا ہے اور رسالہ انسیہ میں ۱۶ مولانا یعقوب چرخیؒ نے بیان کیا ہے کہ اس فقیر کو جناب خواجہ نقشبندؒ

قدس سرہٗ بوقوف عددی مشغول کردند، وفرمودند کہ اوّل علم لدنی ایں سبق است، کہ خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ در پیش یکے از کبری مولانا صدرالدینؒ تفسیر مے خواندہ باین آیت رسید کہ اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً۔ کہ حق تعالےٰ بندگان خود را فرمودہ است، اگر ارادت حق سبحانہ تعالےٰ باشد بتو رسد۔ بعد ازاں یکے از بندگانِ خاص خدا تعالیٰ بخواجہ عبدالخالق رسید، وایشاں را ایں سبق تلقین کرد، ومشہور است کہ آں بزرگ حضرت خضر علیہ السلام بود زادہ اللہ علماً وحکمةً ودر صہ۲۴ در خفیہ گفتن لا الٰہ الا اللہ ایں دو آیت سنداً آوردہ، در ہمیں رسالہ مذکورہ، و دو آیت ایں است۔ اُذْکُرْ رَبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً الخ و دوم آیت اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۔

نے وقوف عددی میں مشغول کیا۔ اور فرمایا کہ علم لدنی کا پہلا سبق یہی ہے۔ کیونکہ خواجہ عبدالخالق غجدوانی بزرگوں میں سے ایک مولانا صدرالدینؒ کے سامنے تفسیر پڑھتے ہوئے جب اس مقام تک پہنچے کہ "پکارو اپنے رب کو عاجزی سے اور پوشیدہ" تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں سے یہ فرمایا ہے، اگر اللہ تعالےٰ کا ارادہ ہوا تو تم تک بھی پہنچے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ کے خاص بندوں میں سے ایک بندہ خواجہ عبدالخالق تک پہنچا اور اس نے انہیں یہی سبق تلقین کیا۔ مشہور یہ ہے کہ وہ بزرگ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

اور صہ۲۴ میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا ورد خفیہ طور پر کرنے کے لئے ان دو آیتوں کو سند میں پیش کیا ہے ایک آیت یہ کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "یاد کرو اپنے رب کو اپنے جی میں عاجزی اور خوف سے" اور دوسری آیت جس میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ پکارو اپنے رب کو عاجزی سے اور چپکے چپکے بے شک وہ اللہ تعالےٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

لہ اس رسالہ قدسیہ میں صہ۱ پر مذکور ہے۔ کہ خواجہؒ خاص طور پر اس سبق کو وقوف عددی فرماتے تھے یعنی پوشیدہ طور پر دل سے لا الٰہ الا اللہ کے ذکر کو مذکورہ بالا طریقہ پر کرنا وقوف عددی ہے۔ اور وقوف عددی کا یہ مفہوم بھی لیا جاتا ہے کہ سالک فکر اپنی حالت پر توجہ کرے۔ اگر اس میں ترقی ہوئی ہے۔ تو خداوند کریم کا شکریہ ادا کرے اگر ترقی نہیں ہوئی تو پھر اپنی حالت پر افسوس ندامت کرے۔ اور حضرت خواجہ باقی باللہؒ فرماتے ہیں کہ وقوف عددی، رعایة العدد فی الذکر القلبی بجمع الخواطر المتفرقة، یعنی قلبی ذکر میں خاص عدد کا خیال رکھنا اور پوری دل جمعی سے ذکر کرنا تاکہ متفرق خطرات آنے نہ پائیں۔ ۱۲ سواتی

بداں اے برادر، شاہ نقشبند قدس سرہ دعا خواست کہ حق تعالیٰ طریقہ عطا فرماید کہ موصل باشد، دعا قبول شد۔ الہام شد بتقدیم جذبہ بر سلوک۔ چوں اسم ذات بجذبہ زیادہ مفید است لہٰذا متاخرین نقشبندیہ بتقدیم اسم ذات ارشاد کردند، در کلمات طیبات در مکاتیب قاضی صاحبؒ صفحہ ۱۲۰ است، حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ از جناب الٰہی طلب کردند کہ راہے عطا فرما کہ اقرب طرق باشد والبتہ موصل باشد و لہٰذا حق تعالیٰ حضرت خواجہ را بتقدیم جذبہ بر سلوک الہام فرمود پس نقشبندیہ جذب را کہ عبارت از برگماشتن پیر ہمت خود را بر ترقی مرید مقدم کردہ اند بر سلوک کہ عبارت است از ریاضات۔

و مجددیہ جذب و سلوک باہم خلط کردہ اند چنانچہ ذکر نفی و اثبات بحبس نفس، و ذکر لسانی و تہلیل در مقام ولایات و تلاوت قرآن شریف و نماز نافلہ در مقام کمالات در حق ایں جماعت سلوک است پس مجددیہ اولاً اسم ذات مے فرمایند بر لطیفہ قلب و دیگر لطائف، و در مواضع آں بسیار اختلاف نوشتہ اند، و حضرات موافق در معارف و ایضاح نشان مے دہند و تحقیق آنہا کہ چہ چیز اند عبارات مختلفہ وارند

اے برادر جان لو کہ حضرت خواجہ نقشبندؒ نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ایسا طریقہ عطا فرمائے کہ جو مطلوب تک پہنچانے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں دعا قبول ہوئی اور انہیں الہام ہوا کہ جذبہ کو سلوک پر مقدم کریں۔ چونکہ اسم ذات جذبہ کے ساتھ زیادہ مفید ہے۔ لہٰذا متاخرین نقشبندیہ نے پہلے اسم ذات کے ذکر کی تلقین کی ہے۔

کلمات طیبات میں حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کے مکاتیب صفحہ ۱۲۰ میں ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند نے اللہ تعالیٰ کی جناب سے ایسی راہ طلب کی جو تمام راہوں سے زیادہ قریب تر ہو اور بالیقین مطلوب تک پہنچانے والی ہو۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواجہؒ کو الہام ہوا کہ جذب کو سلوک پر مقدم کریں پس نقشبندیہ جذب کو جس کا مطلب یہ ہے کہ پیر و مرشد اپنی ہمت و توجہ کو مرید کی ترقی کے لئے مقدم کرتا ہے۔ سلوک پر جس کا مطلب ریاضت ہے۔

اور مجددی طریقہ والے حضرات نے جذب اور سلوک کو باہم ملا دیا ہے جیسا کہ "مقام ولایات" میں ذکر نفی و اثبات حبس نفس، اور ذکر لسانی اور لا الہ الا اللہ کا ورد ہے۔ اور "مقام کمالات" میں تلاوت قرآن پاک، اور نماز نفل، اس جماعت کے حق میں سلوک ہیں۔ پس مجددی طریقہ والے بزرگ اولاً اسم ذات کی تلقین کرتے ہیں۔ لطیفہ قلب اور دیگر لطائف پر اور ان لطائف کے مواضع اور مقامات میں بہت کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور کچھ حضرات ان لطائف کی نشاندہی در معارف اور ایضاح طریقہ کے بیان کے مطابق کرتے ہیں اور ان لطائف کی تحقیق میں کہ یہ کیا چیز ہیں مشائخ کی عبارتیں مختلف ہیں۔

ودر رسالہ قدسیہ در ص۶ از شاہ نقشبندؒ مرتبہ سر نزد طائفہ اہل اللہ برتر از مرتبہ روح وقلب است ونزد طائفہ برتر از مرتبہ قلب وفروتر از مرتبہ روح است، وبحقیقت سر عین روح ودل است۔ در نہایت مقام۔ وخفی روح است خاص حضرت کہ خاصان حضرت را دہند کہ اَیَّدَھُمْ بِرُوحٍ مِنْہُ تا واسطہ گردد میان عالم صفات خداوندی، ومیان سر،

ودر انتباہ در مکتوب شیخ عبد الغنیؒ در طریق احسنیہ در ص۸۷ نوشتہ، سر در وسط سینہ درمیان دو پستان، وخفی در پیشانی است، واخفی فوق سر در کام سالک است، حدیث قدسی[1] نقل کردہ ان فی جسد بنی آدم مضغۃً وفی المضغۃِ قلب، وفی القلب فواد، وفی الفواد سر، وفی السر خفی وفی الخفی اخفیٰ وفی اخفی انا۔" واین مختلفہ از اہل اللہ اند۔ آنچہ بہ تجربہ رسیدہ کہ اولی ذکر قلب

رسالہ قدسیہ ص۶ میں حضرت خواجہ نقشبندؒ سے نقل کرکے بیان کیا گیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ سر کا مرتبہ اہل اللہ کے ایک گروہ کے نزدیک روح اور قلب کے مرتبہ سے بلند ہے۔ اور ایک گروہ کے نزدیک اس کا مرتبہ قلب سے بلند اور روح سے فروتر ہے اور حقیقت یہ ہے کہ سر کا مقام عین روح اور قلب کا مقام ہے (مختلف حیثیتوں سے ان کے نام جدا جدا ہو جاتے ہیں)

اور خفی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص روح ہے۔ جو ان خاصان حضرت خداوندی کو دی جاتی ہے۔ جن کے بارہ میں اللہ کا ارشاد ہے "ان کی تائید کی ہے اس نے اپنی طرف سے ایک خاص روح کے ساتھ" تاکہ یہ واسطہ بن جائے عالم صفات (صفات الٰہی) اور سر کے درمیان۔

اور انتباہ ص۸۷ میں حضرت شیخ عبد الغنیؒ کے مکتوب میں طریقہ احسنیہ کے بیان میں لکھا ہے کہ سر سینہ کے وسط میں دو پستان کے درمیان ہے۔ اور خفی پیشانی میں ہے۔ اور اخفی سر کے اوپر سالک کے تالو میں ہے اور اس بارہ میں حدیث قدسی نقل ہے "بے شک انسان کے جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے۔ اور اس لوتھڑے میں قلب ہے اور قلب میں فواد ہے اور فواد میں سر ہے اور سر میں خفی اور خفی میں اخفیٰ اور اخفیٰ میں انا ہے"۔ اور یہ سب اختلاف کرنے والے اہل اللہ میں سے ہیں۔ اور جو چیز تجربہ سے ہم تک پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے بائیں پستان کے نیچے ذکر قلب

---

[1] یہ حدیث نہیں بلکہ بزرگانِ دین کا مقولہ ہے جس کو انہوں نے اپنے کشف کے مطابق دریافت کیا ہے۔ حدیث مرفوع صرف اس قدر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بے شک انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ جب وہ صحیح ہو تو سارا جسم صحیح ہوتا ہے اور جب وہ بگڑا ہوا ہو تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے اور وہ ٹکڑا قلب ہے" جیسا صحاح کی احادیث میں ہے واللہ اعلم ۱۲ سواتی

زیر پستان چپ حضرت سیدی محمد عثمان رضی اللہ عنہ وجزاہ تعالیٰ عنی احسن الجزاء وافضلہ، نشان دادند، بعد چند روز خود بخود در ہمہ لطائف ذکر جاری شد۔

لطائف خمسہ

وجائے آنہا این است، قلب زیر پستان چپ بقدر دو انگشت مائل بہ پہلو، و روح زیر پستان راست بقدر دو انگشت، و سر زیر پستان چپ بقدر سہ انگشت مائل بر سینہ، و خفی قریب روح مائل بہ سینہ، و قدرے اسفل از و اخفی در میان اینہا قدرے اسفل۔ بالجملہ ہر چہ نام اینہا باشد، و حقیقت اینہا باشد مرا معلوم نیست۔ تجربہ دانستہ ایم کہ اینجا آثار اذکار مے شود، و این امر تجربی است، پیران تجربہ گفتند گفتمت۔

لطیفہ قالبیہ

و در سر ہم ذکر جاری مے شود فرمودہ اند کہ جائے آں نفس است۔ و در تمام بدن ہم ذکر دیدہ ایم۔ این را لطیفہ قالبیہ نامیدہ اند، و این را سلطان الاذکار فرمودہ اند۔ و در نفی اثبات اللہ را بطرف راست

کہ جس نے نشاندہی کی ہے وہ ہمارے مرشد حضرت خواجہ محمد عثمانؓ ہیں۔ اللہ انکو میری طرف سے بہتر اور افضل بدلہ عطا فرمائے اسکے چند روز بعد خود بخود تمام لطائف میں ذکر جاری ہو گیا۔

لطائف خمسہ

اور ان لطائف کے مقام کی تفصیل یہ ہے قلب کا مقام بائیں پستان کے نیچے بقدر دو انگشت پہلو کی طرف مائل۔ اور روح کا مقام دائیں طرف پستان کے نیچے بقدر دو انگشت۔ اور سر کا مقام بائیں پستان کے نیچے بقدر تین انگشت سینہ کی طرف مائل اور خفی روح کے قریب سینہ کی طرف مائل ہے۔ اور اس خفی سے قدرے نیچے اخفیٰ کا مقام ہے۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ ان لطائف کا جو بھی نام ہو اور ان کی جو بھی حقیقت ہو۔ ہمیں معلوم نہیں۔ تجربہ سے ہم نے اتنا معلوم کیا ہے کہ ان مقامات میں اذکار کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ اور یہ تجربہ سے معلوم ہونے والی بات ہے۔ پیرانِ طریقت نے تجربہ سے یہ کہا ہے جو ہم نے تمہیں بتا دیا۔

لطیفہ قالبیہ

اور سر میں بھی ذکر جاری ہوتا ہے مشائخ نے فرمایا ہے کہ اس کا محل نفس ہے یعنی نفس ناطقہ اور تمام بدن میں بھی ہم نے ذکر جاری ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور اس کا نام "لطیفہ قالبیہ" رکھتے ہیں اور مشائخ اسکو "سلطان الاذکار" بھی کہتے ہیں اور نفی اثبات میں اللہ کو دائیں طرف

کردن الہامی است ودر حدیث ابوداؤد آمدہ کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم در وقت لا الٰہ الا اللہ اومأ بیدہٖ" ودر حدیث بخاری شریف است کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قلاقل خواندہ بر دستہاء خود دم فرمودند ثم مسح عن بدنہ بیدیہ - اعنی بلفظ عن یعنی اے مسح کردن - گویا اشارہ جاروب کردن از بدن بود وہم چنیں در حدیث است سہ بار بسم اللہ وہفت بار اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد واحاذر" بدست راست مسح کردن - وایں جاروب است - پس بریں قیاس لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ بطریقِ الہام جاروب کردہ اند وفی الحقیقت ذکر اسم ذات ، ونفی واثبات ، دُعا است از حق تعالیٰ - یعنی در اسم ذات مے گوید اے اللہ حب خود دہ ، ودر نفی اثبات میگوید ہیچ کسے نیست لائقِ خواندن پس ترا مے خوانم ، حب دہ - ومنتہیٰ مراتب حب است ، کہ فوق ترقی ممکن نیست - زیرا کہ بعد او یعنی از حب کہ حقیقت محمدی" است ومخلوق است ، واسم مربی سرور کائنات ، درجہ ذات وصفات خارجیہ است ، ترقی کردن در وجوب داخل شدن است ، وآں

کرنا یہ الہامی امر ہے - اور ابوداؤد کی حدیث میں جو آیا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لا الٰہ الا اللہ کہتے وقت اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ کیا - اور بخاری کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ، قرآن کی آخری تین سورتیں پڑھ کر اپنے دست مبارک پر دم کرتے تھے اور پھر جسم مبارک پر پھیرتے تھے - گویا اشارہ بدن سے جاروب کرنے کی طرف تھا - (یعنی جھاڑو سے جس طرح کسی چیز کو صاف کر دیا جاتا ہے - اسی طرح گویا جسم کو مختلف قسم کے اثرات ووساوس سے پاک وصاف کرنا ہے) اور اسی طرح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ تین بار بسم اللہ اور سات مرتبہ اعوذ بعزۃ اللہ الخ پڑھ کر دایاں ہاتھ پھیرنا اور یہ ہی جاروب ہے - پس اسی پر قیاس کرتے ہوئے مشائخ کرام نے اللہ تعالیٰ سے بذریعہ الہام لا الٰہ الا اللہ کو جاروب قرار دیا ہے -

اور اسم ذات کا ذکر یا نفی اثبات حقیقت میں دعا ہے اللہ تعالیٰ سے - یعنی اسم ذات میں ذاکر کہتا ہے کہ اے اللہ اپنی محبت عطا فرما -

اور نفی اثبات میں کہتا ہے کہ اے اللہ پکارنے کے لائق تیرے سوا کوئی نہیں - لہٰذا میں تجھے ہی پکارتا ہوں - اپنی محبت عطا فرما - اور (ذاکر وسالک کی) انتہائی ترقی کا مرتبہ یہی حب ہے - کہ اس کے اوپر ترقی ممکن نہیں - کیونکہ یہ مرتبہ حب جو کہ اصل میں "حقیقت محمدی" ہے اور مخلوق ہے اور وہ اسم جو سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے مربی ہے - اس درجہ کے اوپر تو ذات اور صفات خارجیہ کا مرتبہ ہی ہے اور یہاں ترقی کرنے کا معنیٰ یہ ہوگا کہ ممکن ترقی کرکے وجوب کے درجہ میں داخل ہو جائے اور

محال است، وآنکہ مے گویند حقیقت فلاں، و مبدءِ تعین، مراد از و اسم حق جل شانہ میدارند۔ و از یں اسم صفات حق تعالیٰ کہ غیر مخلوق اند مراد نیست۔ و در کلمات در مکتوب شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ۸۸ نوشتہ "ان الذات المقدسۃ تجلت اولاً علیٰ نفسہا بان علمت بنفسہا وبما ھو مقتضیٰ نفسہا وبکمالہا ثم ابقاہا بہا۔ وامکان تصور مظاھرھا باطوار شتی، وعلمہا ذالک ھو عین الاقتضاء عند التحقیق و لیس المراد بالعلم ارتسام صور الاشیاء فی نفسہا ثم ما کان استعداداً للمظاھر الکلیۃ الفعالۃ الظاھرۃ المقدسۃ یسمی بالاسماء وما کان استعداداً للمظاھر الجزئیۃ المنفعلۃ المنقھرۃ المتلطخۃ یسمی باعیان الممکنات، فحقائق الممکنات علی ھذا الاصطلاح صور معلومۃ عند الحق الاول۔ خلاصہ ایں کہ بکشف گفتہ اند کہ اول مخلوق حقیقت محمدیؐ است و از و آثار بوجود محمد صلی اللہ علیہ وسلم مے آید و نام او حب است نہ معنی مصدری بلکہ منشاء انتزاع ایں معنی، و آں اسماء کہ مبادی تعینات گویند و حقائق آنہا نام اند معانی نیستند کہ محتاج بمحل باشند بلکہ ایں اصول جواہر اند۔ کل ذاک من تحقیق الامام الربانی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ الاقدس"

محال ہے اور یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ فلاں کی حقیقت اور مبدءِ تعین یہ ہے۔ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا اسم ہوتا ہے۔ اور اس اسم (حقیقت محمدی اور حب اور اسم مربی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم) سے اللہ تعالیٰ کی وہ صفات مراد نہیں ہوتیں جو مخلوق نہیں۔ اور کلمات طیبات میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے مکتوب (مدنی) ص ۸۸ میں لکھا ہے "بیشک ذات مقدسہ اولاً اپنے نفس پر (یعنی اپنے آپ پر) تجلی افگن ہوئی۔ بایں طور کہ اس ذات مقدسہ نے خود اپنی ذات کا اور جو اس کا مقتضیٰ ہے اور جو اس ذات کا کمال ہے جو اس کے ساتھ قائم ہے اور اس کے مظاہر کے تصورات امکانیہ مختلف المواد میں سب کو جان لیا اور ذات کا ان کو جاننا یہ تحقیق کے وقت عین اقتضاءِ ذات ہے۔ اور علم سے مراد یہ نہیں کہ اشیاء کی صورتیں اس میں مرتسم ہوں۔ پھر جو استعداد مظاہر کلیہ فعالیہ ظاہرہ مقدسہ کی ہے۔ اس کو اسماء سے موسوم کیا جاتا ہے اور جو استعداد ہے مظاہر جزئیہ منفعلہ کی جو مغلوب اور امکانی لوث سے آلودہ ہیں۔ انکو اعیان ممکنات سے موسوم کیا جاتا ہے۔ تو حقائق ممکنات اس اصطلاح کے مطابق صور معلومہ ہونگی۔ حق تعالیٰ (جو اول الاوائل ہے) کے علم کے ساتھ وابستہ ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ مشائخ نے کشف سے یہ معلوم کیا ہے کہ اول مخلوق حقیقت محمدی ہے اور اسکے آثار حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود پر ظاہر ہوتے ہیں اور اس کا نام حب ہے نہ معنی مصدری۔ بلکہ اس کا منشاء انتزاع اسکے مراد ہے اور وہ اسماء جنکو مبادی تعینات اور انکے حقائق کہتے ہیں یہ نام ہی معانی نہیں تاکہ انکو محل کی احتیاج ہو۔ بلکہ یہ اصول جواہر ہیں۔ یہ سب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی تحقیقات ہیں۔

وآنچه فرموده اند که ایں ظل است بمعنی شئ در درجۂ ثانیه ثالثه، وآنکه گفته اند دائره یعنی در خواب عالم مثال شکل دائره نظر مے آید۔ وآنچه گفته اند سیر قدمی وسیر نظری یعنی اگر در خواب سیر قدمی نظر آید آں را سیر قدمی گویند، واگر سیر نظری در خواب نظر آید آں را سیر نظری گویند فا اللہ تعالیٰ وراء الوراء پس در اسم ذات ونفی اثبات مقصود دعا است وطلب حب که منتهی مدارج است۔

درود شریف

ودعا را درود لازم است حضرت صلی اللہ علیہ وسلم شخصے را فرموده بودند عَجِلْتَ اَیُّهَا الْمُصَلِّیْ که قبل از درود شریف دعا خواسته بود، پس لازم که اول درود بخواند بدل بر سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم امر صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا آمده است ودر آیت است، یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰهَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَسَبِّحُوْهُ بُکْرَةً وَّاَصِیْلًا۔ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُهٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (احزاب) پس در وقت ذکر امیدوار صلوٰة ورحمت حق تعالیٰ باشد وطلب کند آں رحمت را برائے سرور کائنات وجمیع پیران کبار، وبرائے خود۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ

اور آپ نے جو یہ فرمایا ہے۔ کہ یہ ظل ہے تو بمعنی شیئ کے ہے درجہ ثانیہ اور ثالثہ میں اور جو آپ نے دائرہ کہا ہے اس سے مراد ہے کہ خواب میں یا عالم مثال میں دائرہ کی شکل میں نظر آتا ہے اور سیر قدمی اور سیر نظری بھی اسی قسم کی اصطلاحات ہیں یعنی جیسا کہ عالم مثال یا خواب میں نظر آتا ہے۔ اسی طرح اس کو تعبیر کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے وراء الوراء ہے۔ پس اسم ذات اور نفی اثبات میں مقصود دعا ہے اور حب کی طلب ہے۔ جو سب مدارج میں آخری درجہ ہے۔

درود شریف

اور دعا کے لئے درود شریف لازم ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا تھا جس نے درود پڑھنے سے قبل ہی دعا مانگ لی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے جلدی کی ہے اے نماز پڑھنے والے۔ اس لئے لازم ٹھہرا کہ اول دل سے درود شریف سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے۔ کیونکہ آیت میں حکم آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "درود پڑھو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم پر اور سلام بھیجو" اور سورہ احزاب کی آیت میں یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو اور صبح شام اس کی تسبیح کرو اللہ تعالیٰ ایسا مہربان ہے جو تمہارے اوپر رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تمہارے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائے۔ پس ذکر کے وقت (سالک) اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور رحمت کا امیدوار ہوتا ہے اور وہ رحمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے طلب کرتا ہے۔[۲]

---

۲ اور پھر اپنے تمام پیران کبار اور مشائخ عظام کے لئے اور خود اپنے لئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "بیشک اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرماتا ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر اور فرشتے بھی

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۔ (احزاب) پس ذکر کند خدا را و دعا طلب کند برائے سرور کائنات و آل او۔ و کل تقی ونقی فہو آلی ۔ آوردہ صاحب القشیریہ بسندہ والطبرانی و مولانا روم گفتہ کہ آنہا ہستند بعض در بغداد و بعض در رے یعنی پیران تو پس دعا کند برائے ایشاں اولاً در آیت است رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ (الآیۃ) (سورۃ الحشر) پس در وقت ذکر طلب رحمت کند برائے تمام سلسلۂ خود و منتہی رحمت حب است پس طلب کند آں را برائے ایشاں و برائے نفس و ایں خیال را لازم گیرد و ایں را رابطہ گویند۔

رابطہ

بیانش ایں کہ در ص۱۷۹ در المعارف است ہر دم و ہر ساعت توجہ پیراں دارند و امیدوار عنایت ایشاں باشند و در ص۵۴ ہمیں کتاب است، فرمودند، دعا کردن و ندا نمودن از غیر حق جلّ و علا در شریعت ناروا است و در جذب القلوب است کہ حقیقت معنی استمداد دعا است در جناب باری تعالیٰ بواسطہ آں محبت کہ ایں

نزول رحمت کی دعائیں کرتے ہیں۔ پس اے ایمان والو تم بھی اس نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجو" پس ذاکر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ "ہر متقی اور پرہیزگار اور معاصی سے پاک صاف لوگ میری آل ہیں"۔ رسالہ قشیریہ کے مصنف حضرت امام عبدالکریم بن ہوازن قشیریؒ نے اپنی سند سے بیان کیا ہے اور اسی طرح طبرانی نے اور مولانا رومؒ نے فرمایا ہے کہ وہ (آل) بعض تو بغداد میں ہیں اور بعض "رے" میں یعنی تیرے پیر۔ تو پہلے ان کے لئے دعا کرے نیز سورہ حشر کی آیت میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "مومن یوں دعا مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہماری خطاؤں کو معاف فرمادے اور ہمارے ان بھائیوں کی خطاؤں کو جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ اس دنیا سے چلے گئے ہیں"۔ پس ذاکر کے لئے ضروری ہے کہ ذکر کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب کرے اپنے تمام سلسلہ کے بزرگوں کے لئے ۔ اور رحمت کا منتہی حب ہے تو اس کی طلب کرے ان بزرگان سلسلہ کے لئے اور خود اپنے نفس کے لئے ۔ اور پھر اس خیال کو لازم پکڑے ۔ اور اسکو رابطہ کہتے ہیں۔

رابطہ ——— اس کا بیان یہ ہے کہ در المعارف کے ص۱۷۹ میں لکھا ہے کہ (سالک) ہر دم اور ہر گھڑی توجہ پیران عظام کی طرف رکھے اور ان کی عنایت کا امیدوار رہے ۔ نیز اسی کتاب ص۵۴ میں مذکور ہے کہ حضرت پیر و مرشدؒ نے فرمایا۔ دعا کرنا اور پکارنا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بہ شریعت جائز نہیں ہے ۔ اور جذب القلوب میں ہے کہ دیگر بزرگان دین کے ملفوظات میں اور کلام میں اکثر، استمداد کا ذکر آیا ہے ۔ اسکا حقیقی معنیٰ دعا ہی اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس محبت کے واسطے سے جو اس

بندہ راست باآں بندۂ خاص قاری عبدالحلیم ہروی واما استمداد از دوستان خدا رواست و در صفحہ ۱۴۰ فرمودند کہ بوقت ذکر ہر لطیفہ از لطائف کہ مے کنند ہموں لطیفہ مرشد خود و لطیفۂ مرشدِ مرشد خود تا جناب آنحضرت علیہ التحیات بشکل آئینہ ہا مقابل لطیفہ خود اخذ نماید۔ فرمودند طالب را باید کہ ہر لحظہ ہر لمحہ در خیال وصل مطلوب خود باشد و در حجۃ اللہ البالغہ وذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالتعظیم وطلب الخیر من اللہ تعالی فی حقہ آلۃ صالحۃ للتوجہ الیہ مع سد مدخل التحریف حیث لم یذکرہ الا لطلب الرحمۃ لہ من اللہ تعالی وارواح الکمل اذا فارقت اجسادھا صارت کالموج المکفوف لایھیجھا ارادۃ متجددۃ وداعیۃ سانحۃ ولکن النفوس التی ھی دونھا تلتصق بھا بالھمۃ فیجلب منھا نوراً وھیئۃً مناسبۃً بالارواح وھی المکنی عنہ بقولہ علیہ السلام مامن احدٍ یسلم علیّ الا رد اللہ علیّ روحی حتی اردّ علیہ السلام۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ باب الاذکار وما یتعلق بھا۔

دعا کرنیوالے بندہ کو اس (اللہ تعالے کے) خاص بندے کے ساتھ ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۴۰ میں ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ ہر لطیفہ کے ذکر کے وقت جب کہ لطائف کا ذکر کرتے ہیں تو یہی لطیفہ اپنے مرشد کا اور مرشد کے مرشد کا بھی یہاں تک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک اس طرح خیال کرے جیسا کہ گویا اپنے لطیفہ کے سامنے دوسرے آئینے رکھے ہوئے ہیں جن سے اس کا لطیفہ اخذ کرتا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ طالب کو چاہیئے کہ ہر لحظہ اپنے مطلوب کے وصل کے خیال میں رہے۔ اور حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ التحیات والصلوٰت کا ذکر تعظیم کے ساتھ کرنا اور آپ کے حق میں اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنا یہ ایک بہتر آلہ اور ذریعہ ہے اس ساتھ ذاکر کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف مصروف کرنے کیلئے۔ اور ساتھ ہی تحریف کے داخل ہونے کے راستوں کو مسدود کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ خود جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے رحمت نزول کی دعا و التجا کی جائے (اس سے شرک کا راستہ قطعی بند ہو گیا) اور کاملین کی ارواح جب انکے اجسام سے جدا ہوتی ہیں تو ایک ٹھہری اور رکی ہوئی موج کی طرح ہوتی ہیں جنکو ارادہ متجددہ (جیسا کہ انسان کے اندر ہر وقت نیا نیا ارادہ پیدا ہوتا ہے یہ ارادہ قدیم یا ارادہ ازل کے مقابل بولا جاتا ہے۔ جو اللہ تعالے کی شان ہوتا ہے) اور کسی واقعہ کے ظاہر ہونے کا داعیہ جنبش نہیں دے سکتا لیکن وہ نفوس جو ان سے کم تر درجے کے ہوتے ہیں۔ تو وہ توجہ اور ہمت سے انکے ساتھ مل جاتے ہیں اور ان سے نور اور وہ ہیئت جو ارواح کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے حاصل کرتے ہیں۔ اور اسی کی طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول مبارک میں کنایہ و اشارہ فرمایا ہے۔ اور جو شخص بھی مجھ پر سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو (عالم استغراق سے جو جناب الٰہی میں ہوتا ہے) واپس لوٹا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں" (حجۃ اللہ البالغہ باب الاذکار)

لہ رواہ البیہقی فی الدعوات الکبیر و ابو داؤد (مشکوٰۃ ص ۸۶ مجتبائی) و من تنقیح الرواۃ (مجتبائی ص ۱۶۹) (باقی حاشیہ صفحہ ۱۲۳ پر)

فی الاحیاء عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ لیس یتحسر اھل الجنۃ علے شیئ الا علی ساعۃ مرت بھم لم یذکروا اللہ تعالیٰ سبحانہ فیھا و فی الترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما جلس قوم مجلساً لم یذکروا اللہ فیہ ولم یصلوا علے نبیہ الا کان علیہ ترۃ فان شاء عذبھم وان شاء غفرلھم۔

اے برادر چنانکہ ذکر لائق مداومت است ہم چنیں صلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائق مداومت است۔ قال اللہ تعالےٰ۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ الآیۃ (توبۃ) فی الخازن ص۲۹ قال عطاء والذین اتبعوھم باحسان ھم الذین یذکرون المھاجرین والانصار یترحمون علیھم ویدعون لھم قال اللہ تعالیٰ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وقال اللہ تعالیٰ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ۔

اور احیاء العلوم میں حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اہل جنت کسی چیز پر حسرت و افسوس نہیں کریں گے سوائے اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی یاد کے سوا گزری ہے۔ اور اسی طرح ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھے اور انہوں نے اللہ کا ذکر نہ کیا اور حضور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجا تو یہ مجلس ان کے لئے باعث نقصان و حسرت ہو گی اگر اللہ چاہے تو ان کو سزا دے اور چاہے تو معاف کردے۔

اے برادر جس طرح اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مداومت اور ہمیشگی کرنی ضروری ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کی مداومت بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ میں فرمایا ہے۔ کہ پہلے سبقت کرنیوالے مہاجرین اور انصار اور وہ لوگ جنہوں نے انکی پیروی کی نیکی کے ساتھ تفسیر خازن میں ہے کہ حضرت عطاؒ نے فرمایا کہ یہ احسان کے ساتھ پیروی کرنیوالے لوگ وہ ہیں جو مہاجرین اور انصار کا ذکر کرتے ہیں اور انکے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورۂ الحشر میں فرمایا ہے۔ اور یہ (بعد میں آنیوالے) کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ایمان کے ساتھ ہم سے پہلے سبقت کر گئے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بخشش طلب کیجئے اپنے لئے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کیلئے (دیکھیئے سورۂ قتال آیت)

(صفحہ ۱۲۲ کا بقیہ حاشیہ) ورواہ ایضا احمد فی اسنادہ ابو صخر حمید بن زیاد۔ واخرج لہ مسلم فی صحیحہ، وقد انکر علیہ شیئ من حدیثہ و ضعفہ یحیی بن معین مرۃ ووثقہ اخری، وقال النووی فی الاذکار وریاض الصالحین اسنادہ صحیح۔ وصححہ ایضا ابن قیم ۱۲ ابو البرکات غلام نبی صاحب۔ لہ تفسیر مظہری جو مشہور ہیں کہ طبرانی اور ابن بیہقی نے حضرت معاذؓ سے مرفوعاً اس حدیث کو روایت کیا ہے ۱۲ سواتی

اے برادر چنانچہ درود شریف بر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم لازم کہ ملاصق دعائے تو باشد ہم چناں دعاء
در حق پیشوایان خود لازم تر ملاصق دعاء خویش داری، ہر وقتے کہ در حق برادر بظہر الغیب دعا خواہی کرد، قالت
الملائکۃ آمین ولک بمثلٍ - رواہ ابو داؤد ص۱۵۳ و فی سنن ابی داؤد کیف نصلی علیک؟ قال
قولوا اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد الخ ص۹۸ اخرج الطبرانی لما سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلّم
عن الآل قال آل محمد کل نقی وتقی، نقلتہ عن حاشیۃ ابی داؤد ص۹۸، فی کنز العمال قال علیہ الصلوٰۃ
والسلام وعلی آلہ، اجعلو فی اول الدعاء وآخر الدعاء ووسط الدعاء وایضاً فیہ
حج الفرائض فانہ اعظم اجراً من عشرین غزوۃً وان الصلوٰۃ علیّ تعدل کلہ. وایضاً فیہ
من صلی علیّ مرۃ صلی اللہ وملائکتہ بہا سبعین صلوٰۃً وایضاً فیہ اجمعت ان اجعل جمیع صلوتی
دعائک. قال اذاً یکفیک اللہ ما اہمک من امر دنیاک وآخرتک، لم اذکر حال الاسانید

اے برادر جس طرح یہ ضروری اور لازم ہے کہ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف تمہاری دعا
کے ساتھ ملا ہوا ہو اسی طرح ضروری ہے کہ اپنے پیشواؤں کے حق میں دعا بھی تمہاری دعاء کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔
ابو داؤد شریف میں روایت ہے کہ جس وقت تم اپنے کسی بھائی کے لئے پس پشت دعا کرتے ہو تو فرشتے آمین کہتے
ہیں اور کہتے ہیں تجھے بھی اللہ تعالیٰ ایسا ہی عطا فرمائے۔ ابو داؤد شریف میں ہے کہ صحابہ نے عرض کیا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے کہ حضرت ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں تو حضور نے (درود ابراہیمی جو نماز میں پڑھا
جاتا ہے) کے متعلق فرمایا کہو اللھم صل علی محمد الخ طبرانی نے بیان کیا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے
پوچھا گیا کہ حضور آپ کی آل کون ہے تو آپ نے فرمایا ہر پاکیزہ متقی آل محمدؐ ہے۔ اور کنز العمال میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا کہ درود کو دعا کے اول، اور اوسط میں پڑھو۔ اسی طرح کنز العمال میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم
نے فرمایا کہ حج فرض ادا کرو کہ یہ بیس۲۰ غزوات (فی سبیل اللہ جنگوں) سے افضل ہے۔ اور مجھ پر درود پڑھنا ان سب کے
برابر ہے۔ اور نیز کنز العمال میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جو ایک مرتبہ مجھ پر درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ
اس کے بدلے میں اس پر ستر مرتبہ رحمت نازل فرماتے ہیں اور اس کے فرشتے بھی اس کے لئے ستر مرتبہ دعا رحمت کرتے ہیں۔
نیز اسی کنز العمال میں ہے کہ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے عرض کیا کہ حضور میں نے ارادہ کیا ہے کہ اپنی
سب دعا میں آپ پر درود ہی پڑھتا رہوں۔ حضور نے فرمایا کہ پھر تو اللہ تعالیٰ تیرے تمام مہمات دنیویہ اور
اخرویہ کے لئے کفایت کریگا۔ میں نے ان روایات کی سندوں کا حال نہیں ذکر کیا۔

فانها فی فضائل الاعمال، ولها شواهد قریبة فی الحصن الحصین من صلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واحدة صلی اللہ علیہ وملائکتہ سبعین صلوٰۃ رواہ احمد عن عبد اللہ بن عمرو ایضاً فی الحصن الحصین قال علی رضی اللہ عنہ کل دعاء محجوب حتی تصلی علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ طس اے رواہ الطبرانی فی الاوسط۔ وعن عمر رضی اللہ عنہ ان الدعاء موقوف بین السماء والارض لا یصعد منہ شیئ حتی تصلی علی نبیک۔ وفی الحصن ماجلس قوم مجلسا لم یذکروا اللہ فیہ ولم یصلوا علی نبیہم الا کان علیہم حسرۃ یوم القیامة وان دخلوا الجنة للثواب، حب، ادت، س، مس اے رواہ ابن حبان واحمد وابوداؤد والترمذی والنسائی والحاکم کلھم عن ابی ہریرۃ ورواہ احمد عن ابی امامة رضی بداں اے برادر ومدار کار بر نفی شرک است، فی الخازن ص۳۶۵ فی تفسیر قولہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاۗءُ۔ قال ابن عباسؓ یا امیر المؤمنین، رجل

کیونکہ یہ سب فضائل کے باب میں ہیں۔ اور انکے شواہد قریبہ حصن حصین میں موجود ہیں۔ جیسا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر ستر مرتبہ رحمت نازل فرمائیگا اور اسکے فرشتے بھی اسی قدر دعاء رحمت کریں گے۔ اس روایت کو احمد نے عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے۔ اور نیز حصن حصین میں ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا ہر دعا محجوب (رکی ہوئی) ہوتی ہے جب تک کہ تم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر درود نہ پڑھو۔ اس روایت کو طبرانی نے اپنی کتاب معجم اوسط میں نقل کیا ہے۔ اور حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ آپنے فرمایا دعا زمین و آسمان کے درمیان موقوف ہوتی ہے کوئی حصہ بھی اس دعا کا اوپر نہیں چڑھتا جب تک کہ تم حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھو۔ اور حصن حصین میں یہ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں اور پھر وہ اس مجلس میں نہ تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور نہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہیں تو وہ مجلس انکے لئے قیامت والے دن حسرت کا باعث ہوگی۔ اگرچہ وہ لوگ اپنے اعمال وایمان کے صلے میں جنت میں داخل ہو جائیں۔ اس روایت کو ابن حبان، احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور حاکم نے حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے اور احمد نے حضرت ابو امامہؓ سے۔ اے برادر جان لو کہ تمام معاملہ کا دارومدار شرک کی نفی پر ہے تفسیر خازن ص۳۶ میں اس آیت جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "بیشک اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتا اس بات کو کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اسکے سوا جس کو چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے" کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اے امیر المؤمنین یہ فرمائیں کہ ایک شخص

یعمل من الصالحات لم یدع من الخیر شیئا الا عملہ غیر انہ مشرک قال عمرؓ ھو فی النار الخ
وفی المدارک قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من لقی اللہ تعالیٰ لا یشرک بہ شیئا دخل الجنۃ
ولم تضرہ خطیئۃ، پس اختیار کرد ند اولیاء کرام ذکر لا الہ الا اللہ۔ فی کنز العمال لا الہ الا اللہ
لیس لہا دون اللہ حجاب حتی تصل الی اللہ فاذا وصلت الی اللہ فنظر اللہ الیٰ
صاحبہا ولا ینظر الی موحد الا رحمہ وایضاً من قالہا اعتقہ اللہ من النار۔ وایضاً قل لا
الہ الا اللہ لا یدرکک ذنب ولا یسبقہ العمل، وایضا تملأ ما بین السماء والارض، وما من
الذکر افضل من لا الہ الا اللہ وایضاً لیس من عبد یقول لا الہ الا اللہ مائۃ مرۃ
الا بعثہ اللہ یوم القیامۃ ووجہہ کالقمر لیلۃ البدر، ولم یرفع لاحد یومئذٍ عمل افضل من
عملہ الا من قال مثل قولہ او زاد وایضاً مفاتیح الجنۃ لا الہ الا اللہ وایضاً مفتاح السموٰت

نیک کام کرتا ہے ایسا کہ کوئی نیکی کا کام نہیں چھوڑتا جس کو وہ کرتا نہ ہو لیکن ہے وہ شخص شرک کرنے والا۔
اس کے بارے میں کیا خیال ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ وہ دوزخ میں جائے گا۔ اور تفسیر مدارک میں یہ روایت
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ایسے حال میں ملتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ کسی
قسم کا شرک نہیں کرتا تو وہ شخص جنت میں داخل ہوگا اور اسکو گناہ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے "اس لئے اولیاء کرام
نے لا الہ الا اللہ کا ذکر اختیار کیا ہے۔ کنز العمال میں یہ روایت ہے کہ لا الہ الا اللہ ایسا کلمہ ہے
کہ اللہ تعالیٰ کے ورے اس کے لئے کوئی حجاب نہیں۔ یہ سیدھا اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس
کلمہ کے کہنے والے کی طرف نظر فرماتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر موحد کی طرف نظر رحمت ہی فرماتے ہیں۔ نیز یہ
روایت بھی ہے کہ جس شخص نے یہ کلمہ کہا اللہ تعالیٰ اسکو آتش دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے۔ اور یہ روایت
بھی ہے کہ کہو لا الہ الا اللہ تمہیں کوئی گناہ نہیں پا سکیگا۔ اور کوئی عمل اس سے سبقت نہیں کر سکتا اور نیز
یہ روایت بھی ہے کہ یہ کلمہ آسمان اور زمین کی درمیانی فضاء کو بھر دیتا ہے۔ نیز یہ روایت بھی ہے کہ کوئی
ذکر لا الہ الا اللہ سے زیادہ افضل نہیں۔ نیز یہ روایت بھی ہے جو بندہ بھی لا الہ الا اللہ سو مرتبہ پڑھے
گا تو اللہ اسکو قیامت کے دن اس طرح اٹھائیں گے کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔
اور کسی شخص کا عمل اس سے بہتر نہیں اٹھایا جائیگا، ہاں جو شخص اس طرح پڑھے گا یا اس سے زیادہ (تو اس کا عمل خدا
کے ہاں اس سے بہتر ہوگا) نیز یہ روایت بھی ہے کہ جنت کی چابی لا الہ الا اللہ ہے اور نیز یہ روایت بھی ہے کہ آسمانوں کی چابی

لا الہ الا اللہ وایضاً لا الہ الا اللہ حصنی ، وایضاً افضل العلم لا الہ الا اللہ وایضاً اسعد الناس بشفاعتی من قال لا الہ الا اللہ ۔ انظر فی کنز العمال ہذہ کلہا وایضاً فیہ من قال لا الہ الا اللہ ومدھا ۔ ھدمت لہ اربعۃ آلاف من الکبائر رواہ ابن النجار عن انس رض وایضاً فیہ لا الہ الا اللہ تدفع عن قائلہا تسعۃ وتسعین باباً من البلاء ادناہ الھم رواہ الدیلمی عن ابن عباس رض وایضاً فیہ الذکر الذی لا یسمعہ الحفظۃ یزید علی الذکر الذی یسمعہ الحفظۃ سبعین ضعفاً ھب عن عائشۃ رض اذکروا اللہ ذکراً خاملاً قیل وما الذکر الخامل ۔ قال الذکر الخفی ، ابن المبارک عن وہرۃ مرسلاً فی الزہد خیر الذکر الخفی حم ۔ ھب حب عن سعد رض واللہ اعلم حال الاسانید ،

فضیلت دُعاء

فی الحصن قال صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء ھو العبادۃ ایضاً من فتح لہ فی الدعاء منکم فتحت لہ

لا الہ الا اللہ ہے ۔ اور نیز یہ بھی روایت ہے کہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے اور میرے ساتھ مخصوص ہے (یعنی اس میں شرک کی نفی اور توحید خالص کا ذکر ہے) اور نیز یہ روایت بھی ہے کہ افضل علم لا الہ الا اللہ ہے اور نیز یہ روایت بھی کہ تمام لوگوں سے زیادہ سعادت مند میری شفاعت کے ساتھ وہ شخص ہے جس نے لا الہ الا اللہ کہا ۔ یہ سب روایات کنز العمال میں ہیں ۔ نیز یہ روایت بھی کنز العمال میں ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اسکو دراز کیا (مد سے پڑھا) تو اسکی چار ہزار گناہ کبیرے منہدم ہونگے اس کو ابن نجار نے حضرت انس رض سے روایت کیا ہے ۔ نیز اس میں یہ بھی روایت ہے کہ لا الہ الا اللہ کہنے والے سے یہ ننانوے ۹۹ دروازے بلاؤں کے دور (بند) کرتا ہے ۔ جن میں سے ادنیٰ دروازہ غم ہے اسکو دیلمی نے ابن عباس رض سے نقل کیا ہے ۔ نیز اس میں یہ روایت بھی ہے کہ وہ ذکر جس کو فرشتے نہیں سنتے اس ذکر سے ستر مرتبہ بڑھ جاتا ہے ۔ جس کو فرشتے سنتے ہیں (ذکر قلبی وروحی سری وغیرہ) نیز حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ اللہ کا ذکر کرو گمنام ۔ عرض کیا گیا کہ گمنام ذکر کونسا ہوتا ہے تو فرمایا کہ پوشیدہ ذکر ۔ ابن مبارک نے وہرہ سے مرسلاً روایت کیا ہے کتاب الزہد میں نیز یہ روایت بھی ہے کہ بہتر ذکر پوشیدہ ذکر ہے ۔ اس کو امام احمد بیہقی اور ابن حبان نے حضرت سعد رض سے روایت کیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ان اسناد کی حقیقت کو بہتر جانتا ہے ۔

فضیلت دُعاء ـــــــ حصن حصین میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا عبادت ہے نیز یہ بھی ہے کہ جس شخص کو تم میں سے دعا کی توفیق ہو تو اسکے لئے اجابت کے دروازے کھل جاتے ہیں ۔

لہ اس روایت کو امام احمد ، ابن حبان اور بیہقی نے روایت کیا ہے جیسا کہ جامع صغیر میں ہے ۔ اور اسکی صحت کی طرف اشارہ کیا ہے ۱۲ سوانی

ابواب الاجابة، ایضاً فتحت لہٗ ابواب الجنة۔ ایضاً فتحت لہٗ ابواب الرحمة، ایضاً لیس شیئ اکرم علی اللہ من الدعاء۔ ایضاً من لم یسئل اللہ یغضب علیہ من لم یدع اللہ غضب علیہ ایضاً لن یھلک مع الدعاء احد، ایضاً الدعاء سلاح المؤمن وعماد الدین ونور السماوات والارض پس معنی لا الہ الا اللہ نیست لائق عبادت بجز ذات پاک والدعاء مخ العبادة پس معنی ایں شد نیست ہیچ کس کہ قصد کردہ شود برائے طلب حاجت از وے بجز ذات پاک، پس لا الہ الا اللہ نفی شرک است ودعا ہم است چنانچہ در حصن حصین است اکثر دعائی ودعاء الانبیاء قبلی لا الہ الا اللہ الخ وفی الحاشیة فی الفائق انما سمی التھلیل والتحمید دعاء لانہ بمنزلتہ فی استجلاب منح اللہ تعالیٰ وانعامہ، پس لا الہ الا اللہ ذکر است ہم دعا است بعد چند بار صریح دعا ہم بگوید الٰہی محبت خود بدہ۔ ویک ذکر اسم ذات است آں ہم ذکر است دعا است وندا است بعد چند بار صریح دعا

اور ایک روایت میں جنت کے دروازے اور ایک میں رحمت کے دروازے۔ نیز یہ روایت بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں نیز یہ بھی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔ یہ روایت بھی ہے کہ کوئی شخص دعا کے ساتھ ہلاک نہیں ہوتا۔ اور یہ روایت بھی ہے کہ دعا مؤمن کا ہتھیار دین کا ستون اور آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ تو لا الہ الا اللہ کا معنی یہ ہوا کہ لائق عبادت کے بجز اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے کوئی نہیں۔ اور دعا عبادات کا مغز ہے۔ تو اب یہ معنی ہوئے کہ کوئی ایسی ہستی نہیں کہ جس کا قصد کیا جائے اس سے حاجتیں طلب کرنے کے لئے بجز اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے۔ پس یہ لا الہ الا اللہ شرک کی نفی بھی ہے اور دعا بھی جیسا کہ حصن حصین میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زیادہ تر میری دعا اور مجھ سے پہلے انبیاء کی دعا بھی لا الہ الا اللہ ہے اور فائق (جو امام زمخشری کی لغت میں ایک کتاب ہے) کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ تہلیل (لا الہ الا اللہ) اور تحمید (الحمد للہ) دعا ہے۔ اس لئے کہ یہ دعا کی طرح ہے اللہ تعالیٰ کے عطایا اور انعامات کو بندہ کی طرف کھینچ کر لاتے ہیں پس لا الہ الا اللہ ذکر بھی ہے اور دعا بھی اور چند مرتبہ اس طرح ذکر کرنے کے بعد یہ کہے کہ اے اللہ مجھے اپنی محبت عطا فرما۔ اور ایک ذکر اسم ذات کا ہے (یعنی اللہ) یہ بھی ذکر اور دعا اور ندا ہے۔ اس میں چند بار ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے محبت کا خواستگار ہو۔

ہم بگوید الٰہی محبت خود بدہ و ہر لحظہ و ہر لمحہ ایں دعا و انتظار در دل دارد در حق خویش و تمام اہل سلسلۂ خویش و ہمیں ذکر است و دعا است و صلوٰۃ است ہر وقت اینہا را جمع دارد و اصل رابطہ ہمیں درود شریف است و اخذ فیوض کہ حق تعالیٰ اہل سلسلہ را عنایت فرمودہ است احسن طریق اخذ آں ہمیں است و ترحم و دعا کمال درجہ حب کہ منتہی مدارج است و گاہے صراحۃً ہم دعا کند "اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم" و چوں انتظار در درگاہ رب العالمین کرد، آں فیوضات ہم دعا شد ہم صلوٰۃ شد، ہم ذکر شد پس بداں اے برادر یک ذکر اسم ذات است یعنی اللہ اللہ بکند یعنی اے اللہ محبت خود دہ، مراد جمیع اہل سلسلہ و آخذین فیوض آنہا را پس داخل شد دریں جمیع المؤمنین ، دیگر لا الٰہ الا اللہ و آں ہم ذکر است و دعا است و صلوٰۃ است، زیرا کہ مقصودش لا ادعو الا اللہ تعالیٰ لیعطینی وجمیع اہل سلسلتی و متوسلیہم، منتہی الکمال الذی ھو الحب و اذا سئلت فاسئل الدرۃ و ہمیں انتظار فیض در حق تمام توسل است، و درود است و رابطہ است۔

اور سالک ہر وقت اور ہر گھڑی یہی دعا اور انتظار اپنے دل میں رکھتا ہے اپنے حق میں اور تمام اہل سلسلہ کے حق میں اور یہی ذکر ہے اور دعا اور درود ہے ہر وقت ان کو جمع کرتا ہے۔ اور اصل رابطہ یہی درود شریف ہے اور ان فیوض کے اخذ کرنے کا بہتر طریقہ جو فیوض اللہ تعالیٰ اہل سلسلہ کو عنایت فرماتا ہے یہی ہے۔ اور یہی طریقہ ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب کرنے کا اور کامل درجہ کی طلب کا جو حب ہے اور تمام مدارج سے آخری درجہ ہے۔ اور کبھی ذاکر کو چاہیئے کہ صریح الفاظ کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ سے دعا یوں کرے کہ "اے باری تعالیٰ صراط مستقیم کی ہدایت نصیب فرما ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا ہے اور جب (سالک) اللہ تعالیٰ کے دربار میں انتظار کرے گا تو وہ فیوضات دعا، درود اور ذکر کی صورت میں ہوں گے پس جان اے برادر کہ ایک تو ذکر ہے اسم ذات کا یعنی سالک اللہ اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ اور مطلب اس کا یہ ہے کہ اے اللہ مجھے اور میرے تمام سلسلہ والوں کو اور ان سے فیض حاصل کرنے والوں کو اپنی محبت عطا فرما۔ تو اس میں تمام مؤمنین داخل ہو گئے۔ اور دوسرا ذکر ہے لا الٰہ الا اللہ اور یہ ذکر اور دعا اور درود بھی ہے۔ اس لئے کہ اس کا مقصود یہ ہے۔ کہ "میں صرف اللہ ہی کو پکارتا ہوں تاکہ مجھے اور میرے تمام اہل سلسلہ اور ان کے متوسلین کو منتہائے کمال جو حب ہے وہ عطا فرمائے (محاورہ) اور جب تم مانگتے ہو تو پھر موتی لا (اعلیٰ درجہ کی چیز مانگو) اور اسی فیض کا انتظار تمام کے حق میں توسل اور درود اور رابطہ ہے۔

تفصیل رابطہ

بعض مشائخ یاد کردن شکل فرمودہ اند و ماہیت او ایں است چنانچہ در صحبت احیاء تاثیر است چنانچہ از حدیث جلیس صالح الخ واضح است و ہم چنیں در دعا در حق ایشاں فوائد غیر متناہی است و ہمچنیں در لباس ایشاں در حدیث است اشعر نہا ایاہ و ہمچنیں در موئے ایشاں سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم موئے مبارک سر خود را تقسیم بدست خود کردہ بودند و ہم چنیں آنجائیکہ آنہا نماز کردند و نشستہ اند، حضرت عبداللہ بن عمرؓ جستجوئے آنجا کردند کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم در آنجا نماز ادا کردہ بودند در سفر راہ مکہ شریف، و ہمچنیں، در ذکر اسماء شریفہ آنہا تاثیر است زیرا کہ بمحبت ذکر حق تعالیٰ مے کنند حق تعالیٰ ہم ایشاں را بمحبت و عشق یاد مے کند چنانچہ در حدیث رسالہ قشیریہ است حتی عشقنی وعشقتہ، حق تعالےٰ می گوید۔

رابطہ کا تفصیلی بیان

بعض مشائخ کرام نے اپنے شیخ کی شکل و صورت کے یاد کرنے کا فرمایا ہے۔ اور اس کی ماہیت یہ ہے کہ جیسا کہ زندوں کی صحبت میں تاثیر ہوتی ہے جس طرح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اچھے ہم نشین کی مثال کستوری اٹھانے والے کی سی ہے اور برے ہم نشین کی مثال لوہار کی بھٹی کی سی ہے" اور اسی طرح ان کے حق میں دعا کرنے سے بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں اور اسی طرح لباس سے بھی فوائد حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا تہبند مبارک عطا فرمایا اور عورتوں سے یہ فرمایا کہ اسکو اس کے جسم (یعنی حضرت زینبؓ کے جسم) سے ملا دینا۔ اور اسی طرح موئے مبارک کے اندر بھی برکات و فوائد ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک کے بال خود اپنے دست مبارک سے صحابہ میں تقسیم فرمائے تھے۔ اور علی ہذا القیاس وہ مقامات جہاں وہ مقدس ہستیاں نماز ادا کرتی رہی ہیں یا جہاں بیٹھتی رہی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ان مقامات کی جستجو فرماتے رہتے تھے جہاں جہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ شریف کی طرف اثنائے سفر میں نماز ادا کی تھی۔ اسی طرح ان محبوبانِ خدا کے اسماء پاک کے ذکر کرنے میں بھی تاثیر ہے اس لئے کہ وہ بزرگ اللہ تعالےٰ کو محبت سے یاد کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی انہیں محبت اور عشق سے یاد فرماتا ہے۔ جیسا کہ

رسالہ قشیریہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہاں تک کہ وہ بندہ مجھ سے عشق کرتا ہے اور میں اس سے عشق کرتا ہوں۔

خواجہ حافظؒ فرمودند ؎

نام من رفت است روزے بر لب جاناں بسوز
اہل دل را بوئے جان مے آید از نامم ہنوز

و ہمچنیں در سایہ ایشاں "ان الشیطان یفر من ظل عمرؓ" شنیدہ باشی و ہمچنیں در قرب و جوار ایشاں "ما سلك عمر طریقا الا سلك الشیطان طریقا غیرہ" شنیدہ باشی۔ چنانکہ ذکر نام اوشاں بزبان موجب فیوض است ہم چنیں ذکر نام اوشاں بدل و بریں قیاس ذکر شکل ایشاں موجب فیوض است و دافع شیاطین باعتبار تجربہ مشائخ کرام۔ و اولیٰ طرق ہماں است کہ شاہ ولی اللہؒ در حجۃ اللہ البالغہ نوشتہ کہ بطریق دعا و درود ذکر کند کہ از شائبہ وہم شرک دور باشد یا ایں چنیں بکند کہ الٰہی فیوضات ایشاں بمن رساں یعنی بر ایشاں دریائے فیوض جاری فرمائے و آں فیوضات را بماں رساں و ہمیں است خلاصہ درود و دعا "اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ

خواجہ حافظؒ فرماتے ہیں ؎

ایک دن سوز سے میرا نام لب جاناں سے نکل گیا۔ اور اس میں ایسی تاثیر پیدا ہو گئی کہ اہل دل کو ابھی تک میرے نام سے بوئے جان آتی ہے۔

اور ایسے ہی ان بزرگانِ کرام کے سایہ میں بھی فیوض و برکات ہیں تم نے سنا ہو گا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے متعلق فرمایا کہ شیطان عمرؓ کے سایہ سے بھی بھاگتا ہے۔ اور اسی طرح ان کے قرب و جوار میں بھی برکات ہوتے ہیں جیسا کہ تم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان حضرت عمرؓ کے بارہ میں سنا ہو گا۔ جس میں آپ نے فرمایا کہ عمرؓ جس راستہ پر چلتا ہے شیطان اس راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلتا ہے۔" اور جب کہ ان کے نام زبان پر ذکر کرنے سے باعث فیوض ہیں۔ اسی طرح دل میں ان کا ذکر بھی موجب فیوض ہے۔ اور اسی پر ان کی شکل و صورت کے ذکر کو بھی قیاس کر سکتے ہیں۔ کہ موجب فیوض اور دافع شیاطین ہے مشائخ کے تجربہ کے اعتبار سے اور سب سے بہتر اور مناسب طریقہ وہ ہے جس کو حکیم الامت شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ بزرگوں کا ذکر بطریق دعا اور درود کرتا رہے کہ یہ طریقہ شائبہ وہم شرک سے بھی دور ہے یا اس طرح دعا کرے کہ اے خداوند کریم ان بزرگوں کے فیوضات مجھ تک پہنچا یعنی ان پر تو نے فیض کے دریا جاری فرمائے ہیں، ان فیوض کو ہم تک بھی پہنچا۔ اور یہی خلاصہ ہے درود اور دعا کا۔ اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد الخ۔

ابراهیم" اے مولیٰ تعالیٰ چنانچہ فیوض ابراهیم علیہ السّلام جاری کردی ہمچنیں فیوض حضرتِ ما تا قیامت و بعد آں الی مالا تناہی جاری فرما و برکت فرما دراں تاکہ روز بروز آں حالات در فزونی باشند وسلّم من النقصان والزوال، وسلم اے سلامتی کن بریں طریقِ کرم۔ ضمیر مفرد آوردن در درود شریف در لفظ علیہ ازیں وجہ است اللهم صل علٰی سیّدنا محمد وعلٰی آل سیّدنا محمد وبارک وسلم علیہ و خود را عین تصور کردن یعنی التجا کند کہ در لطائف و ابدان عین آنہا شوم یعنی در ہر موضع اخذ فیوض از آنہا بکنم و ضمن ایشاں شوم۔

فضائل درود شریف بروز جمعہ

در ترجمہ جذب القلوب ص۲۶۶ ہست کہ دمیری در شرح منہاج نقل کردہ کہ در حدیث حسن آمدہ کہ ہر شخص کہ در روز جمعہ درود شریف بر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بایں صیغہ۔

یعنی اے مولیٰ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فیوض تو نے جاری کئے ہیں۔ اسی طرح ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیوضات قیامت تک اور ابدالآباد تک جاری فرما اور ان فیوضات میں برکات عطا فرما تاکہ دن بدن ان حالات میں اضافہ ہوتا رہے۔ اور نقصان اور زوال سے سلامتی میں رکھ یعنی اس کرم کے طریق کو سلامتی میں رکھ اور درود (علیہ) میں مفرد ضمیر کا لانا اسی وجہ سے ہے" اے اللہ ہمارے آقا و سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نازل فرما۔ اور آپ کی آل پر اور برکتیں اور سلامتی نازل فرما۔"

اور اپنے آپ کو عین (ان مشائخ) کا تصور کرے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے التجا کرے کہ ان کے لطائف اور ابدان کا عین ہو جاؤں، یعنی جس مقام سے وہ فیوض اخذ کرتے ہیں۔ میں بھی ان مقامات سے فیض اخذ کرنے والا بن جاؤں۔ اور ان مشائخ کے ضمن میں داخل ہو جاؤں۔

درود شریف کے فضائل جمعہ کے دن

اور ترجمہ جذب القلوب ص۲۶۶ میں مذکور ہے کہ دمیری (صاحب کتاب حیات الحیوان) نے شرح منہاج میں نقل کیا ہے۔ کہ ایک حدیث جو حسن کے درجہ کی ہے۔ اس میں آیا ہے۔ جو شخص جمعہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان الفاظ کے ساتھ درود پڑھے گا۔ تو اس کے اسّی ۸۰ سالہ گناہ بخشے جائیں گے۔

وہ الفاظ یہ ہیں :-

اللھم صل علی محمد عبدک ورسولک الامی وآلہ واصحابہ وسلم تسلیماً بخشندہ شود گناہ اوہشتاد سالہ در غنیۃ الطالبین جلد ۲ ص۴۲ عبد العزیز بن صہیب عن انس بن مالک رض قال کنت واقفا بین یدی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال من صلے علی فی کل جمعۃ ثمانین مرۃ غفر اللہ تعالیٰ ذنوب ثمانین سنۃ فقلت یارسول اللہ کیف الصلوۃ علیک قال صلے اللہ علیہ وسلم تقول اللھم صل علی محمد عبدک ورسولک النبی الامی وتعقد واحدۃ وعن مکحول الشامی عن ابی امامۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا من الصلوۃ علی من یوم الجمعۃ فان صلوۃ امتی تعرض علیّ کل یوم جمعۃ فمن کان اکثرھم علی صلوۃ کان اقربھم منی منزلۃ۔ فی الحصن الحصین ص۲۴۵ اکثروا الصلوۃ علی فانھا زکوٰۃ لکم۔ ص اے رواہ ابو یعلی عن ابی ھریرۃ رض

اللھم صل علی محمد عبدک ورسولک النبی الامی والہ واصحابہ وسلم تسلیماً۔ کہ اے باری تعالے اپنے بندہ اور اپنے نبی امی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ال اور اصحاب پر درود اور سلام نازل فرما۔ اور غنیۃ الطالبین ج۔۲ ص۴۲ میں عبد العزیز بن صہیب سے روایت ہے۔ وہ حضرت انس بن مالک رض سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا تھا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہر جمعہ کے دن اسّی مرتبہ درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسکے اسّی سالہ گناہ بخشدے گا پھر میں نے عرض کیا کہ حضور آپ پر درود کس طرح پڑھا جائے۔ آپ نے فرمایا یوں کہو اللھم صل علی محمد عبدک ورسولک النبی الامی" اور اسکو ایک مرتبہ سمجھو۔ اور مکحول شامی سے روایت ہے انہوں نے حضرت ابو امامہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھو۔ کیونکہ میری امت کے لوگوں کا درود ہر جمعہ کے دن میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے پس جو شخص مجھ پر زیادہ درود پڑھنے والا ہوگا۔ وہ مرتبہ اور درجہ میں مجھ سے زیادہ قریب ہوگا۔

حصن حصین میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر کثرت سے درود پڑھو کہ یہ تمہارے لئے زکوٰۃ ہے۔ (یعنی تمہاری پاکیزگی اور تہذیب وطہارت کا ذریعہ ہے) اسکو ابو یعلیٰ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔

فی الحصن الحصین لیس یصلی احد یوم الجمعۃ الا عرضت علیّ صلوتہٗ مس لے رواہ الحاکم فی المستدرک، وما من احدٍ یسلم علی قبری الا رد اللہ علی روحی حتیٰ ارد علیہ السلام رویٰ احمد ازدیاد علےٰ قبری اے ہر اور حق تعالیٰ فرمودہ۔ ان اللہ وملائکتہٗ یصلون علی النبی یا یہا الذین آمنو صلو علیہ وسلمو تسلیما۔ چوں بر نبی صلے اللہ علیہ وسلم حق تعالےٰ وملائکۃ صلوٰۃ مے کنند وآں سرور رے جا رحمت است پس مناسب است امت را کہ تعلق محبت آں فیوض اخذ کنند لکن بلفظ صلوٰۃ نہ دعا کہ از مظنہ شرک دور باشد۔ در کنز العمال حدیث آوردہ اعنی حدیث مرفوع کہ حاصلش اینست کہ در صلوٰۃ حق تعالیٰ وملائکہ کفایت است حق تعالےٰ شمارا امر بصلوٰۃ کردہ تا کہ شمارا نفع خواہد شد مویدہٗ اکثروا الصلوٰۃ علیّ فانہا ذکوۃ لکم" پس درود شریف برائے اخذ فیوض الٰہی است پس حاصل ایں شد کہ اے مولائی دریائے فیوض بر سرور ما بریزاں

اسی طرح حصن حصین ہے کہ جو شخص جمعہ کے روز درود پڑھتا ہے۔ اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ اس کو حاکم نے مستدرک میں نقل کیا ہے۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ جو شخص میری قبر پر سلام کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو (استغراق کے عالم سے) واپس لوٹا دیتے ہیں اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ احمد نے علی قبری کے الفاظ نقل کئے ہیں یعنی جس نے میری قبر پر درود پڑھا اے ہر اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر اے ایمان والو تم بھی درود اور سلام بھیجو اس پر۔ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ اور فرشتے درود بھیجتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مقام رحمت ہیں۔ پس مناسب ہے کہ اس محبت کے تعلق کی وجہ سے اخذ فیض کریں لیکن صلوٰۃ کے لفظ سے نہ دعا سے کیونکہ یہ مظنہ شرک سے دور ہے۔ اور کنز العمال میں ایک مرفوع حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے درود بھیجنے میں کفایت ہے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھی درود بھیجنے کا حکم دیا ہے تاکہ تمہیں اس سے نفع حاصل ہو۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھ پر کثرت سے درود پڑھو۔ یہ تمہارے لئے زکوٰۃ (طہارت و پاکیزگی) ہے۔ پس درود شریف فیوضات الٰہی کے اخذ کرنے کے لئے ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ "اے مولیٰ فیوض کے دریا ہمارے سرور آقا پر بہا دے۔

لہ سورۂ احزاب آیۃ ۵۶۔

وبرکات دراں کن وسلامت بدار از زوال" اللهم انی اعوذ بك من الحور بعد الکور" امرنی ربی بهذا الدعاء فی الالهام کثیرا وامرنی ان اقول "یا غفور یا ودود" واسئل بعده کن لی کما کنت لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم" پس مقصود از درود شریف دعاء فیوض است بطریق توسل ولکن بلفظے کہ موہم شرک نہ باشد ودر فاتحہ شریف است "اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم" ودر تفسیر حسینی از خواجہ عبید اللہ احرارؒ نقل کردہ کہ آں جناب تفسیر ایں آیت ایں چنیں کردہ ، بدہ مارا محبت ذاتی صراط الذین انعمت علیھم انعام کردہ بر ایشاں بہ نبوت و رسالت و صدیقیت۔

در خازن آوردہ کہ فاتحہ شریف از کنزے آمدہ کہ زیر عرش است نہ نازل شدہ است مثل آں در تورات وانجیل و قرآن پس مقصود ایں کہ مولائی انوار و فیوض مثل ائمہ مارا بدہ ، وہمیں شد حاصل درود شریف الپس ہر وقت بندہ را مناسب است کہ ذکر رب در نفس بتضرع ودعا

اور ان میں سے ہم پر بھی نازل فرما۔ اور ان میں برکتیں عطا فرما۔ اور انکو زوال سے سلامتی میں رکھ۔ اے اللہ میں تیرے ساتھ پناہ چاہتا ہوں ترقی کے بعد تنزل کی طرف پلٹنے سے" حضرت مولانا حسین علیؒ فرماتے ہیں کہ) مجھ کو میرے رب نے اس دعا کا کثرت سے حکم دیا ہے۔ الہام والقاء کی شکل میں۔ اور مجھے یہ بھی حکم دیا ہے کہ میں یا غفور یا ودود کا ورد کروں اور اسکے بعد اللہ تعالےٰ سے سوال کروں کہ اے باری تعالیٰ تو میری اسی طرح دستگیری فرما جس طرح تو نے حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی دستگیری فرمائی ہے" پس مقصود درود شریف سے فیوض حاصل کرنے کی دعا ہے۔ بطریق توسل۔ لیکن ایسے الفاظ کے ساتھ کہ جن سے شرک کا وہم نہ ہو۔ سورۂ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے "اھدنا الصراط المستقیم" کا حکم دیا ہے۔ جس کی تفسیر میں تفسیر حسینی والے نے حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ اے خداوند کریم ہمیں محبت ذاتی عطا فرما۔ صراط الذین انعمت علیھم ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے نبوت رسالت اور صدیقیت سے انعام فرمایا ہے۔

اور تفسیر خازن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی ہے کہ فاتحہ عرش کے زیرین خزانوں میں سے آتی ہے اس کی مثل نہ تورات میں نہ انجیل میں اور نہ قرآن کریم میں نازل ہوئی ہے۔ پس مقصود یہ ہے کہ اے مولا وہ فیوض وانوار جو ہمارے ائمہ کو عطا فرمائے ہیں مجھے بھی عطا فرما اور یہی حاصل درود شریف کا ہے۔ پس بندہ کے لئے مناسب ہے کہ ہر وقت اپنے نفس میں رب تعالیٰ کا ذکر عاجزی سے کرتا رہے۔

طلبِ حب برائے نفس خویش و جمیع سلسلہ و در ہر وقت شاغل باشد و نباشد از غافلین۔

مراقبہ

در حدیث شریف آمدہ است "ادعوا اللہ و انتم موقنون بالاجابۃ" پس بظن غالب داند کہ فیض باری تعالیٰ کہ بر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم و بر دیگراں پیشوایانِ من مولائی کردہ است بتوسل ایشاں بر من فائض است، و منتظر باشد۔ در حدیث قشیریہ انتظار فرج نیز عباد گفتہ است صلی اللہ علیہ وسلم در انہار اربعہ[1] است در ص۱۸ مراقبہ مشتق از مادہ ترقب است بمعنی انتظار فیض از جناب الٰہی نمودن است و در ص۴۲ فرمودہ طریق دوم مراقبہ است کہ آں نگہبانی دل از خواطر و نگرانی الٰہی۔ باید کہ جمیع اوقات بہ نیاز و شکستگیٔ تمام متوجہ ذات الٰہی باشد تا توجہ الی اللہ بے مزاحمت خاطر ملکہ گردد و ایں را حضور گویند و مقصود از ذکر ہمیں است۔ و فی الترمذی جلد ۲ ص۱۹۷

اور اپنے لئے اور تمام سلسلہ کے بزرگوں کے لئے طلبِ محبت کی دعا کرتا رہے۔ اور ہر وقت اس میں مشغول رہے۔ اور غافلین میں سے نہ ہو۔

مراقبہ

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ سے دعا کرو اور اس طرح کہ تمہیں دعا کی قبولیت کا یقین ہو پس غالب گمان سے جانے کہ باری تعالےٰ نے جو فیض سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم اور میرے پیشواؤں پر میرے مولانے کئے ہیں۔ ان کے وسیلہ سے وہ فیض مجھ پر بھی فائض ہے۔ اور پھر اس کا منتظر ہو۔ رسالہ قشیریہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مذکور ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے کشادگی کا انتظار یہ بھی عبادت ہے۔ انہار اربعہ ص۱۸ میں مذکور ہے کہ مراقبہ ترقب کے مادہ سے مشتق ہے۔ جس کا معنیٰ انتظار ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی جانب سے فیض کے ظہور کا انتظار کرنا یہ مراقبہ ہے۔ اور ص۴۲ پر مذکور ہے۔ کہ دوسرا طریقہ مراقبہ ہے اور وہ دل کی نگرانی اور حفاظت ہے خواطر (خیالات اور کھٹکوں) سے اور الٰہی نگرانی ہے۔ چاہیئے کہ تمام اوقات عاجزی اور پوری نیازمندی سے اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف متوجہ رہے تاکہ یہ توجہ الی اللہ بغیر خیالات کی مزاحمت کے اس کا ملکہ بن جائے۔ اور اسکو حضور کہتے ہیں۔ اور مقصود ذکر سے یہی ہے ترمذی شریف

---

[1] الانہار الاربعۃ فی شرح الطریق الچشتیۃ والقادریۃ والنقشبندیۃ والمجددیۃ۔ یہ کتاب حضرت شاہ احمد سعید بن الشاہ ابوسعید الدہلوی مجددی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۷۷ھ کی تصنیف ہے۔ آپ حضرت شاہ غلام علیؒ کے خلیفہ و جانشین تھے۔

---

۱۲۴ سوا تی۔

قبل ابواب المناقب بورقتین قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سلوا اللہ من فضل فان اللہ یحب ان یسأل، وافضل العبادۃ انتظار الفرج، فی غنیۃ الطالبین ص۱۲۴ فاما المجاھدۃ فالامر فیھا قول اللہ عزوجل "والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا" ولاتتم المجاھدۃ الا بالمراقبۃ وھی التی اشار الیھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ سلم حین سألہ جبریل علیہ السلام عن الاحسان فقال الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک لان المراقبۃ علم العبد باطلاع الرب سبحانہ وتعالی علیہ، واستدامتہ لھذا العلم مراقبۃ لربہ وھذا ھو اصل کل خیر، پس ہر وقت بہ نیاز و شاشگی منتظر فیض باری تعالی باشد بواسطہ مشائخ کرام۔

حقیقۃ التوسل والاستمداد

دور جذب القلوب ص۳۰ است کہ حقیقت معنی توسل و استمداد، سوال و دعا است

ابواب المناقب سے دو ورق پہلے جلد ۲ ص۱۹۷ میں یہ حدیث ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی سے اس کا فضل مانگو۔ کیونکہ اللہ تعالی پسند فرماتا ہے کہ اس سے مانگا جائے۔ اور افضل عبادت کشادگی کا انتظار ہے اور غنیۃ الطالبین ص۱۲۴ میں ہے کہ مجاہدہ کے ثبوت میں اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے، "اور وہ لوگ جو ہماری طرف آنے میں مجاہدہ کرتے ہیں تو ہم ضرور اپنی راہ کی طرف انکی راہنمائی کرتے ہیں" اور مجاہدہ تمام نہیں ہو سکتا جب تک کہ مراقبہ نہ ہو اور مراقبہ کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے جب کہ آپ سے حضرت جبرائیل نے احسان کے بارہ میں سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالے کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم اتنا تو خیال کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ کیونکہ مراقبہ یہ ہے کہ بندہ اس بات کو جانے کہ اللہ تعالے میرے حالات پر اطلاع رکھتا ہے۔ اور بندہ کا اس حالت کو ہمیشہ قائم رکھنا ہی مراقبہ ہے۔ اور یہ مراقبہ ہر نیکی کی بنیاد اور اصل ہے۔ پس ہر وقت نیازمندی اور عاجزی سے منتظر رہے اللہ تعالے کی طرف سے فیض کا مشائخ کرام کے واسطہ سے۔

وسیلہ اور استمداد کی حقیقت

جذب القلوب ص۳۰ میں ہے کہ توسل و استمداد کی حقیقت سوال اور دعا ہے۔

در جناب باری تعالیٰ بواسطۂ آں محبت کہ ایں بندہ را ست بآں بندۂ خاص ۔ و فی غایۃ الامانی فی الجلد الثانی ص ۳۲۹ والتوسل بالانبیاء والصالحین یکون لا مرین اما اتباعھم واما دُعاءھم و شفاعتھم ۔ و فی ص ۳۲۵ فلفظ التوسل بالشخص والتوجہ بہ یراد بہ التسبب بہ لکونہ داعیاً لہ وشافعاً مثلاً ۔ اولکون الداعی محباً لہ مطیعاً لامرہ مقتدیاً بہ ۔ ومن ذلک ای التوسل بالاعمال ، حدیث الثلاثۃ الذین آووا الی الغار واستجابتہ تعالیٰ عند التوسل بصالح الاعمال اظھار من اللہ تعالیٰ شرافتہ لتلک الاعمال وکذلک دُعاء المھاجرۃ التی احیا اللہ ولدھا لما قالت اللھم انی آمنت بک وبرسولک وھاجرت فی سبیلک وسئالت اللہ تعالیٰ ان یحیی ولدھا ۔ وانظر الی تعلیم اللہ تعالیٰ "رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا الخ

اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس بندہ کی محبت کے واسطے سے کہ جس کے ساتھ اس دعا مانگنے والے کو محبت ہے اور غایۃ الامانی جلد ۲ ص ۳۲۹ میں ہے ۔ کہ توسل بالانبیاء اور صالحین دو باتوں کے لئے ہوتا ہے ۔ ایک تو ان کی اتباع ، اور یا دعا اور شفاعت کے لئے اور اسی طرح ص ۳۲۵ میں ہے کہ لفظ توسل بالشخص اور اس کی طرف توجہ سے مراد یہ ہے کہ وہ بندہ سبب بنتا ہے ۔ کیونکہ وہ اس کے لئے داعی اور شافع ہوتا ہے یا توسل اس لئے ہوتا ہے کہ داعی اس کے ساتھ محبت کرتا ہے اور اس کے حکم کی تعمیل کرنے والا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ اقتدا کرتا ہے ۔ اور اسی توسل بالاعمال کے سلسلہ میں وہ حدیث ہے ۔ جس میں تین آدمیوں کا ذکر ہے ۔ کہ انہوں نے غار میں پناہ لی تھی ۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے نیک اعمال کا وسیلہ پیش کیا تھا ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی تھی ۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ظاہر کرنا تھا کہ ان کے اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں بزرگی اور شرف رکھتے ہیں ۔ اور اسی طرح اس مہاجرہ عورت کی دعا ہے جس نے اپنے بچہ کے زندہ کرنے کے لئے اس طرح دعا کی تھی کہ اے اللہ میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں ۔ اور تیرے راستہ میں ہجرت کی ہے ۔ اور پھر اس نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ اس بچے کو زندہ کر دے ۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے دعا کے لئے جو تعلیم دی ہے قرآن کریم میں اس کے انداز پر غور کرو ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ نیک بندے یوں دعا کرتے ہیں ۔ اے ہمارے پروردگار ہم نے ایک منادی کرنے والے کو سنا ہے کہ وہ ایمان کے لئے پکارتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ ۔ پس ہم اپنے رب پر ایمان لائے ہیں ۔ ہمارے گناہوں کو بخش دے اے ہمارے پروردگار الخ

اقول وقد یکون التوسل بمعنی ان اللہ تعالیٰ جعل فی ذکر اسمہ برکتہ لحبہ تعالیٰ ایاہ بواسطۃ ذکر ذٰلک العبد ایاہ تعالیٰ بالمحبۃ ؎

نام من رفت است روزے بر لب جاناں بسوز
اہل دل را بوئے جاں مے آید از نامم ہنوز!

واللہ اعلم۔

بالجملۃ المعروف فی الشرع التوسل فی قبول الدعاء بالصلوۃ علی النبی وآلہٖ والاستغفار للذین سبقوا قال اللہ تعالیٰ وَالَّذِیْنَ جَاءُوْا مِنْ بَعْدِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وما رواہ ابن ماجۃ فی الدعاء الذی یقولہ الخارج الی الصلوٰۃ اللھم انی اسئلک بحق السائلین وبحق ممشائی ھذا من جنس یا معاذ اتدری ماحق العباد علی اللہ ای ان لم یشرکوا الخ اتفقوا علی ان اللہ تعالیٰ یسئل ویقسم علیہ باسمائہ وصفاتہ

میں کہتا ہوں کہ کبھی توسل کا یہ معنی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بندہ کے نام ذکر کرنے میں برکت رکھدی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بندہ سے محبت کرتا ہے۔ کیونکہ یہ بندہ بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر محبت سے کرتا ہے ؎

میرا نام ایک دن لبِ جاناں سے سوز کے ساتھ نکل گیا۔ اہل دل کو ابھی تک میرے نام سے بوئے جان آتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ شریعت میں معروف یہ ہے کہ توسل دعا کے قبول ہونے میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کی آل پر درود پڑھنے سے ہوتا ہے۔ اور ان اہل ایمان کے لئے استغفار کرنے سے جو دنیا سے با ایمان چلے گئے ہیں جیسے اللہ نے فرمایا کہ "وہ لوگ جو ان کے بعد آئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے دنیا سے ایمان کے ساتھ رخصت ہو چکے ہیں"۔ اور جو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ جو شخص نماز کے لئے نکلتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں سائلین کے حق کے ساتھ اور اپنے اس نماز کے لئے چلنے کے حق کے ساتھ۔ تو یہ بھی منجملہ اسی جنس سے جو حضرت معاذ رضی کی روایت میں آیا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اے معاذ رض بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر کیا ہے۔ یعنی اگر وہ شرک نہیں کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ انہیں بخشدے گا۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جاتا ہے۔ اور اس کے سامنے قسم کھائی جاتی ہے۔ اس کے اسماء اور صفات کے واسطہ سے۔

کما یقسم علی غیرہ وصرح العلماء بالنہی عن ذٰلك فی حق غیرہ کذا فی غایۃ الامانی ص۳۱۹ من الجلد الثانی۔ پس طالب را باید کہ ہر وقت ذکر کند خدا وند را ذکر کند و ابدل بعاجزی و تضرع و بخواہد از وحب او و رحمت او بدرجہ کملے در حق خویش و حق سابقانِ خویش پس ہمیں ذکر شد و رابطہ شد و مراقبہ شد۔ و بعض مشائخ پیر را مثل عینک خیال مے کنند کہ فیض حق تعالیٰ بواسطۂ او ایں چنیں مصفا مے شود چنانچہ نظر در عینک۔ و ایں تجربہ ایشاں است۔

تقرب وولایت

بدال اے برادر در اذکار بحسب تجربہ بر بندہ حالات متفرق مے آیند بریکے حالتے آید و بر دیگر دیگر۔ در مکتوبات قاضی ثناء اللہؒ ص۱۳۶ در عالم مثال مراتب قرب الٰہی بصورت قرب مکانی متمثل مے شود۔ و رؤیت عالم مثال کہ آں را صوفیہ بکشف تعبیر مے کنند از قبیل رؤیا درمنام

جیسا کہ دوسروں کے سامنے قسم کھائی جاتی ہے۔ لیکن علماء نے تصریح کی ہے کہ غیر کے حق میں یہ چیز ممنوع ہے۔ اسی طرح غایۃ الامانی جلد۲ ص۳۱۹ میں مذکور ہے۔ پس طالب کو چاہیئے کہ ہر وقت خداوند تعالےٰ کا ذکر کرتا رہے۔ اور اس کا ذکر دل سے انتہائی عاجزی اور نیازمندی سے کرے۔ اور اللہ تعالےٰ سے اس کی محبت کاملہ اور رحمت تامہ اپنے لئے اور اپنے سابق بزرگوں کے لئے طلب کرے پس یہی ذکر، رابطہ اور مراقبہ ہے۔ بعض مشائخ کرام اپنے پیرومرشد کو مثل عینک کے خیال کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کا فیض انکی واسطے سے اس طرح صاف اور نکھر کر ظاہر ہوتا ہے۔ جیسا کہ عینک میں چیزیں صاف نظر آتی ہیں۔ مشائخ کا کہنا ہے کہ یہ ان کا تجربہ ہے (یعنی انہوں نے فیض الٰہی کو اس طرح حاصل ہوتے ہوئے اپنے تجربہ میں مشاہدہ کیا ہے اور ایسا ہو سکتا ہے۔

تقرب وولایت

اے برادر جان لو کہ اذکار میں تجربہ کے مطابق بندہ پر مختلف حالات ظاہر ہوتے ہیں۔ ایک شخص کے سامنے ایک خاص حالت نمودار ہوتی ہے اور دوسرے کے سامنے دوسری حالت ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت قاضی ثناء اللہؒ کے مکتوبات ص۱۳۶ میں مذکور ہے کہ عالم مثال میں قرب الٰہی کے مراتب بصورت قرب مکانی متمثل ہوتے ہیں۔" اور عالم مثال میں کسی چیز کو دیکھنا کہ جس کو صوفیہ کرام کشف سے تعبیر کرتے ہیں، یہ ایسا ہی جیسے کہ عالم خواب میں کسی چیز کو دیکھنا۔

است واحیاناً ورمراۃ خیال بسبب بعضے عوارض انکدار مے شود لہذا درکشف غلط افتد۔ وگاہے درفہم وتعبیر آں غلط مے افتد۔ ودرص ۱۳۳ وآنچہ ایشاں رادر اثناء سیر وسلوک یعنی درکشف وخواب مشہود مے شود ودرحالت سکرازاں حکایت مے کنند۔ ونسبتے کہ درمیان وجود واجب ووجود ممکن متحقق است لفظے برائے آں موضوع نیست ناچار بالمجاز برائے اظہار قوت وضعف و اولویت واولیت وضد آں باصل وظل تعبیر مے کنند۔ لوازم ولایت حضور بے کیف ہست کشف کونیہ از جوگیہ ہم بظہور مے آید۔ بسا اولیاء باشند کہ از ولایت خود خبر نداشتہ باشند۔

اور کبھی خیال کے آئینہ میں بعض عوارض کی بنا پر کچھ کدورت پیدا ہو جاتی ہے۔ لہذا کشف میں غلطی واقع ہو جاتی ہے۔ اور کبھی اس کشف کے سمجھنے اور تعبیر کرنے میں غلطی واقع ہوتی ہے۔ اور انہی مکتوبات کے ص ۱۳۳ میں مرقوم ہے کہ وہ جو ان اولیاء اللہ کو سیر وسلوک کے اثناء میں یعنی کشف وخواب میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور سکر کی حالت میں اس کو بیان کر دیتے ہیں۔ اور جب انتہا کو پہنچ جاتے ہیں تو پھر اس سے بچتے ہیں۔ اور وہ نسبت جو وجود واجب اور وجود ممکن کے درمیان ثابت ہے۔ اس کے واسطے کوئی لفظ موضوع نہیں۔ مجبوراً مجازی رنگ میں قوت وضعف اور اولویت اور اولیت اور ان کی اضداد کے اظہار کے لئے اصل اور ظل سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ولایت کے لوازم میں سے حضور بے کیف ہے۔ باقی احوال کونیہ کا کشف تو یہ تو جوگیوں سے بھی ظہور پذیر ہو جاتا ہے۔ ولایت کے لوازم اتباع شریعت اور حضور بے کیف ہیں نہ کشف وکرامات۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ کو اپنی ولایت کی خبر بھی نہیں ہوتی۔

ب لہ تشکیک منطقی اصطلاحات میں سے ہے اس کی چار قسمیں ہیں (۱) تشکیک بالاولیت اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ کلی کے بعض افراد کا متصف ہونا اس کلی کے ساتھ باقی افراد کے اتصاف کے لئے علت ہوتا ہے۔ مثلاً وجود کے ساتھ ذات باری تعالیٰ کا متصف ہونا یہ علت ہے باقی موجودات کیلئے کہ وہ وجود کے ساتھ متصف ہوں ۲۔ اولویت کا مطلب یہ ہے کہ کلی کا صدق بعض افراد پر زیادہ وقیع فی النفس یا اولی ہو بعض کی نسبت جیسا کہ مثلاً سفیدی ہاتھی دانت میں یا برف میں زیادہ وقیع ہوتی ہے بہ نسبت دوسری سفید اشیاء کے ۳۔ زیادت ونقصان کا معنی یہ ہوتا ہے کہ زائد میں سے کم جیسے بہت سے اجزا خارج میں پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ مثلاً ایک من میں ایک سیر جیسے چالیس اجزا خارج میں پائے جاتے ہیں ۴۔ شدت وضعف کا مفہوم یہ ہے۔ کہ شدید میں سے ضعیف جیسے (باقی حاشیہ ص ۱۴۲ پر)

و ور صـ ۱۱۲ در مکاتیب قاضی صاحبؒ بندہ را با ظلال اسماء و صفات ذات واجب معیت بے چون حاصل مے شود۔ و ترقی دراں معیت در عالم مثال بصورت سیر مکانی متمثل مے شود۔ و کمال آں معیت بصورت وصول و اضمحلال و فنا دیدہ مے شود۔ و بے چوں بصورت چوں بنظر کشفی دیدہ مے شود و در صـ ۹۳ در مکاتیب حضرت مرزا صاحب قدس سرہٗ احوال بر اسباب نامشروعہ مترتب مے شوند از قبیل استدراج است اہل استدراج را نیز احوال و اذواق دست مے دہد و کشف توحید و مکاشفہ و معائنہ کہ در مرایائے عالم مثال بظہور مے آید حکمائے یونان و براہمہ ہند دریں معنی شریک اند علامت صدق موافقت علوم شرعیہ است باجتناب امور محرمہ۔ در ملفوظات حضرت مرزا قدس سرہٗ در صـ ۱۷ ایکبار فقیر را عروج واقع شد و نور منبسط منکشف گشت نقوش تمام کائنات دراں منتقش بود۔

حضرت قاضی ثناء اللہؒ کے مکاتیب صـ ۱۱۲ میں مرقوم ہے۔ کہ بندہ کو ذات واجب تعالیٰ کے اسماء اور صفات کے ظلال کی معیت بے چون حاصل ہوتی ہے۔ اور اسی معیت میں ترقی عالم مثال میں بصورت سیر مکانی متمثل ہوتی ہے اور کمال اس معیت کا بصورت وصول اور اضمحلال اور فنا دیکھا جاتا ہے۔ (یعنی اس بندہ کو یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ ان ظلال کے ساتھ واصل ہے۔ اور ان میں مضمحل اور فنا ہو گیا ہے) اور بے چون ہستی کشف کی نگاہ سے بصورت چوں (بے مثال ہستی کشف سے مثال کے رنگ میں) دیکھی جاتی ہے۔ اور حضرت مرزا صاحبؒ کے مکاتیب صـ ۹۳ میں مذکور ہے کہ وہ احوال جو ناجائز اور غیر مشروع اسباب پر مرتب ہوتے ہیں یہ تمام استدراج کی قسم سے ہیں اہل استدراج کو بھی اس قسم کے احوال اور اذواق حاصل ہوتے ہیں۔ اسی طرح کشف توحید (وحدت وجود کا انکشاف) اور معائنہ جو کہ عالم مثال کے آئینوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس میں یونان کے حکماء اور ہندوستان کے برہمن برابر شریک ہیں۔ صدق کی علامت علوم شرعیہ کی موافقت اور اس کے ساتھ امور محرمہ سے اجتناب ہے۔ حضرت مرزا صاحبؒ کے ملفوظات صـ ۱۷ میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ اس فقیر کو عروج نصیب ہوا اور نور منبسط منکشف ہوا تمام کائنات کے نقوش اس پر منقش تھے۔

(صفحہ ۱۴۱ کا بقیہ حاشیہ) بہت سے افراد ذہن میں انتزاع کئے جا سکتے ہیں یعنی صرف ذہن میں فرض کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن خارج میں نہیں پائے جاتے۔ جیسے شدید سیاہی سے ضعیف سیاہی جیسے بہت سے افراد فرض کر لئے جائیں۔ لیکن خارج میں موجود نہیں ہونگے۔ ۱۲ سواتی۔

قول شیخ اکبر یاد آمد "الاشیاء اعراض مجتمعة فی عین واحدٍ الخ" ناگاه متنبہ ساختند کہ فوق ایں مرتبہ مرتبہ دیگر ہست۔ چنانکہ کبرائے صوفیہ فرمودہ اند۔ فوق عالم الوجود عالم ملک الودود۔

تحقیق وجود

در تقریرات حضرت مرزا قدس سرہٗ مرقوم است کہ از لفظ وجود گاہے معنی مصدری انتزاعی مراد باشد۔ گاہے صادر اول را وجود گویند و گاہے ذات حق تعالیٰ را قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ۔ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا۔ بے تحقیق در ذات و صفات الٰہی تکلم نمودن جائز نیست۔ در مکاتیب قاضی صاحبؒ در ص ۱۳۰ ہمہ اوست بایں معنی نمے گویند کہ زید ہم خدا است و عمرو ہم خدا است نعوذ باللہ منہ و نہ بایں معنی کہ حق تعالیٰ بمنزلہ کلی طبعی[1] است و اشخاص ممکنات افراد وے اند۔ و ایں دو قول کفر صریح است۔

اس وقت مجھے حضرت شیخ اکبرؒ کا قول یاد آیا جو انہوں نے فرمایا ہے کہ "اشیاء تمام اعراض ہیں جو ایک عین واحد میں اکٹھی ہوئی ہیں" لیکن پھر مجھے ناگاہ متنبہ کیا گیا کہ اس مرتبہ کے اوپر دوسرا مرتبہ بھی ہے جیسا کہ اکابر صوفیائے کرام نے فرمایا ہے کہ عالم وجود کے اوپر عالم ملک الودود ہے۔

وجود کی تحقیق

حضرت مرزا جانِ جاناںؒ کی تقریرات میں مرقوم ہے کہ لفظ وجود سے کبھی معنی مصدری انتزاعی مراد ہوتا ہے (یعنی کسی چیز کا ہونا) اور کبھی صادر اول کو وجود کہتے ہیں اور کبھی ذات باری تعالےٰ کو وجود کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس چیز کے پیچھے مت پڑو جس کا تمہیں علم نہیں بے شک کان آنکھیں دل ان سب سے اللہ تعالےٰ کے حضور سوال کیا جائے گا۔ بغیر تحقیق کے ذات اور صفات باری تعالےٰ میں گفتگو کرنا جائز نہیں۔ حضرت قاضی ثناء اللہؒ کے مکتوبات ص ۱۳۰ میں ہے کہ "ہمہ اوست" بایں معنی نہیں کہتے۔ کہ مثلاً زید بھی خدا ہے اور عمرو بھی خدا ہے۔ نعوذ باللہ۔ اور نہ بایں معنی کہتے ہیں۔ کہ حق تعالیٰ کلی طبعی[1] ہے اور ممکنات کے اشخاص اس کے افراد ہیں۔ یہ دو قول تو صریح کفر ہیں۔

---

[1] کلی کے مفہوم کو کلی منطقی کہتے ہیں کیونکہ منطق والے صرف اس مفہوم کلی سے بحث کرتے ہیں۔ اور اس کلی منطقی یا اس مفہوم کلی کے معروض (مصداق) کو کلی طبعی کہتے ہیں۔ اور اس عارض و معروض کے مجموعہ کو کلی عقلی کہتے ہیں مثلاً ایک انسان کا مفہوم ہے (حیوان ناطق) اور ایک اس کا مصداق ہے (یعنی زید عمرو بکر وغیرہ) اور ایک ان دونوں کا (باقی حاشیہ ص ۱۴۴ پر)

ودر صہ ۱۳۲ است ہمہ اوست گفتن خالی از تجوز نیست ودر صہ ۱۳۳ است آنچہ در اثنائے سیر وسلوک مشہود مے شود در حالت سکر ازاں حکایت مے کنند۔ بالجملہ ظاہری معنی مراد داشتن و برو اعتقاد کردن اجماعاً کفر است ودر صہ ۱۴۰ انا الحق گفتن باتفاقِ علماء ظاہر وباطن کفر است۔ بشرطیکہ در حالت صحو وہوشیاری گوید۔ وحکایت از نفس خود کردہ بگوید۔ در مکاتیب صہ ۲۴ سیدنا امام ربانی قدسنا اللہ بسرّہ الاقدس در مکتوب صد ونہم جلد ثالث است مدار سلوک ایں راہ بر توہم وتخیل است۔ احوال ومواجید کہ خزینہ ایں راہ است بوہم مدرک مے گردد۔ وتجلیات وتلونیات سالکان در مرآۃ خیال مشہود مے شود فلولا الوھم لقصر الفھم ولولا الخیال لستر الحال دریں راہ ہیچ چیز نافع تر از وہم وخیال یافتہ نشد واکثر ادراک وانکشاف شاں مطابق واقع بر آمد وتوہم است کہ پنجاہ ہزار سالہ راہ کہ درمیان عبد ورب است بکرم خداوندی در اندک مدت قطع مے نماید وبدرجات وصول مے رساند۔ وخیال است کہ در دقائق اسرار

اور صہ ۱۳۲ میں ہے کہ "ہمہ اوست" کہنا مجاز سے خالی نہیں اور صہ ۱۳۳ میں ہے کہ وہ جو اثناء سیر وسلوک میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ اور سکر کی حالت میں اس کو بیان کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس کے ظاہری معنی مراد لینے اور اس پر اعتقاد کرنا بالاجماع کفر ہے۔ اور صہ ۱۴۰ میں مرقوم ہے کہ "انا الحق" کہنا علماء ظاہر وباطن کے اتفاق سے کفر ہے۔ بشرطیکہ ہوشیاری اور صحو کی حالت میں اور اپنے نفس سے حکایت کرتے ہوئے کہتا ہو۔ اسی طرح حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے مکتوبات صہ ۲۴ جلد ثالث مکتوب (۱۰۹) میں مرقوم ہے کہ اس راہ کے سلوک کا مدار وہم اور تخیل پر ہے۔ احوال ومواجید (کو الف) جو اس راہ کا خزانہ ہے۔ یہ وہم سے ہی ادراک کیے جاتے ہیں۔ اور تجلیات اور سالکین کا مختلف رنگوں میں متلون ہونا یہ سب خیال کے آئینہ میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ پس اگر وہم نہ ہو تو فہم بھی قاصر ہے اور اگر خیال نہ ہو تو حال بھی مخفی ہو جائے۔ اس راہ میں وہم اور خیال سے زیادہ نافع کوئی چیز نہیں پائی گئی۔ اور انکا اکثر ادراک اور انکشاف واقع کے مطابق ہی ظاہر ہوتا ہے۔ یہ وہم ہی ہے جو کہ پچاس ہزار سالہ راہ کو جو عبد اور رب کے درمیان ہے۔ محض کرم خداوندی سے بالکل تھوڑی سی مدت میں طے کر لیتا ہے۔ اور وصول کے درجات تک پہنچا دیتا ہے۔ اور یہ خیال ہی کی کارستانی ہے جو کہ غیب الغیب کے حقائق اور اسرار کو

(صفحہ ۱۴۳ کا بقیہ حاشیہ) مجموعہ ہے کیونکہ یہ صرف عقل میں ہی موجود ہو سکتی ہے۔ اس لئے اس کو کلی عقلی کہتے ہیں۔ ۱۲ سواتی

غیب الغیب را در مرآۃ خود منکشف مے سازد و سالک مستعد را مطلع مے گرداند۔ از شرافت وہم است کہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ عالم را دراں مرتبہ اختیار فرمودہ است و آں را محل ظہور کمالات خود ساختہ و از بزرگی خیال است کہ حضرت واجب الوجود آں را نمونہ عالم مثال گردانیدہ است کہ اوسع جمیع عوالم است حتیٰ کہ مرتبہ وجوب را جل شانہٗ نیز صورت دراں عالم گفتہ اند و حکم کردہ کہ حق را جل سبحانہٗ مثل نیست اما مثال است "وللہ المثل الاعلیٰ" صور احکام وجوبیہ است کہ عارف آں را در مرآۃ خیال خود احساس مے نماید و بذوقِ دریافت آنہا ترقی مے فرماید۔ انتہیٰ

بداں اے برادر آنچہ صوفیاں در عالم مثال مے بینند در حالت سکر ازاں مشہود خود بیان مے کنند، مردماں آں را بر ظاہر معنی حمل مے کنند۔ و برآں اعتقاد مے کنند یا قائلاں را حکم تکفیر مے کنند خطا مے کنند کذا قال القاضی ثناء اللہ فی مکاتیبہ۔ در مکتوبات ہشتاد و نہم از جلد ثالث است۔ صاحب عوارف مے فرماید کہ قول انا الحق از منصورؒ و قول سبحانی ما اعظم شانی

اپنے آئینہ میں منکشف کر دیتا ہے۔ اور مستعد سالک کو مطلع کر دیتا ہے اور یہ وہم ہی کی بزرگی اور شرافت ہے۔ کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے عالم کو اس مرتبہ میں اختیار فرمایا ہے اور اس کو اپنے کمالات کے ظہور کا محل بنایا ہے۔ اور یہ خیال کی بزرگی اور برتری ہے۔ کہ حضرت واجب الوجود نے اس کو عالم مثال کا نمونہ بنا دیا ہے جو کہ تمام عوالم سے زیادہ وسیع ہے۔ حتیٰ کہ مرتبہ وجوب جل شانہٗ کے لئے بھی اس جہاں میں صورت کہی گئی ہے۔ اور حکم کیا ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے لئے مثل نہیں۔ ہاں مثال ہے۔ اور قرآن میں جو یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے مثل اعلیٰ ہے۔ یہ احکام وجوبیہ کی صورتیں ہیں۔ جن کو عارف اپنے خیال کے آئینہ میں احساس کرتا ہے اور اپنے ذوق سے ان میں ترقی کرتا ہے۔

اے برادر جان لو کہ جو کچھ صوفیہ کرام عالم مثال میں دیکھتے ہیں۔ اور عالم سکر میں اس اپنے دیکھے ہوئے اور مشاہدہ کئے ہوئے حال کو بیان کر دیتے ہیں۔ لوگ اس کو ظاہری معنی پر محمول کرتے ہیں۔ اور اس پر اعتقاد کرتے ہیں۔ یا ایسا کہنے والوں کی تکفیر کرتے ہیں۔ یہ دونوں غلطی کرتے ہیں۔

قاضی ثناء اللہؒ نے اپنے مکتوبات میں اسی طرح فرمایا ہے۔ حضرت مجددؒ کے مکاتیب میں مکتوب (۸۹) جلد ثالث میں مرقوم ہے کہ صاحب عوارف (خواجہ شہاب الدین سہروردی) فرماتے ہیں کہ منصور کا "انا الحق" کہنا یا بایزید بسطامیؒ کا سبحانی ما اعظم شانی کہنا

از بایزید بسطامی بر طریقِ حکایت بوده است یعنی از حق جل وعلا سلطانہ' واگر بطریقِ حکایت نباشد۔
بلکہ شائبہ حلول واتحاد درمیان بود۔ قائلان ایں قول رد مے نمائیم چنانچہ نصاریٰ را رد مے کنیم۔ وہم
دریں مکتوب شریف است۔ آنچہ ایں فقیر از اطلاقاتِ ایشاں معنیٔ "ہمہ اوست" فہمیدہ آنست کہ ایں
ہمہ جزئیات متفرق حادث ظہور یکذات اند، الی آخرہ۔ وگوئیم کہ معنی دیگر ایں عبارت را ہم ہست
کہ از حلول واتحاد بعید است یعنی ہمہ نیستند موجود اوست تعالیٰ نہ آنکہ ایں ہا ہم ہستند وباؤ متحد اند
تعالیٰ ایں را ابلہے نگوید از بزرگاں چگونہ متصور مے شود یعنی وجود اشیاء بہ نسبت وجود او تعالیٰ در حکم
نیست است ودر شرح رباعیات در ص۶ شاہ ولی اللہ قدس سرہ مے فرماید۔ باید دانست
کہ بودن عالم در خارج وظہور اشیاء مثل حرارت نار وبرودت ماء از اجلی بدیہیات است وممکن نیست
کہ کس باسلامت عقل دراں شبہ کند انتہی وہم شاہ ولی اللہؒ در مکتوب مدنی در ص۱۸۶ نوشتہ لا یقال
الصوفیۃ یلتزمون ان الحقائق الامکانیۃ اعتبارات واضافات لاحقۃ بالوجود لانا نقول

بطریقِ حکایت تھا۔ یعنی حق تعالیٰ کی طرف سے حکایت کرتے ہوئے انہوں نے یہ کہا تھا۔ اور اگر یہ حکایت کے
طریق پر نہ ہو۔ بلکہ اس میں حلول اور اتحاد کا شائبہ ہو۔ تو پھر ایسا کہنے والوں کی ہم اسی طرح تردید کریں گے۔
جس طرح نصاریٰ کی تردید کرتے ہیں۔ اور اسی مکتوب شریف میں یہ بھی مرقوم ہے کہ حضرت مجدد فرماتے
ہیں کہ جو کچھ یہ فقیر ان بزرگوں کے "ہمہ اوست" کے اطلاقات سے معنی سمجھتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ تمام جزئیات
متفرقہ جو حادث ہیں یہ سب اُس ذات واحد کا ظہور ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس عبارت کا ایک اور معنی
بھی ہے۔ جو حلول واتحاد سے بہت دُور ہے یعنی تمام اشیاء نیست ہیں موجود تو وہی ذات باری تعالیٰ
ہے یعنی تمام چیزوں کا وجود ذات باری تعالیٰ کے وجود کے مقابلہ میں نیست کے حکم میں ہے۔ یہ معنی نہیں
کہ تمام چیزیں موجود ہیں اور اس کے ساتھ متحد ہیں ایسا تو کوئی بے وقوف بھی نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ ایسے بڑے
بڑے بزرگ ایسا کہیں معاذ اللہ۔ شرح رباعیات میں ص۶ میں حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔ یہ
بات جان لینی چاہیئے کہ عالم کا خارج میں موجود ہونا۔ اور اشیاء کا ظہور جیسا کہ آگ کی حرارت پانی کا ٹھنڈا
پن، یہ اجلی بدیہیات میں سے ہے۔ ممکن نہیں ہے۔ کہ کوئی شخص عقل کی سلامتی کے ساتھ اس میں شک
کر سکے۔ اور نیز حضرت شاہ ولی اللہؒ نے مکتوب مدنی ص۱۸۶ میں لکھا ہے کہ "یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ صوفیہ کرام
اس بات کا التزام کرتے ہیں کہ حقائق امکانیہ محض اعتبارات اور اضافات ہیں جو وجود کے ساتھ لاحق ہوتے ہیں۔

الصوفیۃ یقولون بان النار غیر الماء وھما غیر الھواء وان الانسان غیر فرس وان کان الوجود یشملھا کلھا۔ فلاجرم انھم ارادوا من الاعتبارات والاضافات معنی لایزاحم ھذا التغایر الذی یکون منشاء لاختلاف الاحکام والصوفیۃ حیث قالو العالم عین الحق ما ارادوا نفی الوجودات الخاصۃ بل ارادوا افادۃ معنی الظھور فکما ان المعقولی یقول زید وعمرو واحد یعنی بہ التماثل فی النوع ویقول الانسان والفرس واحد یعنی الاشتراک فی الحیوانیۃ فکذلک الصوفیۃ یقولون العالم عین الحق یعنون تعینہ۔ کلہ فی الوجود المنبسط ای الصادر الاول۔

ودر شرح رباعیات در مش شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ از صدر قونوی نقل فرمودہ این وجود منبسط صادر اول است از ذات الٰہیہ۔ شیخ محی الدین اطلاق اسم حق بر آن حقیقت تحاشی ندارد کسے را بروے استدراک و اعتراض نیست کہ بجز صدق محض قصد نہ کردہ آرے اگر او را

کیونکہ ہم (صوفیہ کرام کی طرف سے جواب دیتے ہیں) کہتے ہیں کہ صوفیہ کہتے ہیں کہ آگ پانی سے مغائر ہے اور یہ دونوں ہوا سے مغائر ہیں اور اسی طرح انسان گھوڑے سے مغائر ہے۔ اگرچہ وجود ان سب کو شامل ہے۔ تو ضروری بات ہے۔ کہ صوفیہ کرام اعتبارات اور اضافات سے ایسا معنی نہیں مراد لیتے جو اس تغائر کے مخالف ہو وہ تغائر جو احکام کے مختلف ہونے کا منشاء ہے (اسی طرح اس مکتوب میں شاہ صاحب فرماتے ہیں) صوفیہ جہاں یہ کہتے ہیں کہ عالم عین حق ہے تو اس سے وجودات خاصہ کی نفی نہیں کہتے۔ (یہ نہیں کہتے ہیں کہ خارجی اشیاء کا وجود ہی نہیں) بلکہ وہ یہ مراد لیتے ہیں۔ کہ اشیاء کا ظہور حق تعالیٰ سے ہے۔ جیسے ایک معقول کہتا ہے کہ زید و عمرو ایک ہیں تو اس سے اس کی مراد تماثل فی النوع ہوتا ہے یعنی دونوں کی نوع ایک ہے۔ اور ایسے ہی جب کہتا ہے کہ انسان اور فرس ایک ہے تو اس سے اس کی مراد حیوانیت کے اندر ان کا اشتراک ہوتا ہے تو اس طرح صوفیہ کرام کہتے ہیں۔ کہ عالم عین حق ہے۔ اور مراد لیتے کہ عالم سب کا سب وجود منبسط میں متعین ہے۔ یعنی صادر اول ہیں۔

اور شرح رباعیات حضرت شاہ ولی اللہؒ نے صدر الدین قونویؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ وجود منبسط صادر اول ہے۔ ذات الٰہی سے اور حضرت شیخ محی الدین بن عربیؒ اس پر اسم حق کے اطلاق کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ کسی کو ان پر استدراک اور اعتراض نہیں ہے۔ کیونکہ انہوں نے سوائے صدق محض کے اور کچھ بھی قصد نہیں کیا۔

مبدع ومجہول گفتے از تشویش اذہان سامعین در بودے۔ واللہ اعلم

مولانا روم در مثنوی شریف ذکر کردہ کہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنَ" کہ بایزید بسطامی قدس سرہٗ گفتہ فی الحقیقت بایزید نہ گفتہ بلکہ بایزید مانند شجرہ موسویہ گشتہ واز ہوش وحواس رفتہ متکلم حق تعالیٰ بود۔ چنانچہ در آیت شریفہ است "نَادَیْنَاہُ مِنَ الشَّجَرَۃِ اَنْ یٰمُوْسٰی اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ" وچنانچہ جن در آدمی مے گیرد و متکلم جن باشد۔ مردماں گماں مے کنند کہ آدمی متکلم است فی الحقیقت متکلم جن است۔ ہم چنیں متکلم دریں جا بایزیدؒ نہ بود۔ مثنوی

چوں پری غالب شود بر آدمی	مے برد از مرد وصف مردمی
در پری ایں حال ایں قانون بود	پس پری را کمر دگر چوں بود!

قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ در کلمات طیبات ص ۱۲۷ فرمودہ در کلام اولیاء اللہ متشابہات اند کہ عقل از ادراک آں قاصر است، آں معانی کہ بر اولیاء مکشوف مے شود برائے آنہا الفاظ موضوع نیستند

لیکن اگر شیخ اکبرؒ اس پر مُبدَع اور مجہول (یعنی معلوم الآنیہ مجہول الکیف) کا اطلاق کر دیتے تو سننے والوں کے اذہان تشویش سے دور ہوتے اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جاننے والا ہے۔

حضرت مولانا روم نے مثنوی میں ذکر کیا ہے کہ لا الٰہ الا انا فاعبدون جو کہ بایزید بسطامیؒ نے کہا ہے۔ فی الحقیقت بایزید اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس درخت کی طرح تھے۔ اور ہوش وحواس سے نکل چکے تھے اور متکلم حق تعالیٰ تھا جیسا کہ اس آیت میں ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پکارا درخت سے کہ اے موسیٰ بے شک میں اللہ ہوں"۔ اور جس طرح کہ جن انسان کے جسم میں داخل ہو جاتا ہے اور جن ہی کلام کرتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ آدمی بولتا ہے۔ حالانکہ بولنے والا جن ہے۔ اس طرح یہاں بھی بولنے والے بایزید نہ تھے۔ مثنوی

جب جن آدمی پر غالب آجاتا ہے	تو آدمی سے آدمیت کے وصف کو سلب کر لیتا ہے
جب جن میں یہ حال اور قانون ہے	تو جن کے خالق کی قدرت اور کرشمہ کیا ہوگا

کلمات طیبات میں حضرت قاضی ثناء اللہ کا قول نقل کیا ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا ہے۔ کہ اولیاء اللہ کے کلام میں بہت سے متشابہات ہوتے ہیں۔ کہ عقل ان کے ادراک سے قاصر ہوتی ہے۔ وہ معانی جو اولیاء اللہ پر مکشوف (ظاہر) ہوتے ہیں ان کی تعبیر کے لئے الفاظ نہیں ہیں۔

ناچار باستعارات و مجازات تکلم مے فرمایند ؎

درنیابد حال پختہ ہیچ خام　　　پس سخن کوتاہ باید والسلام

بالجملہ معانی ظاہری مراد ایشاں نیست از مکشوفات درعالم مثال کلام مے کنند بعضے معانی ظاہرہ فہمیدہ ادعاء مے کنند وانہا مراد ایشاں نیست، وبعض معانی ایشاں بنہجے فہمیدند۔ وبعض نہج دیگر۔ درذات وصفات الٰہی بجز آنچہ متحقق بادراک عقل وآیات واحادیث است تکلم نباید کرد۔ وَ لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا۔ چوں در حقوق عباد ایں است در ذات تعالیٰ چگونہ گفتن بلاتحقیق جائز باشد وآنچہ اولیاء گفتہ اند معانی دیگر مراد داشتہ اند۔ در انتباہ شاہ ولی اللہؒ فرمودہ در ص۸۰ از مکتوب شیخ عبدالنبیؒ درطریق آدم بنوریؒ استغراق تمام پیدا کنند بنہجے کہ اشیاء را بغلبہ شہود احاطہ و معیت او تعالیٰ عین حق دریابد۔

مجبوراً استعارہ اور مجاز سے وہ کلام کرتے ہیں (مولانا رومیؒ فرماتے ہیں)

کسی خام آدمی کا پختہ حال نہیں ہوسکتا۔ پس بات مختصر کرنی چاہیئے اور سلام

خلاصہ یہ ہے۔ کہ معانی ظاہری ان بزرگوں کی مراد نہیں بلکہ عالم مثال میں جو کشف سے ان پر ظاہر ہوتا ہے ان کے بارہ میں یہ کلام کرتے ہیں۔ بعض لوگوں نے ان کے ظاہری معانی سمجھنے کا دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ ان بزرگوں کی مراد یہ قطعاً نہیں اور بعض نے ان کے معانی ایک خاص طریقہ پر سمجھتے ہیں اور بعض نے کسی دوسرے طریقہ پر۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ ذات اور صفات الٰہی میں جو چیز آیات واحادیث سے ثابت ہے یا عقل کے ادراک کے مطابق محقق ہے اس کے سوائے کوئی بات نہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اور اس چیز کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں علم نہیں بیشک کان، آنکھیں، اور دل ان سب سے سوال کیا جائے گا جب حقوق العباد میں یہ بات ہے تو ذات الٰہی کے بارہ میں کس طرح بلاتحقیق گفتگو کرنی جائز ہوگی اور جو کچھ اولیاء کرام سے ثابت ہے۔ یا انہوں نے جو گفتگو کی ہے۔ ان کی مراد وہ نہیں ہے جو ظاہری طور پر سمجھی جاتی ہے۔ بلکہ اس کا مطلب کچھ اور ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص۸۰ میں فرمایا ہے۔ شیخ عبد النبی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب سے نقل کرتے ہوئے کہ حضرت آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ میں استغراق تمام پیدا کرتے ہیں اس حد تک کہ سالک اشیاء کو شہود کے غلبے کے باعث عین حق پاتا ہے۔

ایں را در اصطلاح ایں طائفہ توحید وجودی مے گویند۔ واگر اشیاء را گم کردہ مشاہدہ یعنی در عالم مثال جمال ذوالجلال ورای اشیاء کند و اشیاء را از نظر انداخت۔ ایں را توحید شہودی خوانند اما ہنوز وصول مطلوب حقیقی بے تلبیس اشیاء نباشد ازیں بعدہ اگر پیر کامل خواہد بود از ورطہ تجلیات ومشاہدات بتوجہ خود مرید را برآوردہ از تجلیات ومشاہدات خالی خواہد ساخت حتی کہ معلوم ہیچ نماند بجز نور یقین۔

خلاصہ ایں کہ مدار سلوک بر مکاشفات عالم مثال است۔ ہر کسے بطور مکشوف خود تکلم کردہ پس باید۔ کہ اولاً اذکار بسیار کند بآں طریق کہ بیان کردم وتوجہات شیخ اخذ کند پس ہر آنچہ بود مکشوف شود اگر موافق شرع شریف باشد اعتبار دارد والا نہ وآنچہ بریں بندہ حالات آمدہ وبوجدان یافتہ قدرے ازاں مے نویسیم ان شاء تعالیٰ۔

اور اسکو ان کی اصطلاح میں توحید وجودی[ل] کہتے ہیں۔ اور اگر اشیاء کو گم کرے اور عالم مثال میں جمال ذوالجلال کو اشیاء کے پیچھے مشاہدہ کرے اور اشیاء کو نظر انداز کردے تو اس کو توحید شہودی کہتے ہیں لیکن ابھی بھی مطلوب حقیقی تک وصول بغیر اشیاء کی تلبیس کے نہیں ہوتا۔ اس کے بعد اگر اس سالک کا پیر کامل ہوگا تو وہ اپنی توجہ سے مرید کو تجلیات ومشاہدات کے ہجوم سے خالی بنادے گا حتی کہ سوائے نور یقین کے اس کو اور کچھ بھی معلوم نہیں ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ سلوک کا مدار مکاشفات اور عالم مثال پر ہے۔ ہر ایک سالک اپنے کشف کے مطابق گفتگو کرتا ہے پس چاہیئے کہ سب سے پہلے اذکار کی کثرت کرے اس طریق پر جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ اور اپنے شیخ کی توجہات کو جذب کرے پھر اس پر جو کچھ کشف سے ظاہر ہو۔ اگر شریعت کے مطابق ہو تو قابل اعتبار ہے۔ ورنہ لائق اعتبار اور قابل توجہ نہیں۔ اور وہ جو کچھ اس بندہ حضرت مولانا حسین علیؒ پر حالات ظاہر ہوئے ہیں۔ اور جن کو اپنے وجدان سے معلوم کیا ہے ان میں سے کچھ ہم تحریر کرتے ہیں انشاء اللہ۔

[ل] حضرت شاہ رفیع الدینؒ "تکمیل الاذہان" میں فرماتے ہیں کہ حضرت مجددؒ نے یہ سمجھا ہے۔ کہ وحدۃ الوجود والوں کی غرض اس کے اثبات سے یہ ہے۔ کہ توحید وجودی کی معرفت سے اثنینیت (دوئی) کا زوال ہوجاتا ہے۔ اور فنائیت پوری طرح حاصل ہوجاتی ہے اور کمال وصل جیسا کہ اولیاء کرام کے نزدیک معروف ہے عارف اس سے ہم کنار ہوجاتا ہے اور یہ چیز عابدیت ومعبودیت کے جہت کے احکام میں حفظ آداب اور کمال اطاعت سے حاصل نہیں ہوسکتی۔

۱۲ سواتی

توجہ شیخ

بداں اے برادر توجہات شیخ دریں راہ ضروری است لاسیما در طریقہ نقشبندیہ ولاسیما مجددیہ۔
و شیخ چوں توجہ مے کند مرید را روبروئے خود مے نشاند۔ و در انہار اربعہ است و طریقہ توجہ نمودن
مشائخ بر طالبان حق جل و علا۔ ایں است کہ متوجہ شود شیخ بسوئے نفس خود در نسبتے کہ القائش بر طالب
منظور است و ہمت تامہ قویہ نماید برائے انتقال او از خود بسوئے طالب پس منتقل مے شود موافق استعداد
آں و وقتیکہ طالب غائب باشد تصور صورتش نمودہ توجہ غائبانہ مے فرمایند و کارش را بانجام رسانند
انتہی و معنی صورت مایمیز بہ الشیئ عند العقل است یعنی پیر ارادہ و دعاء حصول فیض غائبانہ بطرف او مے کند
و ہم چنیں مرید خیال بطرف پیر کردہ التجا بدرگاہ الٰہی مے نماید کہ خدایا فیض ایشاں بمن برساں "اھدنا الصراط
المستقیم صراط الذین انعمت علیھم" دال است بریں امر و صورت پیر را تصور کردہ التجا نماید بدرگاہ

توجہ شیخ

اے برادر تمہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اس راہ میں (راہ سلوک میں) شیخ کی توجہات بہت ضروری ہیں۔
بالخصوص طریقہ نقشبندیہ اور مجددیہ میں توجہ شیخ بہت اہم ہے۔ شیخ جب توجہ کرتا ہے۔ تو مرید کو اپنے سامنے
بٹھاتا ہے۔ انہار اربعہ میں مذکور ہے۔ کہ مشائخ کی توجہ کا طریقہ طالبانِ حق کے لئے اس طرح ہے۔ کہ
شیخ اپنے نفس کی طرف توجہ کرے اس نسبت میں جس کا القاء مرید پر منظور ہے۔ اور ہمت تامہ قویہ یعنی
کامل درجہ کی توجہ صرف کرے۔ اس نسبت کے منتقل کرنے کے لئے اپنے آپ سے اس طالب کی طرف تو
اس طالب کی استعداد کے مطابق وہ نسبت منتقل ہوگی یعنی جیسی اس طالب کی استعداد ہوگی اگر استعداد
کامل ہوتی تو نسبت بھی کامل درجہ کی منتقل ہوگی۔ اگر استعداد ناقص ہوتی تو نسبت بھی اسی درجہ کی منتقل
ہوگی۔ اور جس وقت طالب سامنے موجود نہ ہو۔ تو شیخ اس کی صورت کا تصور کرکے غائبانہ توجہ کرے۔
اور اس طالب کے کام کو انجام تک پہنچائے۔ اور صورت کے تصور کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ جو چیز عقل کے نزدیک
دوسری چیزوں سے ممتاز ہوتی ہے یعنی پیر ارادہ دعاء حصول فیض غائبانہ اس مرید کی طرف کرے۔ اور
اسی طرح مرید اپنا خیال پیر کی طرف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سامنے التجا کرے کہ اے خداوندکریم ان کا
فیض مجھ تک پہنچائے۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت اس پر دلالت کرتی ہے۔
اور مرید پیر کی صورت کو تصور کرکے التجا کرے اللہ تعالیٰ کے سامنے کہ ان کے واسطے سے

الٰہی کہ بواسطہ ایشاں فیوضات بمن برساں۔ و معنی صورت ما یمیز بہ الشیٔ عند العقل است والا آناں را کہ ندیدہ است چگونہ خیال صورت آنہا بکند و گاہے خود را عین پیر تصور نماید یعنی التجا نماید کہ خداوندا مرا در مقام پیر بہرہ عنایت فرما۔

تصور شیخ

و در ملفوظات حضرت مرزا قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ الاقدس در صـ۲۷ مرقوم، در وقت غلبہ خواطر التجاء و تضرع بجناب الٰہی باید نمود و صورت مرشد نصب العین داشتہ بواسطۂ او التماس ازالۂ امراض باطنی باید فرمود و معنی صورت ما یمیز بہ الشیٔ عند العقل یعنی بتوسل مرشد دعاء طلب کند و توسل بطریق صلوٰۃ و دعاء بہتر است، پس چوں سالک در اذکار شغل کرد و از شیخ توجہ اخذ کرد و رابطہ را ملازم شد یعنی درود باطنی لازم کرد، پس اولاً بر لطائف خمسہ حرکت گاہے سوزش گاہے ثقالت گاہے نیستی گاہے دیگر حالات آید۔

فیوضات مجھ تک پہنچائے اور صورت کا معنیٰ ہے جو چیز عقل کے نزدیک ممتاز ہو۔ ورنہ جن پیرانِ کرام کو اس نے دیکھا ہی نہیں ان کی صورت کا خیال کس طرح کرے گا۔ اور کبھی یہ ہوتا ہے۔ کہ مرید اپنے آپ کو عین پیر تصور کرتا ہے۔ یعنی وہ التجا کرتا ہے۔ کہ اے خداوند کریم مجھ کو پیر کے مقام میں بہرہ ور کردے اپنی عنایت سے اس کے مقام میں مجھے فائض اور قائم کردے یعنی جو فیوض پیر کو حاصل ہوئے ہیں وہ بعینہٖ مجھے حاصل ہوں۔

تصورِ شیخ

حضرت مرزا جانِ جاناںؒ کے ملفوظات صـ۲۷ میں مرقوم ہے۔ کہ جس وقت (سالک پر) خواطر (خیالات) کا غلبہ ہو۔ تو اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا اور عاجزی کرنی چاہیئے۔ اور اپنے مرشد کی صورت سامنے لاتے ہوئے اس کے توسط سے امراض باطنی کے ازالہ کے لئے۔ اللہ تعالےٰ سے التماس کرنا چاہیئے۔ اور صورت کو سامنے رکھنے سے مراد یہ ہے کہ وہ صورت و شکل عقل میں باقی اشیاء سے ممتاز ہو (صرف یہی مراد ہے نہ کہ اس کو حاضر و ناظر خیال کرنے لگ جائے کیونکہ یہ تو شرکیہ اعتقاد ہے) یعنی مرشد کے توسل سے دعا طلب کرے اور توسل بطریق صلوٰۃ و دعا سب سے بہتر ہے۔ پس جب سالک اذکار میں مشغول ہو۔ اور شیخ سے توجہ اخذ کرے اور رابطہ کو لازم پکڑے یعنی درود باطنی کو لازم کرے۔ تو اوّلاً لطائف خمسہ پر حرکت کا ظہور ہوگا۔ یعنی کبھی سوزش کبھی ثقل کبھی نیستی اور کبھی دوسرے حالات آئیں گے۔

❖ ❖ ❖

باز بر لطیفہ نفس باز بر لطیفہ قالب حرکت و امثال آں جاری شود، باز مراقبہ بر قلب مے کنند یعنی انتظار فیض۔

جذبہ ارادت، جمعیت، حضور

در ہدایت الطالبین ص۱۶ است اکابر نقشبندیہ اصل کار بر جمعیت و حضور داشتہ بصور و اشکال غیبی متوجہ نمی شوند و کشوف و انوار راچنداں اعتبار نہ نہند۔ طالب را بحصول چار چیز رغبت مے فرمائند۔ جمعیت، حضور، و جذبہ و ارادت، کشش لطائف راکہ بطرف فوق مے شود جذبات مے گویند و ارادت عبارت است از وارد شدن حالے از فوق بر قلب کہ طاقت تحمل آں داشتن متعسر است و ہمیں عبارت را عدم در وجود عدم مے گویند۔ و در ص۱۴ است و جمعیت عبارت از بے خطرگی یا کم خطرگی قلب است و حضور عبارت از پیدا شدن توجہ است در قلب بسوئے حق سبحانہ۔

اگر خطرہ مانع حضور ص۲۵ تا چہار گھڑی نشود شروع در دائرہ معیت بکنند۔ و دریں دائرہ استغراق و بیخودی و دوام حضور و توجہ حاصل مے شود۔ چوں توجہ احاطہ شش جہت نماید شروع در ولایت کبریٰ

اس کے بعد لطیفہ نفس پر خاص طور سے اثر ہوگا۔ اور پھر لطیفہ قلب پر حرکت نمودار ہوگی۔ یا اس قسم کے حالات جاری ہوں گے اس کے بعد قلب پر مراقبہ کرتے ہیں۔ یعنی فیض کا انتظار کرتے ہیں۔

جذبہ ارادت، جمعیت اور حضور کا بیان

ہدایۃ الطالبین ص۱۶ میں ہے کہ اکابر نقشبندیہ نے اصل معاملہ جمعیت قلب اور حضور پر رکھا ہے۔ وہ غیبی صورتوں اور اشکال کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور کشف و انوار کا چنداں اعتبار نہیں کرتے۔ بلکہ طالب (سالک) کو چار چیزوں کے حصول کی رغبت دلاتے ہیں۔ ایک جمعیت، دوم حضور، سوم جذبہ، چہارم ارادت، لطائف کی کشش اوپر کی طرف ہو جائے اس کو جذبات سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور ارادہ کا مطلب ہے ایسے حال کا اوپر سے قلب پر وارد ہونا جس کے تحمل کی طاقت دشوار ہوتی ہے۔ اور اسی واردات کو عدم اور وجود عدم کہتے ہیں۔ اور ص۱۴ میں ہے۔ کہ جمعیت عبارت ہے قلب کی بے خطرگی یا کم خطرگی اور حضور عبارت ہے اس سے کہ قلب میں حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف توجہ پیدا ہو جائے۔

اگر چار گھڑی تک خطرہ حضور سے مانع نہ ہو۔ یعنی اس وقفہ میں حضور تام حاصل ہو اور خطرہ اس میں مخل نہ ہو تو سالک معیت کے دائرہ میں قدم شروع کر دیتا ہے۔ اور اس دائرہ میں استغراق بے خودی اور دوام حضور اور توجہ حاصل ہوتی ہے۔ جب توجہ جہات شش گانہ کا احاطہ کر لیتی ہے۔ تو ولایت کبریٰ

شود۔ دارالمعارف صـ۱۲۹ کمال استہلاک واضمحلال حاصل شود علامت تمامیت دوائر کبریٰ است فیض کہ بدماغ تعلق داشتہ باشد بسینہ متعلق شود وسعت در تمام سینہ عموماً ودر محل اخفی خصوصاً مے شود باز در اسم الظاہر شروع شود۔ آں گویا اتمام ماسبق است۔ ھذا فی ملفوظات سیدنا محمد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ولایت علیا وصل عریانی

باز در ولایت علیا صورت مثال دائرہ علیا مانند خطوط شعاع آفتاب است، ودر کمالات وصل عریانی حاصل شود۔ در دارالمعارف صـ۲۲ وصل عریانی عبارت از تجلی ذاتی است، چوں از لطیفہ نفس معاملہ بالا رود استہلاک واضمحلال زیادہ تر گردد ودر ہدایۃ الطالبین است در صـ۲۹ وسعتے در تمام بدن پیدا شود۔ احوال لطیف بر تمام قالب مے آید۔ ودر دارالمعارف صـ۶۲ در حقائق سبعہ لطافت وبساطت ووسعت وبے کیفیہا در نسبت باطن بہم رسد۔ ودر صـ۳۵ ہدایت الطالبین است علو ووسعت باطن

کا درجہ شروع ہو جاتا ہے، دارالمعارف میں صـ۱۲۹ میں مرقوم ہے۔ کہ جب کمال درجہ کا استہلاک اور اضمحلال حاصل ہو جائے۔ تو یہ دوائر کبریٰ کے تمام ہونے کی نشانی ہے۔ اور پھر جو فیض دماغ سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ سینہ سے متعلق ہو جاتا ہے۔ اور تمام سینہ میں وسعت عموماً اور اخفی کے مقام میں خصوصاً ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے بعد پھر اسم ظاہر کا درجہ شروع ہوتا ہے۔ یہ گویا کہ تمام سابقہ مراتب کا اتمام ہے (تمام پہلے درجوں کا مکمل اور پورا کرنا) ہمارے مرشد حضرت خواجہ محمد عثمانؒ کے ملفوظات میں یہ مرقوم ہے۔

ولایت علیا اور وصل عریانی

پھر ولایت علیا کی مثالی صورت دائرہ علیا میں آفتاب کی شعاعوں کی طرح نمودار ہوتی ہے۔ اور کمالات میں وصل عریانی حاصل ہو جاتا ہے، دارالمعارف صـ۲۲ میں ہے۔ کہ وصل عریانی عبارت ہے تجلی ذاتی سے جب لطیفہ نفس سے معاملہ اوپر جاتا ہے تو استہلاک اور اضمحلال زیادہ ہوتا ہے۔ اور ہدایت الطالبین صـ۲۹ میں ہے کہ تمام بدن میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور لطیف حالات تمام قالب (جسم) پر ظاہر ہوتے ہیں اور دارالمعارف صـ۶۲ میں ہے کہ حقائق سبعہ میں لطافت اور بساطت اور وسعت کا رنگ اور باطنی نسبت میں بے کیفی پیدا ہو جاتی ہے اور صـ۳۵ ہدایۃ الطالبین میں ہے۔ کہ علو (بلندی) اور وسعت باطن

بیش از بیش است۔ و در ص۱۴۰/۱۴۱ ھدایۃ الطالبین است، و در حقائق انبیاء انس خاص بحضرت ذات و محبتِ خاص با حبیب خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم حاصل مے شود۔ بعض اشخاص را دوائر در عالم مثال در نظر مے آیند، و مے بینند کہ از مقامے بمقامے سیر مے نماید یعنی در رویاء است ایں را صاحب کشف عیانی مے گویند و بعضے تبدل احوال و تغیر واردات را بادراک خود دریافت مے کنند و در عالم مثال نمے بینند ایں را صاحب کشف وجدانی مے گویند۔ و بندہ در ہر مقام پیش از سبق فرمودن مرشدِ خود مامور و ملہم لسبق فوقانی گشتہ و ادراک حالات بوجدان یافتہ، پس مامور شدن در مراقبہ و مطلع ساختن کہ ایں فلاں مقام است کم از دیدن دوائر نیست و در کلماتِ طیبات در ص۱۳۶ است۔ در عالم مثال قرب الٰہی بصورت قرب مکانی متمثل مے شود و رؤیت عالم مثال کہ آں را صوفیہ بکشف تعبیر مے کنند از قبیل رؤیاء و منام است و احیاناً در کشف غلط مے افتد انتہی۔ پس دوائر دیدن یا ملہم شدن و در مراقبہ دیدن کہ ایں فلاں مقام است یکساں است و در در المعارف ص۹۲ است فرمودند

زیادہ سے زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ اور ہدایت الطالبین کے ص۱۴۰/۱۴۱ پر یہ ہے۔ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حقائق میں خاص قسم کا انس (مؤانست) ذات باری تعالیٰ کے ساتھ اور خاص محبت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔ اور بعض اشخاص کو یہ دائرے عالم مثال میں نظر آتے ہیں اور وہ دیکھتے ہیں کہ وہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی سیر کر رہے ہیں۔ یعنی رؤیا میں اور کشف بھی رؤیا کے قبیل سے ہے۔ ایسے شخص کو "صاحب کشف عیانی" کہتے ہیں۔ اور بعض اشخاص حالات کے تبدل اور واردات کے تغیر کو اپنے ادراک سے دریافت کرتے ہیں اور عالم مثال میں نہیں دیکھتے۔ ایسے اشخاص کو "صاحب کشف وجدانی" کہتے ہیں (حضرت مولانا حسین علیؒ اپنے بارہ میں فرماتے ہیں کہ) اور بندہ ہر مقام میں اپنے مرشد کے سبق دینے سے پہلے ہی مامور اور ملہم ہو جاتا تھا۔ فوقانی سبق کے لئے اور اپنے وجدان سے حالات کا ادراک کر لیتا تھا۔ پس مراقبہ میں مامور ہو جانا اور اطلاع پا لینا کہ یہ فلاں مقام ہے۔ یہ چیز دوائر کے دیکھنے سے کم نہیں۔ اور کلمات طیبات ص۱۳۶ میں مذکور ہے کہ عالم مثال میں قرب الٰہی بصورت قرب مکانی متمثل ہوتا ہے۔ اور عالم مثال کا دیکھنا جس کو صوفیہ کرام کشف سے تعبیر کرتے ہیں یہ از قبیل رؤیا منام ہے یعنی خواب میں جس طرح اشیاء دیکھی جاتی ہیں۔ اسی طرح عالمِ مثال میں بھی نظر آتی ہیں اور کبھی کبھی کشف میں غلطی بھی واقع ہو جاتی ہے پس دائروں کا دیکھنا یا الہام کا ہونا یا مراقبہ میں دیکھنا کہ یہ فلاں مقام ہے یہ سب یکساں ہیں۔ اور در المعارف ص۹۲ میں ہے

که در کشف احتمال خطا و صواب ہر دو است و وجدان متحمل خطا نیست۔ و در کلمات طیبات در ص ۴۲ است شناخت تجلیات الٰہیہ که متصل بر بواطن ارباب محبت و معرفت وارد می شود امری دشوار است بصر بصیرت تیز می باید تا کشفیات و تجلیات جدا جدا معلوم گردد۔

بحث وجود و تنزلات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ و در ص ۱۱۱ مقامات مظہری در مکتوب سوم۔ مرتبہ علم واجب متضمن دو منزل وجوبی است یعنی وحدت واحدیت ہر دو عبارت است از ملاحظۂ او سبحانہ شیونات وصفات خود را اجمالاً وتفصیلاً در مرتبہ علم و می گویند که در خارج غیر از وجود واحد ہیچ شئی را تحقق وثبوتے نیست وکثرت مرئیہ در مرتبہ وہم کائن است۔ مراد قوم از اطلاق وہم دریں مرتبہ آں است که ایں کثرت را حقیقتے دیگر نیست ہماں وجود واحد دریں مرأۃ وجود منبسط بتجلیات کثرت

(حضرت شاہ غلام علیؒ) نے فرمایا کہ کشف میں احتمال خطاء و صواب دونوں کا ہے۔ اور وجدان خطاء کا متحمل نہیں، اور کلمات طیبات ص ۴۲ میں ہے۔ کہ تجلیات الٰہیہ کی شناخت جو برابر اہل محبّت و معرفت کے باطن پر وارد ہوتی رہتی ہیں بہت دشوار معاملہ ہے۔ بصیرت کی نگاہ تیز ہونی چاہیئے۔ تاکہ کشفی امور اور تجلیات جدا جدا معلوم ہوں۔

وجود اور تنزلات کی بحث

بنام خدائے بخشندہ ومہربان۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیئے ہیں جو تمام جہانوں کا مُرَبّی ہے اور درود ورحمت نازل ہو اس کی مخلوق میں سب سے بہتر ہستی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اہل اور صحابہ پر مقامات مظہری ص ۱۱۱ مکتوب ۲۳ میں ہے۔ کہ مرتبہ علم واجب جو کہ مشتمل ہے مُنَزّل میں یہ وجوبی ہے یعنی وحدت اور واحدیت دونوں عبارت ہیں حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے اپنے صفات اور شیونات کو اجمالاً وتفصیلاً علم کے مرتبہ میں ملاحظہ کرنے سے۔ اور کہتے ہیں (یعنی مشائخ کرام) کہ خارج میں سوائے وجود واحد کے کسی چیز کے لئے تحقق اور ثبوت نہیں ہے۔ اور کثرت جو دکھائی دیتی ہے، یہ کائن کا وہم ہے۔ اور مراد ان کی اس مرتبہ میں وہم کے اطلاق سے یہ ہے۔ کہ کثرت کے لئے کوئی اور حقیقت نہیں۔ وہی وجود واحد ہے۔ جو وجود منبسط کے آئینہ میں کثرت تجلیات سے متجلی ہوا ہے الخ۔

متجلی شدہ است الخ در کلمات طیبات ورص ۱۸۶ در مکتوب مدنی از شاہ ولی اللہ صاحبؒ است "تختلفت فی الوجود المنبسط علیٰ ہیاکل الموجودات فقال الصدر القونویؒ انہ صادر من الذات الالٰہیۃ۔ وقال مولانا الجامیؒ الفرق بین الذات الالٰہیۃ والصادر الاول اعتباری حیث قال۔ تحقیق آنست کہ فیض ہماں ذات مفیض است اما باعتبار عموم وانبساط قال الشاہ ولی اللہؒ والحق عندی ہو المذہب الاول کیف وتمایز الوجودات الخاصۃ فی الاحکام وثبوتہا فی انفسہا من اجلی البدیہیات فالتنزل الذی بہ یحصل ہذہ الاشیاء من المنزلۃ الثانیۃ لامحالۃ۔ والا لم یکن بین الافراد وبین نوعہا الا الفرق الاعتباری المنقطع بانقطاع الاعتبار، وکذالک بین کل خاص وعام الیٰ ان یرتقی الامر الی الذات الالٰہیۃ۔ ودرہمیں مکتوب حضرت مرزاؒ است' ظاہر در وجود منبسط آثار واحکام صور علمیہ است نہ آں صور بنفسہا، لان الاعیان الثابتۃ ماشمت رائحۃ الوجود" پس تعین اوّل یعنی اجمال علم الٰہی یعنی ملاحظہ او سبحانہ صفات خود را اجمالاً وایں را وحدت

اور کلمات طیبات ص ۱۸۶ ایس شاہ ولی اللہؒ کے مکتوب مدنی میں ہے کہ مشائخ کے اقوال وجود منبسط کے متعلق جو تمام موجودات کے اجسام پر پھیلا ہوا ہے۔ مختلف ہیں حضرت شیخ صدر الدین قونویؒ فرماتے ہیں کہ یہ وجود صادر ہے ذات الٰہیہ سے۔ اور حضرت مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ ذات الٰہیہ اور صادر اول میں فرق اعتباری ہے۔ جیسا کہ مولانا جامیؒ نے فرمایا ہے۔ کہ فیض در اصل وہی ذات مفیض ہے۔ البتہ عموم اور انبساط کے اعتبار سے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک حق پہلا مذہب ہے۔ کیونکہ وجودات خاصہ کا احکام میں باہم ممتاز ہونا۔ اور ان مختلف اشیاء کا اپنے مقام پر ثبوت اجلی البدیہیات سے ہے پس وہ تنزل جس سے یہ اشیاء کا وجود حاصل ہوتا ہے۔ لامحالہ یہ مرتبہ ثانیہ میں ہے۔ اور اگر ایسا تسلیم نہ کیا جائے۔ تو پھر افراد اور ان کی انواع میں صرف فرق اعتباری ہی رہ جائیگا۔ جو منقطع ہو جاتا ہے۔ اس اعتبار کے انقطاع سے اور اسی طرح ہر خاص وعام کے درمیان بھی یہی بات ہوگی۔ یہاں تک یہ سلسلہ ذات الٰہیہ تک مرتقی ہو جائے۔

اور اسی مکتوب میں ہے۔ حضرت مرزاؒ نے فرمایا ہے۔ کہ ظاہر وجود منبسط میں صور علمیہ کے آثار واحکام ہیں نہ خود وہ صورتیں۔ اس لئے کہ "اعیان ثابتہ نے تو وجود کی بو تک نہیں سونگی" پس تعین اوّل سے مراد اجمال علم الٰہی ہے یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا اپنی صفات کو اجمالاً ملاحظہ فرمانا اور سکو وحدت

نامیده اند ماشمت رائحة الوجود، ونزد شیخ اکبرؒ ایں حقیقت محمدی ونزد امام ربانی قدس سرہ ایں ظل است از ظل حقیقت محمدی۔ وحقیقت محمدی حب است یعنی منشأ انتزاع، پس امر اعتباری شد۔ وکل ماسوی ذاتِ اللہ تعالیٰ وصفاتہ الحقیقیۃ فهو مخلوق سواء کان من الاعتبارات او من عالم المثال او الارواح او الاجساد، وظلال غیر متناہیۃ در عالم مثال مرئی مے شوند ودر خارج نیست الا ما خلق اللہ تعالیٰ ما لا نعلم حقیقتہا۔ وار ارشاد الطالبین قاضی صاحب است درص ۳۴ از کشف اولیاء ثابت است کہ اسماء وصفات الٰہی را ظلال اند مراد از ظلال آں است کہ لطائف اند از مخلوقات الٰہی کہ آں را نسبت تامہ است باسماء وصفات الٰہی کہ بداں مناسبت واسطہ مے شوند برائے رسانیدن فیض، ودرص ۳۶ در پیدائش ظلال وساختن آں واسطہ برائے انسان حکمتے خواہد بود۔ انتہی۔ اقول اشیائے کہ ظلال در عالم مثال ودال اند برآں لازم نیست کہ در خارج باشند۔ ودر عالم مثال، مثال ہر شیئ است سواء کان فی الخارج او کان منشأہ بعینہٖ

کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور شیخ اکبرؒ اس کو حقیقت محمدی کہتے ہیں۔ اور امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے نزدیک یہ ظل ہے۔ حقیقت محمدیہ کے ظلال میں سے۔ اور حقیقت محمدی حب ہے یعنی (اس ظل کا) منشاء انتزاع تو اس طرح یہ امر اعتباری ہوا۔ اور ہر وہ چیز جو ذات باری تعالیٰ اور اس کی صفات حقیقیہ کے ماسوا ہے۔ خواہ وہ اعتبارات ہوں یا عالم مثال یا عالم ارواح اور اجساد ہوں یہ سب مخلوق ہیں اور ظلال غیر متناہی عالم مثال میں دکھائی دیتی ہیں۔ اور خارج میں صرف وہ ہی کچھ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اور جس کی حقیقت کو ہم نہیں جانتے۔ اور قاضی ثناء اللہؒ نے ارشاد الطالبین ص ۳۴ میں فرمایا ہے۔ کہ اولیاء کرام کے کشف سے یہ بات ثابت ہے۔ کہ اسماء اور صفات کے ظلال ہیں۔ اور مراد ظلال سے یہ ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ایسے لطائف (لطیف چیزیں) ہیں کہ جن کو اسماء اور صفات الٰہی کے ساتھ مناسبت تامہ ہے۔ کہ اس مناسبت کی وجہ سے وہ واسطہ بن جاتی ہیں فیض پہنچانے کے لئے اور ص ۳۶ میں ہے کہ ظلال کے پیدا کرنے میں اور ان کے انسان کے لئے واسطہ بنانے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہوگی۔ میں کہتا ہوں (حضرت مولانا حسین علیؒ) کہ جو چیزیں عالم مثال میں ظلال ہیں اور ان پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ لازم نہیں کہ وہ خارج میں بھی موجود ہوں۔ عالم مثال میں تو ہر چیز کی مثال موجود ہے۔ خواہ وہ چیز خارج میں موجود ہو یا اس کا منشاء خارج میں ہو۔ اس طرح

ینتزع منه مایکون ھذہ الظلال امثالاً واللہ اعلم سبحانہٗ الخ۔ وحدیث اول ماخلق اللہ نوری" ومراد ازاں بعض سادات حقیقت محمدی داشتہ، وایں حدیث درکتب احادیث یافتہ نشدہ مولانا رشید احمد گنگوہی در فتاویٰ رشیدیہ نوشتہ کہ شیخ عبدالحق نوشتہ کہ ایں را ہیچ اصلے نیست واللہ اعلم۔ حقیقت حال ایں است کہ حق تعالےٰ بصفات خود موجود است، ودیگر ہمہ چیز مخلوق او تعالیٰ وعلم ما یاں از احاطہ مخلوقِ او تعالیٰ عاجز است بعض اشیاء مخلوقہ ملائکہ اند بعض حملۃ العرش وبعض دیگر وعالم ارواح ہم مخلوق اوست تعالیٰ وماہیت روح معلوم نیست" قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلاً۔

عالم مثال

وعالم مثال ہم چیزے ہست۔ اعنی در خوابہا وکشفہا مثالہا را مثل اشیا شخص مثلاً بیند وتعبیر ازاں کردہ ظن امرے بحسب تعبیر حاصل مے کند۔ پس درعالم مثال یعنی خواب در نوم یا در حالت نیستی کہ آں را

کہ ان ظلال کا ان سے انتزاع ہو سکے اور یہ ظلال ان کی مثال بن سکیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اور حدیث اول ماخلق اللہ نوری (یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا) اور مراد اس سے بعض مشائخ کرام نے حقیقت محمدی لی ہے۔ لیکن یہ حدیث کتب احادیث میں دریافت نہیں ہوئی۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت شیخ عبدالحقؒ نے لکھا ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات کے ساتھ موجود ہے۔ باقی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اور ہمارا علم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے احاطہ کرنے سے عاجز ہے۔ بعض اشیاء مخلوقہ ملائکہ ہیں۔ اور پھر ان میں سے بھی بعض حاملین عرش ہیں۔ اور بعض اللہ تعالیٰ کی اور مخلوق ہے۔ عالم ارواح بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ اور روح کی ماہیت وحقیقت معلوم نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے" آپ کہدیں روح میرے رب کے امر سے ہے اور تمہیں اس بارہ میں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔"

عالم مثال ——— اور عالم مثال بھی ایک چیز ہے (تفہیم کی خاطر ہم اس کی تعبیر یوں کر سکتے ہیں) یعنی خواب میں اور کشف میں کوئی شخص مثالوں کو اشیاء کی طرح دیکھتا ہے۔ اور ان کی تعبیر کرتے ہوئے اپنے گمان کے مطابق ان کی تعبیر حاصل کرتا ہے۔ پس عالم مثال میں یعنی خواب میں جو نیند میں حاصل ہوتا ہے۔ یا نیستی کی حالت میں

کشف گویند چیزے بندہ مے بیند و تعبیر آں گماں کردہ بحسب تعبیر گماں غالب بحصول آں حالت کہ خواب تعبیر او و دلالت براں مے کند حاصل مے کند۔ پس بندہ باذکار بطرف حق سبحانہٗ و تعالیٰ قریب مے شود۔ بہماں معنی کہ مراد او ست تعالیٰ و در عالم مثال در خواب و کشف مے بیند کہ بفلاں دائرہ رسیدہ ام و بظل فلاں صفت رسیدہ ام در خارج دائرہ موجود نیست۔ آنجا کہ خدا است دائرہ کجا است۔ و ظلال غیر متناہیہ دیدن در عالم مثال و رسیدن از ظلے بظلے دال بر قرب بندہ است و مبشر است۔ ایں مراد نیست کہ ایں ظلال یقیناً در خارج موجود ہستند۔ در دائرہ ولایت صغریٰ ظلال صفات مے گویند۔ و در دائرہ کبریٰ صفات، ازاں صفات، صفات حقیقیہ مراد نیست بلکہ نسبت ظلال صغریٰ در عالم مثال اصول در نظر مے آیند و ہم چنیں حقائق الٰہیہ یعنی اسما کہ تعلق آنہا بقرآن شریف، و کعبہ، و صلوٰۃ، باشد، در عالم مثال نظر مے آیند۔ و ایں اسما ہم صفات خارجیہ قدیم نیستند، و ہم چنیں حقائق انبیاء در عالم مثال نظر مے آیند۔ و آنچہ بوجدان حاصل مے شود، حرارت در لطائف و پختگی خیال ذکر و بے خودی

کہ جس کو کشف کہتے ہیں جو چیز بندہ دیکھتا ہے۔ اور اپنے خیال کے مطابق تعبیر کرتا ہے۔ پھر جو چیز کہ خواب میں معلوم ہوتی ہے۔ اور اس کی تعبیر اسی پر دلالت کرتی ہے۔ اس چیز کے حصول کا گمان غالب ہوتا ہے۔ پس بندہ اذکار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف قریب ہو جاتا ہے۔ اور اس قرب سے وہ ہی معنی مراد ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحیح ہے۔ اور بندہ عالم مثال میں خواب اور کشف کے ذریعہ دیکھتا ہے۔ کہ میں فلاں دائرہ تک پہنچا ہوں یا فلاں صفت کے ظل تک پہنچا ہوں۔ خارج میں دائرہ موجود نہیں۔ اِسی لئے جہاں خدا ہے دائرہ کا وجود کہاں ہو سکتا ہے۔ اور ظلال غیر متناہیہ کا دیکھنا عالم مثال میں اور ایک ظل سے دوسرے ظل تک پہنچنا یہ بندہ کے قرب پر دلالت کرتا ہے اور اسکے حق میں بشارت ہے۔ یہ مراد نہیں کہ یہ ظلال خارج میں موجود ہیں۔ ولایت صغریٰ کے دائرہ میں ان کو ظلال صفات کہتے ہیں۔ اور ولایت کبریٰ کے دائرہ میں صفات سے حقیقی صفات مراد نہیں ہوتیں۔ بلکہ اس سے مراد ظلالِ صغریٰ کی نسبت ہے جو عالم مثال میں ایک اصول و بنیاد کی طرح نظر آتی ہے۔ اور اسی طرح حقائق الٰہیہ یعنی اسماء کہ جن کا تعلق۔ قرآن شریف، کعبۃ اللہ، صلوٰۃ سے ہے، عالم مثال میں نظر آتے ہیں۔ اور یہ اسماء بھی صفات خارجیہ قدیمہ نہیں ہیں اور اسی طرح حقائق انبیاء عالم مثال میں نظر آتے ہیں۔ اور جو چیز وجدان سے حاصل ہوتی ہے، وہ ہے لطائف میں گرمی۔ ذکر کے خیال کی پختگی اور ولایت صغریٰ میں بے خودی

در ولایت صغریٰ واستہلاک واضمحلال در کبریٰ وکمال ہمیں استہلاک در کمالات ووسعت نسبت باطن در حقائق الٰہیہ وکمال ہمیں وسعت در حقائق انبیا رحصول محبت وانس خاص بارب العالمین و سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلّم است۔ ودر خوابہا بندہ بیند کہ ایں فلاں مقامات است یعنی چنانکہ قرب ظاہری باپادشاہ ایں چنیں مے شود۔ کہ نزدیک مکانِ او مے رود و بنزدیک آثار صفات او مے رود۔ ہم چنیں در عالم مثال در خوابہا قرب معلوم می کند و بذات وصفات حقیقیہ رسیدن محال است واین اذکار وحالات موجب ازدیاد محبّت اند۔ گویا بندہ در محبّت روز بروز ترقی مے کند و حق تعالیٰ ہم ایں را محبّت مے کند وکمال درجہ محبت کہ در فہم ما عاجزاں مے آید۔ در عالم مثال دائرہ در نظر مے آید۔ آں را حقیقت محمدی یا احمدی یا حب صرف می نامند۔ چوں در عالم مثال وید کہ بآنجا رسیدہ ام، گویا بشارت کمال محبّت وکمال محبوبیت بحسب اندازہ خویشی حاصل شد۔ وآں چیز کہ ایں دائرہ مثال آں چیز است آیا در خارج موجود است یا نہ ونام آں در خارج نور محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم است یا نہ

اور ولایت کبریٰ میں استہلاک اور اضمحلال ہے۔ اور کمال اسی کو کہتے ہیں۔ کہ کمالات کے اندر مستہلک ہو جائے۔ اور حقائق الٰہیہ کے متعلق باطنی نسبت میں وسعت پیدا ہو جائے اور اسی طرح حقائق انبیاء کے بارہ میں وسعت کا پیدا ہونا کمال ہے۔ اور اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ خاص محبت اور انس کا حاصل ہونا کمال ہے۔ اور خوابوں میں بندہ دیکھتا ہے۔ کہ یہ فلاں مقامات ہیں۔ یعنی جس طرح بادشاہوں کا ظاہری قرب حاصل ہوتا ہے۔ تو ان کے مکان کے قریب جاتا ہے۔ اور ان کے صفات کے آثار کے قریب جاتا ہے۔ اسی طرح عالمِ مثال میں خوابوں کی شکل میں قرب معلوم کرتا ہے۔ ذات اور صفات حقیقیہ تک پہنچنا تو محال ہے۔ اور یہ اذکار اور حالات محبت کے زیادہ ہونے کا باعث ہیں۔ گویا کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں دن بدن ترقی کرتا رہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔ اور محبت کا درجہ کمال ہم عاجزوں کی فہم میں جو آتا ہے۔ تو وہ عالم مثال میں دائرہ کی شکل میں نظر آتا ہے۔ اور اس کو حقیقت محمدی یا حقیقت احمدی یا حب صرف کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ جب سالک دیکھے کہ عالم مثال میں اس دائرہ کے مقام تک پہنچ گیا ہے۔ تو سمجھ لے کہ اپنے درجہ اور مرتبہ کے اعتبار سے اس کو کمال محبت اور کمال محبوبیت کی بشارت حاصل ہو گئی ہے۔ اور یہ امر کہ یہ دائرہ اس چیز کی مثال ہے۔ جو خارج میں موجود ہے یا نہیں۔ اور اس کا نام خارج میں نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہے یا نہ۔

امرے است کہ ہیچ تحقیق آں ضروری نیست و نہ دلائلے کہ بحقیقت آں برسانند، و ما بآں تیقن بکنیم پس ذاتِ حق تعالیٰ موصوف بصفات کاملہ موجود است، و ہر چیز دیگر مخلوق، و بعض اشیاء در عالم مثال در نظر مے آیند تعبیر ازاں کردہ مے شود۔ و حقیقت آنہا بلکہ حقیقت عالم مثال ہیچ درک نمی آید و نہ ضرورت است نہ حقیقت لطائف معلوم ما است و نہ حقیقت آں چیزہا کہ دوائر مثال آنہا است و نہ ضرورت۔ پیراں بالہامات اذکار بر مواضع لطائف ذکر فرمودہ اند۔ تجربہ آثار اذکار را در آنجا یافتہ ایم۔ حقیقت لطائف ہرچہ باشد، باشد، و در مقامات دیگر بحسب تجربہ نیستی و بے خودی واستہلاک و اضمحلال و وسعت اندرونی یافتہ ایم۔ ہرچہ حقیقت آنہا باشد باشد۔ و در عالم مثال ہر کسے خوابہا بطور متفرق مے بنید۔ چند اشخاص قریب یکدگر در نوعے۔ و چند دیگر بنوعے دیگر۔ و حالات وجدانیہ ہم متفرق اند۔ و خوابہا و کشفہا سالک مبشرات اند خواہ دوائر بنید۔ خواہ آں را باواز غیبی گفتہ شود کہ ایں فلاں مقام ست خواہ در خواب بنید۔ مآل ہمہ واحد است۔ نہایت واقصیٰ

یہ دوسری بات ہے جس کی تحقیق کی ضرورت نہیں۔ اور نہ ایسے دلائل ہیں جو ہمیں اس حقیقت تک پہنچا سکیں اور ہمیں اس کا یقین حاصل ہو سکے۔ پس اللہ تعالیٰ کی ذات جو صفات کاملہ کے ساتھ موصوف ہے۔ وہ موجود ہے اور باقی تمام چیزیں مخلوق ہیں۔ اور بعض اشیاء عالم مثال میں نظر آتی ہیں اور انکی تعبیر کی جاتی ہے ان کی حقیقت اور اسی طرح عالم مثال کی حقیقت کا درک ہمیں کچھ بھی نہیں اور نہ اس کی ضرورت ہے۔ اور نہ ہمیں لطائف کی حقیقت معلوم ہے۔ اور نہ ان چیزوں کی حقیقت، جو دائرہ کی شکل میں نمودار ہوتی ہیں اور نہ ان کی حقیقت معلوم کرنے کی چنداں ضرورت ہے۔ پیران عظام نے الہامات سے لطائف کے مقامات پر اذکار کا ذکر کیا ہے۔ اور ہم نے تجربہ سے اذکار کے آثار کو ان مواقع میں پایا ہے۔ آگے لطائف کی حقیقت خواہ کچھ ہو۔ ہمیں اس سے سروکار نہیں۔ اور بعض دوسرے مقامات میں تجربہ سے نیستی (فنائیت) اور بے خودی اور استہلاک و اضمحلال اور اندرونی طور پر وسعت ہم نے پائی ہے۔ اس کی حقیقت خواہ کچھ ہو۔ اور پھر عالم مثال میں ہر سالک مختلف طریق پر خواب دیکھتا ہے۔ چند آدمی تو قریب قریب ایک نوع (طرز و نوعیت) سے دیکھتے ہیں اور دوسرے کسی دوسرے طریقے پر دیکھتے ہیں۔ اور حالات وجدانیہ (الہامی اور کشفی حالات) بھی یکساں نہیں بلکہ بہت کچھ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اور یہ خواب اور کشف سالک کے لئے بشارات ہیں۔ خواہ دوائر کی شکل میں دیکھے یا غیبی آواز سنے کہ یہ فلاں مقام ہے اور خواہ خواب (رؤیا) میں دیکھے۔ مآل اور انجام ان سب کا

منتہی روندگاں ایں راہ ایں است کہ عبادت محبت و اخلاص حاصل شود و معاملہ تعبد اللہ کانک تراہ حاصل شود و حالات باستقراء متفرقہ بر بندہا مے آیند۔ ضبط آں از طاقت بشر بیروں علم ماہیات آں مشکل و نہ ضرورت علم آں۔ و بشارات کہ بندگاں در خواب یا بند کہ تو قطب ہستی تو قیوم ہستی تو رسول ہستی تو ملک ہستی تو ملک الاملاک ہستی اگر از دخل شیطانی محفوظ باشند محمول بر تعبیر باشند و بندگان خدا تعالیٰ اقسام اند بعض انبیاء اند و علم آنہا بوحی اگر باشد جزمی است و بعض از بندگان اند کہ علوم آنہا بامر و نہی خلق تعلق ندارد چنانچہ خضر علیہ السلام :۔

قطب، غوث، ابدال

و حقیقت غوث و قطب مرا معلوم نیست اگر چیزے موافق شرع شریف و بطریق نفی شرک عنایاتے بر بندگاں فائض شوند بعید نیست۔ و در اصطلاح خویش نام غوث و قطب و ابدال نامند

ایک ہے۔ اس راہ میں چلنے والوں کی انتہائی تمنا اور آخری خواہش یہ ہوتی ہے۔ کہ عبادت الٰہی محبت اور اخلاص سے حاصل ہو۔ اور تعبد اللہ کانک تراہ، (تم خدا کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو) والا معاملہ حاصل ہو جائے۔ اور استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ بندوں پر مختلف حالات آتے ہیں جن کا ضبط کرنا انسان کی طاقت سے باہر ہے اور ان حالات کی حقیقت اور ماہیت کا معلوم کرنا بھی از بس دشوار امر ہے اور نہ اس کی ضرورت ہے، اور اس قسم کی بشارتیں جو بندوں کو خواب کے ذریعہ معلوم ہوتی ہیں کہ تم قطب ہو، یا تم قیوم ہو یا تم رسول ہو، یا فرشتہ ہو یا ملک الاملاک ہو۔ یہ اگر شیطانی دخل سے محفوظ ہوں تو ان کو کسی نہ کسی تعبیر (صحیح) پر محمول کیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کی بھی بہت سی مختلف قسمیں ہیں بعض انبیاء ہیں ان کا علم اگر بذریعہ وحی ہو تو پھر وہ قطعی اور جزمی ہوتا ہے۔ اور بعض بندے ایسے ہیں کہ ان کے علوم کو مخلوق کی امر و نہی سے کچھ تعلق نہیں ہوتا جیسا کہ خضر علیہ السلام کے علوم جو صرف تکوینات سے تعلق رکھتے ہیں۔

قطب، غوث ابدال وغیرہ کی تحقیق

اور غوث و قطب کی حقیقت مجھے معلوم نہیں اگر کوئی چیز شرع کے مطابق اور شرک کی نفی کی شکل میں بندوں پر کچھ اللہ تعالیٰ کی عنایات فائض ہوں تو کچھ بعید نہیں۔ اور پھر وہ اپنی اصطلاح میں ان کا نام غوث، قطب وغیرہ رکھ لیں تو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ودر اصطلاح مضائقہ نیست۔ حقیقت حال اصحاب آں حالات را اگر فی الواقع ہستند معلوم باشند وبندہ مے گوید کہ بشارات قطبیت در خوابہائے دیدہ ام و در خارج ہیچ معلوم نیست و بشارات قیومیت بارہائے دیدہ ام و بارہائے محبان در حق بندہ بشارت قیومیت دیدہ اند۔ در خارج ہیچ معلوم نیست۔ وبشارت ضمنیت و قطبیت از سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در واقعات دیدہ ام در خارج ہیچ حقیقت معلوم نیست تحقیق حال ایں است معاملات الٰہیہ کثیر اند۔ مثلاً موسیٰ علیہ السلام را علمے حاصل شود آں علم خضر علیہ السلام را نبود۔ و علمے کہ خضر علیہ السلام را بود موسیٰ علیہ السلام را نبود۔ اگر بعض اولیاء اللہ باشند مثل خضر علیہ السلام و آنہا را بشرع معروفِ ما تعلق نباشد۔ مایاں را کہ بحقیقتِ آں متحقق نیستم از تحقیق و تجسیس و سماع آں چہ شود۔ و بعض عباد غیبی اعنی ملک اگر بر کسے ظاہر شود ہم ممکن است و اگر جنیات ظاہر شوند ہم ممکن است۔ تحقیق آں دریں جا ضروری نیست در قرآن شریف واحادیث صحاح و مشہورہ و اقوال ائمہ اربعہ ذکرہ اغواث و اقطاب و ابدال نیست آنچہ ضروری است

اس اصطلاح میں کچھ مضائقہ نہیں اور ان کی حقیقت حال واقع میں ان ہی لوگوں کو معلوم ہوگی اور بندہ (مولانا حسین علیؒ) کہتا ہے کہ بہت سے خوابوں میں قطبیت کی بشارتیں میں نے اپنے حق میں دیکھی ہیں۔ خارج میں کچھ معلوم نہیں اور اسی طرح قیومیت کی بشارتیں بارہا میں نے دیکھی ہیں اور میرے دوستوں نے بھی میرے حق میں قیومیت کی بشارتیں دیکھی ہیں خارج میں معلوم نہیں۔ اور اسی طرح بہت سے خوابوں میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ضمنیت (بشارت ہے کہ گویا سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی آغوش رحمت میں ان کو لے لیا ہے) اور قطبیت کی بشارتیں دیکھی ہیں لیکن خارج میں اس کے متعلق کچھ علم نہیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ اور حقیقت حال یہ ہے کہ معاملات الٰہیہ بہت سے ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک عالم حاصل تھا۔ وہ علم حضرت خضر علیہ السلام کو نہیں تھا۔ اور ایک علم خضر علیہ السلام کو حاصل تھا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہیں تھا۔ اسی طرح اگر بعض اولیاء اللہ ایسے ہوں جیسے خضر علیہ السلام اور ان کو ہماری معروف شریعت سے تعلق نہ ہو تو ہم جب ان کی حقیقت کو نہیں جانتے۔ تو پھر ان کے بارہ میں بحث و تمحیص کرنے سے کیا فائدہ۔ اسی طرح اگر عباد غیبی یعنی فرشتے اگر کسی پر ظاہر ہوں تو یہ بھی ممکن ہے۔ اور اگر جنات کسی پر ظاہر ہوں تو یہ بھی ممکن ہے۔ ان کی تحقیق یہاں ضروری نہیں۔ قرآن کریم اور صحاح کی احادیث اور احادیث مشہورہ میں اور ائمہ اربعہ کے اقوال میں غوث قطب ابدال

بدال شغل گیر۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

خلاصہ طریقہ سلوک نقشبندیہ

در در المعارف است روز جمعہ ۲۲ ربیع الآخر ۱۲۳۱ھ در محفل فیض منزل حاضر شدم شخصے از حضرت ایشاں سوال سلوک طریقہ نقشبندیہ مجددیہ نمود۔ حضرت ایشاں سلوک تمامہ از اول تا آخر بطور اختصار بیان فرمودند۔ مختصر تحریر مے نمایم بدانکہ انسان از لطائف عشرہ ترکیب یافتہ است کہ پنج ازاں عالم امر اند۔ قلب، روح وسر وخفی واخفی و پنج عالم خلق اند نفس، باد وخاک، آب وآتش واز تحت الثریٰ تا عرش عالم خلق است وبالائے آں عالم امر پس اول سالک را ذکر قلبی ونگہداشت خواطر ووقوف قلبی تلقین مے فرمایند چوں در دل بے خطرگی یا کم خطرگی وحضور وآگاہی حاصل مے شود جذبات وواردات مے آیند وفنائے قلبی کہ مراد از فنائے ماسوا است مے گردد وتجلی افعال متجلی مے شود کہ نسبت سالک نسبت افعال خود وہمہ عالم در افعال نمی کند

کا ذکر نہیں ہے جو چیز ضروری ہو اس کے ساتھ شغل اختیار کرنا چاہیئے۔

طریقہ نقشبندیہ کے سلوک کا خلاصہ

درالمعارف میں ہے کہ بروز جمعہ ۲۲ ربیع الآخر ۱۲۳۱ھ حضرت مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ایک شخص نے حضرت والا سے سوال کیا کہ نقشبندیہ مجددیہ کے سلوک کا کیا طریقہ ہے۔ حضرت نے اول سے آخر تک تمام طریقہ اختصار سے بیان فرمادیا جس کو ہم اختصار سے تحریر کرتے ہیں۔

جان لو کہ انسان نے لطائف عشرہ سے ترکیب پائی ہے، پانچ عالم امر سے تعلق رکھتے ہیں یعنی قلب روح، سر، خفی، اخفی اور پانچ عالم خلق سے تعلق رکھتے ہیں، نفس، باد، خاک، آب، آتش اور تحت الثریٰ سے تا عرش یہ سب عالم خلق ہے اور اس سے بالا عالم امر ہے۔ سب سے پہلے سالک کو ذکر قلبی اور خواطر کی نگہداشت اور وقوف قلبی کی تلقین فرماتے ہیں جب دل میں بے خطرگی یا کم خطرگی اور حضور و آگاہی حاصل ہو جائے تو جذبات وواردات آتے ہیں۔ اور فنائے قلبی حاصل ہو جاتا ہے۔ جس سے مراد ماسوا کا فنا ہے اور تجلی افعال ظاہر ہوتی ہے کہ سالک اپنے افعال اور تمام عالم کے افعال کی نسبت اپنی طرف نہیں کرتا۔

❊

ہمہ فعل را فعل فاعل حقیقی مے داند، و مے گوید۔ و ہم در سیر لطیفہ قلبی ذوق و شوق و آہ و نعرہ و استغراق و بے خودی و وجد و رقص نقدِ وقتِ سالک مے گردد و توحید وجودی منکشف مے شود۔ ہر گاہ کہ غیریت از نظر مرتفع شود خود را عین او مے انگارد۔ و دریں لطیفۂ قلب اول مراقبۂ احدیت مے فرمایند یعنی اسم مبارک اللہ در دل مے نمایند بعد ازاں مراقبہ معیت وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ملحوظ مے سازند و توحید وجودی ازہمیں مراقبہ منکشف مے شود چوں سالک سیر لطیفۂ قلب تمام مے نماید در سیر لطیفۂ روح عروج مے نماید و دراں تجلی صفات ثبوتیہ الٰہیہ منکشف مے شود کہ سالک صفاتِ خود را و صفاتِ ہمہ عالم را محو و متلاشی در صفات حق مے بینند بعد ازاں سیر در لطیفۂ خفی مے شود و دراں سیر تجلی صفات سلبیہ الٰہیہ منکشف مے گردد و بعد ازاں سیر در لطیفۂ اخفیٰ و دراں تجلی شان جامع الٰہیہ منکشف مے شود۔ بعد ازاں بہ تزکیۂ نفس مشغول مے شوند۔ ایں ہمہ کہ گفتہ شد طریقۂ تلقین حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی بود۔ لیکن حضرتین[1] راہِ دراز کوتاہ ساختہ اند

بلکہ تمام افعال کو فاعل حقیقی کی طرف سے جانتا ہے۔ اور اسی طرح لطیفہ قلبی کی سیر میں ذوق و شوق اور آہ و نعرہ اور استغراق و بے خودی اور وجد و رقص سالک کو حاصل ہوتا ہے اور توحید وجودی اس پر منکشف ہوتی ہے۔ اور جب غیریت نظر سے اٹھ جاتی ہے، تو سالک خود اپنے آپ کو اس کا عین خیال کرتا ہے۔ اور اس لطیفۂ قلب میں پہلے احدیت کا مراقبہ کراتے ہیں یعنی اسم مبارک اللہ دل میں دکھاتے ہیں اور اس کے بعد معیت کا مراقبہ یعنی وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ (وہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو) ملحوظ کراتے ہیں اور توحید وجودی اسی مراقبہ سے منکشف ہوتی ہے۔ جب سالک لطیفہ قلب کی سیر پوری کر لیتا ہے تو پھر لطیفہ روح کی سیر میں عروج کرتا ہے۔ اور اس میں صفات ثبوتیہ الٰہیہ کی تجلی اس پر منکشف ہوتی ہے۔ کہ سالک اپنی صفات اور تمام عالم کی صفات کو صفات حق میں محو اور متلاشی دیکھتا ہے اس کے بعد لطیفہ خفی کی سیر ہوتی ہے۔ اس سیر میں صفات سلبیہ الٰہیہ منکشف ہوتی ہیں اور اس کے بعد لطیفہ اخفیٰ کی سیر ہوتی ہے۔ اس میں سالک پر ایک ایسی شان کی تجلی ہوتی ہے جو تمام شیون الٰہیہ کی جامع ہوتی ہے۔ اور اس کے بعد تزکیۂ نفس میں مشغول ہوتے ہیں۔ یہ تمام جو کچھ کہا گیا ہے۔ یہ طریقہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی[2] کی تلقین ہے، لیکن حضرتین[1] نے اس لمبے راستے کو مختصر بنا دیا ہے۔

---

[1] حضرتین سے مراد حضرت مجدد رح کے دو نو فرزند ارجمند ہیں۔ یعنی خازن الرحمۃ خواجہ محمد سعید رح اور عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم رح

[2] حضرت مجدد رح کا فیض زیادہ تر انہی دونوں سے جاری ہوا ہے جن کے بارہ حضرت خواجہ باقی باللہ رح نے فرمایا ہے کہ "اولاد شیخ احمد جواہر اند" (مقصود دار العلما رند ص ۱۱ تا ۱۲ امرتسری)۔

ومعمول خود کردہ اند کہ بعد از تصفیہ لطیفۂ قلب تا بہ تزکیہ لطیفۂ نفس مے پردازند۔ ودر ضمن قلب
ایں ہا تصفیہ لطائف اربعہ ہم فی الجملہ میسّر مے شود۔ ود و دائرہ قطع مے شود۔ دائرہ امکان ودائرہ
ولایتِ صغریٰ وحاصلِ ایں دو دوائرہ حصول مقاماتِ عشرہ کہ عبارت از توبہ، وانابت وزہد
وورع وتوکل، وغیرہ است مے گردد۔ بعد ازاں بہ تہذیب لطیفۂ نفس مشغول مے شوند۔
وفناء انا وتوحید شہودی منکشف مے گردد۔ ومراقبۂ اقربیت یعنی لحاظِ معنیٰ نحن اقرب الیہ،
مے نماید۔ ودریں لطیفہ سہ ونیم دوائر قطع مے شوند کہ دوائرہ ولایت کبریٰ متضمن ایں دوائر است
بعد ازاں سیر عناصر ثلاثہ سوائے عنصر خاک شروع مے شود وایں را ولایت علیا مے گویند کہ ولایت
ملاء الاعلیٰ است۔ بعد ازاں دائرہ کمالات نبویہ منکشف مے شود۔ ودریں جا سیر در عنصر خاک است۔
ودائمی مے شود۔ پس ازاں دائرہ کمالات رسالت بعد ازاں دائرہ کمالات اولوالعزم ہویدا مے گردد

اور انہوں نے اپنا معمول بنا لیا ہے کہ لطیفہ قلب کے تصفیہ کے بعد جب کہ تزکیہ نفس میں مشغول ہوتے ہیں
تو اس سے قبل ہی قلب کے ضمن میں لطائف اربعہ کا تصفیہ بھی فی الجملہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اور دائرے طے ہوتے
ہیں یعنی دائرہ امکان اور دائرہ ولایتِ صغریٰ اور ان دونوں دوائر کا حاصل مقامات عشرہ کا حصول
ہے۔ جو عبارت ہیں توبہ، انابت (رجوع الی اللہ) زہد، ورع (پرہیزگاری) توکل وغیرہ سے،
اس کے بعد لطیفہ نفس کی تہذیب میں مشغول ہوتے ہیں اور انا کا فنا اور توحید شہودی منکشف ہوتی ہے۔
اور پھر مراقبہ اقربیت کا کراتے ہیں جس کا معنی یہ ہے کہ نحن اقرب الیہ کا معنی ملحوظ کراتے ہیں اور اس
لطیفہ میں تین اور نصف (ساڑھے تین) دائرے طے ہو جاتے ہیں کہ ولایت کبریٰ کے دائرے انہی دوائر
پر مشتمل ہیں۔ اس کے بعد سیر عناصر ثلاثہ یعنی عنصر خاک کے علاوہ تین عناصر کی سیر شروع ہوتی ہے۔
اور اس کو ولایت علیا کہتے ہیں جو کہ ملاء اعلیٰ کی ولایت ہے۔ اس کے بعد کمالات نبوت کا دائرہ منکشف ہوتا
ہے۔ اور اس مقام میں عنصر خاک کی سیر ہوتی ہے۔ اور ہمیشہ ہوتی رہتی ہے۔ اس کے بعد کمالات رسالت کا
دائرہ اور اس کے بعد اولوالعزم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام (نوح، موسیٰ، ابراہیم، عیسیٰ، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

لے حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنی کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں بضمن مکتوب حضرت شیخ عبدالاحدؒ نقل کیا ہے کہ جب
سالک فناء قلب سے مشرف ہوگا تو اولیاء اللہ کی جماعت میں داخل ہوگا اور فناء قلب بغیر دائرہ امکان کے طے کرنے
کے اور بغیر مقامات عشرہ کے طے کرنے کے حاصل نہیں ہو سکتا اور مقامات عشرہ سے مراد زہد، صبر، توکل، رضا و
تسلیم، قناعت، یاس من الناس، فقر، فراغ اور ریاضت ہے (ص ۲۶) ۱۲ سواتی

وبعدازاں سیر بحقائق واقع مے شود دائرہ حقیقت کعبہ ودائرہ حقیقت قرآن ودائرہ حقیقت صلوٰۃ ودائرہ حقیقت صرفہ ودائرہ حقیقت ابراہیمی ودائرہ حقیقت موسوی ودائرہ حقیقت محمدی و دائرہ حقیقت احمدی ودائرہ حب صرفہ ودائرہ لاتعین منکشف مے گردند، کرا نصیب است تا ایں جا برسد "ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ" بعدازاں فرمودند کہ حضرت مجددؒ ہموزن ہزار سالہ اولیاء اند۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ (نوشتہ باختصار یسیر)

یہ اولوالعزم انبیاء کہلاتے ہیں) کا دائرہ کمالات ظاہر ہوتا ہے اور اس کے بعد حقائق میں سیر واقع ہوتی ہے۔ یعنی حقیقت کعبہ کا دائرہ اور حقیقت قرآن کا دائرہ اور حقیقت صلوٰۃ کا دائرہ اور حقیقت محضہ کا دائرہ حقیقت براہیمی اور حقیقت موسوی اور حقیقت محمدی اور حقیقت احمدی اور حب صرف اور لاتعین کے دوائر منکشف ہوتے ہیں۔ کس کا نصیب ہے جو اس مقام تک پہنچے "یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے۔" اس کے بعد حضرت نے فرمایا۔ کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ ہزار سالہ اولیاء کرام کے ہم پلہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ نازل ہو، اس کے رسول اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آل اور سب صحابہ پر۔ (کسی قدر اختصار سے یہ بیان تحریر کیا گیا ہے)

ہشت سلاسل

حضرات نقشبندیہ[1] مجددیہ احمدیہ، قادریہ[2]، چشتیہ[3]، وسہروردیہ[4] وکبرویہ[5] ومداریہ[6] وقلندریہ[7]، وشطاریہ[8] کہ از حضرت پیر و مرشد خویش ایں احقر را سند رسیدہ اند از سلسلہائے حضرت قبلہ کہ بر آں مہر حضرت حاجی دوست محمد صاحب قندہاری قدس سرہ بر ختم ہر سلسلہ ثبت بود و چند کلمات خاص دستخط حضرت قبلہ حاجی صاحب مغفور مرقوم بود، بے کم و کاست بعینہٖ نقل کردہ مے نگارم و در اختتام ہر سلسلہ شریف حضرت حاجی دوست محمد و حضرت قبلہ ہر دو اللہ مضجعہما نور اللہ مرقدہما مرقوم بود، و بر ختم ہر سلسلہائے اسم گرامی حضور پُر نور حضرت قبلہ ام و حضرت والا تبار صاحبزادہ حضرت مولانا الحاج عبدالرحمٰن صاحب قدس اسرارہما ثبت نمودم۔

یہ ہشت سلاسل یعنی سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ احمدیہ، اور قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، کبرویہ، مداریہ قلندریہ، شطاریہ، جو کہ حضرت پیر و مرشد سے اس احقر کو سند آ پہنچے ہیں یہ پیر و مرشد کے ان سلاسل میں سے ہیں۔ جن پر حضرت حاجی دوست محمد صاحب قندہاریؒ کی مہر ہر سلسلہ کے اختتام پر ثبت ہے۔

اور چند کلمات ان کے دستخط سے تحریر کردہ تھے بے کم و کاست ان کو بعینہٖ نقل کر دیا ہے۔ اور ان سلاسل کے اختتام پر حضرت قبلہ (مولانا حسین علیؒ) اور صاحبزادہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن (سلمہ اللہ) کے نام تحریر کر دیئے ہیں۔

سِلسلہ نقشبندیہ مجدّدیہ احمدیہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

۱ - الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲ - الٰہی بحرمت خلیفہ رسولِ اللہؐ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳ - الٰہی بحرمت صاحب رسول اللہؐ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۴ - الٰہی بحرمت حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۵ - الٰہی بحرمت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۶ - الٰہی بحرمت سلطان العارفین حضرت شیخ بایزید بسطامیؒ

۷ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ۔

۸ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانیؒ۔

۹ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوعلی فارمدیؒ۔

۱۰ - الٰہی بحرمت خواجہ ابویوسف ہمدانیؒ۔

۱۱ - الٰہی بحرمت خواجۂ جہاں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ۔

۱۲ - الٰہی بحرمت خواجہ عارف ریوکریؒ۔

۱۳ - الٰہی بحرمت خواجہ محمود الخیر فغنویؒ۔

۱۴ - الٰہی بحرمت خواجہ عزیزان علی رامتینیؒ۔

۱۵ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد بابا سماسی (رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۶ - الٰہی بحرمت حضرت سید امیر کلالؒ۔

۱۷ - الٰہی بحرمت حضرت امام الطریقہ خواجہ خواجگان پیر پیران سید بہاء الدین نقشبندی بخاریؒ۔

۱۸ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ۔

۱۹ - الٰہی بحرمت حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ۔

۲۰ - الٰہی بحرمت خواجہ عبیداللہ احرارؒ۔

۲۱ - الٰہی بحرمت حضرت مولانا محمد زاہدؒ۔

۲۲ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد درویشؒ۔

۲۳ - الٰہی بحرمت حضرت مولانا خواجگی امکنگیؒ۔

۲۴ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ باقی باللہؒ۔

۲۵ - الٰہی بحرمت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ۔

۲۶ - الٰہی بحرمت عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصومؒ۔

۲۷ - الٰہی بحرمت سلطان الاولیاء حضرت خواجہ شیخ سیف الدینؒ۔

۲۸ - الٰہی بحرمت حضرت حافظ محمد محسنؒ۔

۲۹ - الٰہی بحرمت سیّد نور محمد بدایونیؒ۔

۳۰ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شمس الدین حبیب اللہ میرزا جان جاناں مظہر شہیدؒ۔

۳۱ - الٰہی بحرمت مجدد مأتہ الثالث والعشر نائب خیر البشر خلیفہ خدا مروج شریعت مصطفیٰ حضرت مولانا عبداللہ المعروف بشاہ غلام علی دہلویؒ۔

۳۲ - الٰہی بحرمت غوث اوان قطب زمان حضرت شاہ ابو سعیدؒ۔

۳۳ - الٰہی بحرمت غوث اوان محبوب رحمان حافظ قرآن وسیلتنا الی اللہ المجید حضرت احمد سعید احمدیؒ

۳۴ - الٰہی بحرمت حاجی الحرمین الشریفین مقبول رب المشرقین والمغربین وسیلتنا الی اللہ الصمد حضرت حاجی دوست محمد صاحب قندھاریؒ۔

۳۵ - الٰہی بحرمت سید الاولیاء سند الاتقیاء امام العارفین حاجی الحرمین الشریفین مظہر فیض رحمان حضرت خواجہ محمد عثمانؒ

۳۶ - الٰہی بحرمت سید العارفین امام المتقین قامع البدعۃ ماحی الشرک غوث زمان قطب دوران مجدد وقت حضرت صوفی الصافی مولانا حسین علی قدس سرہٗ۔

۳۷ - الٰہی بحرمت حضرت مولانا الحاج صاحبزادہ مولوی عبدالرحمٰن سلمہ الرحمٰن۔

لا زالت انوار فیوضھم علی نفوس المسترشدین بحرمت سید المرسلین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ رسولہٖ محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

(۲)

سلسلہ حضرات قادریہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

۱ - الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ سلم۔
۲ - الٰہی بحرمت امیر المومنین اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔
۳ - الٰہی بحرمت سبط رسول اللہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۴ - الٰہی بحرمت شہید کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۵ - الٰہی بحرمت حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۶ - الٰہی بحرمت حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۷ - الٰہی بحرمت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۸ - الٰہی بحرمت حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۹ - الٰہی بحرمت حضرت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۱۰ - الٰہی بحرمت حضرت معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۱۱ - الٰہی بحرمت حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۱۲ - الٰہی بحرمت حضرت سید جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۳ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوبکر شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۱۴ - الٰہی بحرمت شیخ عبدالواحد بن عبدالعزیز یمنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۱۵ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسیؒ۔
۱۶ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوالحسن علی ہنکاریؒ۔
۱۷ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوسعید مخزومیؒ۔
۱۸ - الٰہی بحرمت امام الطریقہ محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ۔
۱۹ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبدالرزاقؒ۔
۲۰ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ شرف الدین قتالؒ۔
۲۱ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ سید عبدالوہابؒ۔
۲۲ - الٰہی بحرمت حضرت سید بہاءالدینؒ۔
۲۳ - الٰہی بحرمت سید عقیلؒ۔

۲۴- الٰہی بحرمت حضرت شمس الدین صحرائیؒ۔

۲۵- الٰہی بحرمت حضرت سید گدائی رحمٰن اوّلؒ

۲۶- الٰہی بحرمت حضرت سید ابوالحسنؒ۔

۲۷- الٰہی بحرمت سید شمس الدین عارفؒ۔

۲۸- الٰہی بحرمت سید گدائی ثانیؒ۔

۲۹- الٰہی بحرمت شاہ فضیلؒ۔

۳۰- الٰہی بحرمت شاہ کمال کیتلیؒ۔

۳۱- الٰہی بحرمت شاہ سکندرؒ۔

۳۲- الٰہی بحرمت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ

۳۳- الٰہی بحرمت خازن الرحمۃ شیخ محمد سعیدؒ

۳۴- الٰہی بحرمت شیخ عبد الاحدؒ۔

۳۵- الٰہی بحرمت شیخ محمد سنائیؒ۔

۳۶- الٰہی بحرمت حبیب خدا مرزا جان جاناں مظہر شہیدؒ۔

۳۷- الٰہی بحرمت حضرت عبداللہ المعروف شاہ غلام علی دہلویؒ۔

۳۸- الٰہی بحرمت حضرت شاہ ابوسعیدؒ۔

۳۹- الٰہی بحرمت حضرت شاہ احمد سعیدؒ

۴۰- الٰہی بحرمت حاجی الحرمین الشریفین حضرت دوست محمد قندھاریؒ۔

۴۱- الٰہی بحرمت سید الاولیاء امام المتقین مظہر فیض رحمان حاجی محمد عثمانؒ۔

۴۲- الٰہی بحرمت حضرت سید العارفین امام المتقین ماحی الشرک قامع البدعۃ غوث زمان قطب دوران مجدد وقت صوفی الصافی حضرت مولانا الحاج مولوی حسین علی قدس سرہٗ

۴۳- الٰہی بحرمت حضرت حاجی الحرمین الشریفین والاتبار مولانا عبدالرحمٰن لازالت انوار فیوضہم علےٰ رؤس المسترشدین، بحرمت سید المرسلین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ رسولہ محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

٭

(۳)

سلسلۂ چشتیہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

۱ - الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حبیب خدا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم -

۲ - الٰہی بحرمت خلیفہ رسول اللہ امیر المؤمنین اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ -

۳ - الٰہی بحرمت خیر التابعین شیخ حسن بصریؒ -

۴ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبد الواحد بن زیدؒ -

۵ - الٰہی بحرمت خواجہ فضیل بن عیاضؒ -

۶ - الٰہی بحرمت سلطان ابراہیم ادھمؒ -

۷ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حذیفہ المرعشیؒ -

۸ - الٰہی بحرمت خواجہ امین الدین البر البصریؒ -

۹ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابو ابراہیم اسحاق علو دینوریؒ -

۱۰ - الٰہی بحرمت خواجہ ابو اسحاقؒ -

۱۱ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ احمدؒ -

۱۲ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابو محمدؒ

۱۳ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابو یوسفؒ -

۱۴ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مودود چشتیؒ -

۱۵ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حاجی شریف زندنیؒ -

۱۶ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ -

۱۷ - الٰہی بحرمت امام الطریقہ حضرت خواجہ معین الدین سنجری اجمیریؒ -

۱۸ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ قطب الدین کاکیؒ -

۱۹ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ فرید الدین شکر گنجؒ -

۲۰ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مخدوم علی صابرؒ -

۲۱ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شمس الدین پانی پتیؒ -

۲۲ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ جلال الدین پانی پتیؒ -

۲۳ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شیخ عبد الحق ردولویؒ -

۲۴ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد عارفؒ۔

۲۵ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمدؒ

۲۶ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ۔

۲۷ - الٰہی بحرمت شیخ رکن الدینؒ

۲۸ - الٰہی بحرمت شیخ عبد الواحدؒ۔

۲۹ - الٰہی بحرمت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ۔

۳۰ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ خازن الرحمۃ محمد سعیدؒ۔

۳۱ - الٰہی بحرمت شیخ عبد الاحدؒ۔

۳۲ - الٰہی بحرمت حضرت محمد عابد سنامیؒ۔

۳۳ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ حبیب اللہ مرزا جانِ جاناں مظہر شہیدؒ

۳۴ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ الشیوخ عبد اللہ المعروف بہ سید غلام علی شاہؒ

۳۵ - الٰہی بحرمت حضرت شاہ ابو سعیدؒ۔

۳۶ - الٰہی بحرمت حضرت شاہ احمد سعیدؒ۔

۳۷ - الٰہی بحرمت حضرت حاجی الحرمین الشریفین وسیلتنا الی اللہ الصمد حاجی دوست محمد قندھاریؒ

۳۸ - الٰہی بحرمت حضرت سید الاولیاء امام الاتقیاء قبلۃ السالکین مظہر فیض رحمان خواجہ محمد عثمانؒ

۳۹ - الٰہی بحرمت حضرت سید العارفین امام المتقین ماحی الشرک قامع البدعۃ غوث زمان قطب دوران مجدد مائۃ رابع عشر صوفی الصافی الحاج مولانا حسین علی صاحب قدس سرہٗ

۴۰ - الٰہی بحرمت حاجی الحرمین الشریفین الاتبار مولانا صاحب زادہ عبد الرحمٰن لازالت انوار فیوضھم علیٰ رؤس المسترشدین بحرمت سید المرسلینؐ صلی اللہ تعالیٰ علی رسولہ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

(۴)

سِلسلۂ سُہروردیہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

۱ - الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حبیب خدا محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔

۲ - الٰہی بحرمت امیر المومنین خلیفہ رسول اللہ اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔

۳ - الٰہی بحرمت خیر التابعین حضرت خواجہ حسن بصریؒ۔

۴ - الٰہی بحرمت حضرت حبیب خدا حبیب عجمیؒ۔

۵ - الٰہی بحرمت حضرت داؤد طائی رح۔

۶ - الٰہی بحرمت معروف کرخیؒ۔

۷ - الٰہی بحرمت حضرت سری سقطیؒ۔

۸ - الٰہی بحرمت سید الاولیاء حضرت جنید بغدادیؒ۔

۹ - الٰہی بحرمت حضرت ممشاد دینوریؒ۔

۱۰ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ احمد دینوریؒ۔

۱۱ - الٰہی بحرمت شیخ محمدؒ۔

۱۲ - الٰہی بحرمت حضرت سید یار محمدؒ۔

۱۳ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ وجیہ الدین سہروردیؒ۔

۱۴ - الٰہی بحرمت صاحب الطریقہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ۔

۱۵ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ۔

۱۶ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ صدر الدین ملتانیؒ۔

۱۷ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ رکن الدین رح۔

۱۸ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ مخدوم جہاں گشتؒ۔

۱۹ - الٰہی بحرمت حضرت سید اجمل پرائچیؒ۔

۲۰ - الٰہی بحرمت سید بدہن پرائچیؒ۔

۲۱ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ درویش محمد بن قاسم اودھیؒ۔

۲۲ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ۔

۲۳ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ رکن الدینؒ۔

۲۴ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبدالواحدؒ

۲۵ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ محبوب ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ

۲۶ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد سعیدؒ۔

۲۷ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبدالاحدؒ۔

۲۸ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد عابدؒ۔

۲۹ - الٰہی بحرمت حضرت حبیب اللہ مظہر شہید مرزا جانِ جاناںؒ۔

۳۰ - الٰہی بحرمت حضرت شاہ عبداللہ المعروف بشاہ غلام علیؒ۔

۳۱ - الٰہی بحرمت حضرت شاہ ابوسعیدؒ۔

۳۲ - الٰہی بحرمت حضرت شاہ احمد سعیدؒ۔

۳۳ - الٰہی بحرمت حضرت حاجی الحرمین الشریفین وسیلتنا الی اللہ الصمد حاجی دوست محمد قندھاریؒ۔

۳۴ - الٰہی بحرمت حضرت سید الاولیاء امام الاتقیاء مظہر فیض رحمان خواجہ محمد عثمانؒ۔

۳۵ - الٰہی بحرمت سید العارفین امام المتقین رئیس المفسرین عمدۃ المحدثین حجۃ اللہ علی الارض ماحی الشرک
قامع البدعۃ غوث زمان قطب دوران مجدد وقت صوفی الصافی حضرت الحاج مولانا حسین علی
قدس سرہٗ۔

۳۶ - الٰہی بحرمت حضرت حاجی الحرمین الشریفین و الاتبار صاحبزادہ مولانا عبدالرحمٰن سلمہ اللہ المنان
علی رؤس المسترشدین بحرمت سید المرسلین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد وآلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔

(۵)

سلسلہ کبرویہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

۱- الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حبیب خدا محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

۲- الٰہی بحرمت امیر المومنین خلیفۃ رسول اللہ اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔

۳- الٰہی بحرمت خیر التابعین حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ۔

۴- الٰہی بحرمت حضرت شیخ حبیب عجمیؒ۔

۵- الٰہی بحرمت حضرت داؤد طائیؒ۔

۶- الٰہی بحرمت حضرت شیخ معروف کرخیؒ۔

۷- الٰہی بحرمت شیخ سری سقطیؒ۔

۸- الٰہی بحرمت حضرت جنید بغدادیؒ۔

۹- الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابو علی رودباریؒ۔

۱۰- الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابو علی کاتبؒ۔

۱۱- الٰہی بحرمت حضرت شیخ خواجہ عثمان مغربیؒ۔

۱۲- الٰہی بحرمت حضرت ابو القاسم گرگانیؒ۔

۱۳- الٰہی بحرمت حضرت ابو بکر نساجؒ۔

۱۴- الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد غزالیؒ۔

۱۵- الٰہی بحرمت حضرت ضیاء الدین ابو نجیب سہروردیؒ۔

۱۶- الٰہی بحرمت حضرت عمار یاسرؒ۔

۱۷- الٰہی بحرمت حضرت شیخ روزبہان بقلیؒ۔

۱۸- الٰہی بحرمت حضرت صاحب الطریقہ نجم الدین کبرویؒ۔

۱۹- الٰہی بحرمت حضرت شیخ مجد الدین بغدادیؒ۔

۲۰- الٰہی بحرمت حضرت شیخ علی اللاہوریؒ۔

۲۱- الٰہی بحرمت حضرت شیخ احمد جوربانیؒ۔

۲۲- الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبداللہ سفرائیؒ۔

۲۳- الٰہی بحرمت حضرت شیخ علاؤ الدین سمنانیؒ۔

۲۴ - الٰہی بحرمت حضرت محمود المر دفانیؒ۔

۲۵ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ امیر علی ہمدانیؒ۔

۲۶ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ خواجہ اسحاق جیلانیؒ۔

۲۷ - الٰہی بحرمت حضرت امیر عبداللہ بنار شس بادیؒ۔

۲۸ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ رشید الدین بیدواریؒ۔

۲۹ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ شاہ بیدواریؒ۔

۳۰ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ حاجی محمد جون شانیؒ۔

۳۱ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ کمال الدین حسین خلدیؒ۔

۳۲ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ یعقوب صرفی کشمیریؒ۔

۳۳ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ امام ربانی مجدد الف ثانی احمد فاروقی سرہندیؒ۔

۳۴ - الٰہی بحرمت حضرت محمد سعیدؒ۔

۳۵ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبد الاحدؒ۔

۳۶ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد عابد سنامیؒ۔

۳۷ - الٰہی بحرمت حضرت حبیب اللہ مظہر شہید مرزا جان جاناںؒ۔

۳۸ - الٰہی بحرمت حضرت نائب خیر البشر مجدد مائۃ الثالث والعشر شیخ عبداللہ المعروف
بشاہ غلام علی الدہلویؒ۔

۳۹ - الٰہی بحرمت حافظ القرآن المجید حضرت شاہ ابو سعیدؒ۔

۴۰ - الٰہی بحرمت حضرت حافظ القرآن المجید شاہ احمد سعیدؒ۔

۴۱ - الٰہی بحرمت حضرت حاجی الحرمین الشریفین مستغنا الی اللہ الاحد حاجی دوست محمد قندھاریؒ۔

۴۲ - الٰہی بحرمت حضرت سید الاولیاء، سند الاتقیاء، مظہر فیض رحمان حاجی محمد عثمانؒ۔

۴۳ - الٰہی بحرمت حضرت زبدۃ الفقہاء، رأس العلماء، شیخ المحدثین قبلۃ السالکین امام العارفین غوث زمان
قلب دوران مجدد مائۃ رابع عشر حضرت مولانا حسین علی قدس سرہٗ

۴۴ - الٰہی بحرمت حضرت مولانا الحاج صاحبزادہ والاتبار مولوی عبد الرحمٰن سلمہ المنان علیٰ رؤس المسترشدین بحرمت م

م سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

(۶)

سلسلۂ مداریہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

۱- الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین خاتم النبیین حبیبِ خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

۲- الٰہی بحرمت خلیفۃ رسولِ اللہ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

۳- الٰہی بحرمت عبداللہ علمبردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

۴- الٰہی بحرمت حضرت شیخ امین الدین شامیؒ۔

۵- الٰہی بحرمت امام الطریقہ حضرت شیخ بدیع الدین شاہ مدارؒ

۶- الٰہی بحرمت حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ۔

۷- الٰہی بحرمت حضرت سید اجمل پرائچیؒ۔

۸- الٰہی بحرمت حضرت سید بڈہن پرائچیؒ۔

۹- الٰہی بحرمت حضرت شیخ درویش محمد ابن قاسم اودھیؒ۔

۱۰- الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ۔

۱۱- الٰہی بحرمت حضرت شیخ رکن الدینؒ۔

۱۲- الٰہی بحرمت حضرت شیخ مخدوم عبد الاحدؒ۔

۱۳- الٰہی بحرمت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ۔

۱۴- الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد سعیدؒ۔

۱۵- الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبد الاحدؒ۔

۱۶- الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد عابد سنامیؒ

۱۷- الٰہی بحرمت حضرت حبیب خدا مظہر شہید مرزا جانِ جاناںؒ۔

۱۸- الٰہی بحرمت حضرت نائب سید البشر مجدد مائۃ ثالث عشر عبداللہ المعروف بشاہ غلام علی دہلویؒ۔

۱۹- الٰہی بحرمت حضرت شاہ ابو سعیدؒ۔

۲۰- الٰہی بحرمت حضرت حافظ القرآن المجید شاہ احمد سعیدؒ۔

۲۱- الٰہی بحرمت حاجی الحرمین الشریفین وسیلتنا الے اللہ الاحد حاجی دوست محمد قندھاریؒ۔

۲۲- الٰہی بحرمت حضرت سید الاولیاء برہان معرفۃ فرید العصر وحید الزمان مظہر فیض رحمان خواجہ محمد عثمانؒ

۲۳- الٰہی بحرمت حضرت امام العارفین قدوۃ السالکین، عمدۃ المحدثین، زبدۃ المفسرین، غوث زمان، قطب دوران، مجدد مائۃ رابع عشر حجۃ اللہ علی الارض ماحی الشرک دافع البدعۃ حاجی الحرمین الشریفین حضرت مولانا حسین علی قدس سرہٗ۔

۲۴- الٰہی بحرمت حضرت حاجی الحرمین الشریفین والابار صاحبزادہ مولوی عبدالرحمٰن سلمہ اللہ المنان علی رؤس المفسرین المسترشدین بحرمت سید المرسلین وصلے اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

(۷)

سلسلہ حضراتِ قلندریہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

۱ - الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین سرورِ کائنات فخرِ موجودات حبیبِ خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

۲ - الٰہی بحرمت حضرت عبد العزیز مکیؒ

۳ - الٰہی بحرمت حضرت سید خضر رومیؒ۔

۴ - الٰہی بحرمت حضرت امام الطریقہ نجم الدین قلندر بن حضرت نظام غزنویؒ۔

۵ - الٰہی بحرمت حضرت شاہ قطب الدین سیناویؒ۔

۶ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبد السلام عرف شاہ علی جونپوریؒ۔

۷ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ۔

۸ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ رکن الدینؒ۔

۹ - الٰہی بحرمت حضرت مخدوم عبد الاحدؒ۔

۱۰ - الٰہی بحرمت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ

۱۱ - الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد سعیدؒ۔

۱۲ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبد الاحدؒ۔

۱۳ - الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد سنائیؒ۔

۱۴ - الٰہی بحرمت حضرت حبیب اللہ مظہر شہید مرزا جان جاناںؒ۔

۱۵ - الٰہی بحرمت حضرت نائب سید البشر مجدد مائۃ ثالث عشر شاہ عبد اللہ المعروف بشاہ غلام علی دہلویؒ۔

۱۶ - الٰہی بحرمت حضرت شاہ ابو سعیدؒ۔

۱۷ - الٰہی بحرمت حضرت حافظ القرآن المجید شاہ احمد سعیدؒ۔

۱۸ - الٰہی بحرمت حاجی الحرمین الشریفین وسیلتنا الی اللہ الاحد حاجی دوست محمد قندھاریؒ۔

۱۹ - الٰہی بحرمت حضرت سید الابرار برہان معرفت وحید زمان مظہر فیض رحمان حضرت خواجہ محمد عثمانؒ۔

۲۰ - الٰہی بحرمت حضرت امام المتقین زبدۃ العارفین عمدۃ المحدثین خاتم المفسرین عالم بے بدل ماحی الشرک قامع البدعۃ غوث زمان قطب دوران مجدد وقت حجۃ اللہ علی الارض حاجی الحرمین الشریفین حضرت مولانا حسین علی قدس سرہٗ

۲۱ - الٰہی بحرمت حضرت والا تبار حاجی الحرمین الشریفین صاحبزادہ مولانا عبد الرحمٰن سلمہ المنان علی رؤس المسترشدین ۔

---

۲ بحرمت سید المرسلین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ رسول خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔

(۸)

سلسلۂ حضرات شطاریہ

رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین

۱۔ الٰہی بحرمت حضرت خاتم النبیین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حبیب خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ الٰہی بحرمت حضرت امیر المومنین خلیفۃ رسول اللہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳۔ الٰہی بحرمت صاحب رسول اللہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۴۔ الٰہی بحرمت حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیقؒ۔

۵۔ الٰہی بحرمت حضرت امام ہمام جعفر صادقؒ۔

۶۔ الٰہی بحرمت حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ۔

۷۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد مغربیؒ۔

۸۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابو یزید عشقیؒ۔

۹۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ المظفر ترک طوسیؒ۔

۱۰۔ الٰہی بحرمت شیخ ابو الحسن خرقانیؒ۔

۱۱۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ خدا قلی ماوراء النہریؒ۔

۱۲۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد عاشقؒ۔

۱۳۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد عارفؒ۔

۱۴۔ الٰہی بحرمت صاحب الطریقہ شیخ عبداللہ شطارؒ

۱۵۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد قاضنؒ۔

۱۶۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ ہدیۃ اللہ سرمستؒ۔

۱۷۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ ظہور الٰہیؒ۔

۱۸۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد غوث گوالیاریؒ۔

۱۹۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ لشکر محمد آلٰہیؒ

۲۰۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ عیسیٰ سندھی برہانپوریؒ

۲۱۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ سید میر کلالؒ۔

۲۲۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ احمد الخغلیؒ

۲۳۔ الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابو طاہرؒ

۲۴- الٰہی بحرمت حضرت شیخ شاہ ولی اللہ الدہلویؒ۔

۲۵- الٰہی بحرمت حضرت شاہ عبد العزیزؒ۔

۲۶- الٰہی بحرمت حافظ القرآن المجید حضرت شاہ ابو سعیدؒ

۲۷- الٰہی بحرمت حافظ القرآن المجید حضرت شاہ احمد سعیدؒ

۲۸- الٰہی بحرمت حضرت حاجی الحرمین الشریفین وسیلتنا الی اللہ الصمد حاجی دوست محمد قندہاریؒ۔

۲۹- الٰہی بحرمت امام المتقین برہان المعرفۃ شمس الحقیقۃ فرید العصر وحید الزمان مظہر فیض رحمان حضرت خواجہ محمد عثمانؒ۔

۳۰- الٰہی بحرمت حضرت امام المتقین زبدۃ العارفین عمدۃ المحدثین خاتم المفسرین ماحی الشرک قامع البدعۃ غوث قطب دوران مجدد مائۃ رابع عشر حجۃ اللہ علی الارض حاجی الحرمین الشریفین حضرت مولانا حسین علی قدس سرہٗ۔

۳۱- الٰہی بحرمت حاجی الحرمین الشریفین حضرت صاحبزادہ والاتبار مولانا عبد الرحمٰن لازالت انوار فیوضہم علیٰ رؤس المسترشدین بحرمت سید المرسلین وصلی اللہ تعالےٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

ایضاً ————— حضرت شاہ ولی اللہؒ اجازت گرفتہ از ابو طاہر از پدر خویشش (شیخ) ابراہیم کردی از شیخ احمد قشاشی از شیخ احمد شناوی از شیخ صبغۃ اللہ از شیخ وجیہ الدین الگجراتی۔ از شیخ محمد غوث گوالیاری الخ

سِلسلۂ شطاریہ

دیگر

۱۔ الٰہی بحرمت سید المرسلین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۲۔ الٰہی بحرمت امیر المومنین خلیفۃ المسلمین اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب رضؓ۔

۳۔ الٰہی بحرمت سید الشہداء سبط رسول شہید کربلا حضرت امام حسین رضؓ۔

۴۔ الٰہی بحرمت امام معصوم حضرت امام زین العابدین رضؓ۔

۵۔ الٰہی بحرمت امام محمد باقر رحؒ۔

۶۔ الٰہی بحرمت حضرت امام جعفر صادق رحؒ

۷۔ الٰہی بحرمت حضرت ابو یزید بسطامی رحؒ الخ۔

وفی الیانع الجنی ان ابا سعید قدس سرہٗ اجازہ الشاہ عبد العزیز اجازۃ عامۃ وھو مجاز من شاہ ولی اللہ الدھلوی علی ھذا الی الفوق۔

اصول مشرب شطار تصور عین ذات ہست

در مکاشفات امام ربانی مجدد الف ثانیؒ مقامیست در غیبت یک قسمے ذات از محبّت ذاتی لازم آں مقام ست۔

حضرت امام اعظم کوفیؒ از جملہ رؤسائے ایں اقطاب است، وخواجہ احرار از اقطاب آں مقام نبود اما ازاں مقام نصیب وافر داشتند از روحانیت حضرت امام ہمام امام اعظمؒ فیض خاصہ بطریق کمال مجدد الف ثانیؒ را رسیدہ است بقول حضرت استاذی ومرشدیؒ مولائی حضرت امام العارفین زبدۃ الکاملین غوث زمان قطب دوراں مجدد وقت حضرت مولانا حسین علی انی رأیت فی المنام انی کنت علی قبر الامام الاعظم فخرج من قبرہ وعانقنی والحمد للہ علی ذلک۔

اور یانع الجنی میں مذکور ہے کہ حضرت شاہ عبد العزیزؒ نے حضرت ابو سعیدؒ کو اجازت عامہ عطا فرمائی اور شاہ عبد العزیز کو حضرت شاہ ولی اللہؒ سے اجازت حاصل ہے۔ اسی طرح اوپر تک یہ سلسلہ چلتا ہے۔

مشرب شطار کا اصول عین ذات کے تصور پر مبنی ہے

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکاشفات میں ایک مقام ایسا ہے کہ محبت ذاتی اس مقام کے لئے لازم ہے اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوفیؒ اس مقام کے اقطاب کے رؤسا میں سے ہیں۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ اس مقام کے اقطاب میں اگرچہ نہیں لیکن انہیں اس سے وافر حصہ نصیب ہوا ہے۔ حضرت امام اعظمؒ کی روحانیت سے خاص فیض بطریق کمال حضرت مجدد الف ثانی کو پہنچا ہے۔ (حضرت مولانا حسین علیؒ) فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں حضرت امام اعظمؒ کی قبر پر ہوں اور حضرت امام اپنی قبر سے باہر تشریف لائے اور مجھ سے معانقہ فرمایا والحمد للہ علی ذلک۔

؎

در مکاشفات امام ربانی مجدد الف ثانیؒ سلوک صدیق اکبرؓ راآں مانند دارد که نقبے از خانہ جذبہ کندہ اند و باغیبت ذات رسانیدہ اند۔ و بعد از صدیق اکبرؓ ایں نسبت بہ سلمان فارسیؓ رسیدہ از راہِ درونی و بعد ازاں بہ حضرت قاسم رسید و بعد ازاں بہ امام جعفر صادقؒ رسید بعد ازاں براہ روحانیت سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ رسید، پس از سلطان العارفین بطریق روحانیت شیخ خرقانیؒ رسید واز ایشاں بہ ابو علیؒ رسید، قال الشاہ ولی اللہ الدہلویؒ فی الانتباہ " اخذ القاسم من سلمانؓ لا یمکن الا ان یکون من جہۃ الباطن، واز ابو علیؒ بہ ابو یوسف ہمدانیؒ واز ابو یوسفؒ بہ عبد الخالق غجدوانیؒ واز روحانیت عبد الخالقؒ بہ امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبندؒ۔ واللہ اعلم

اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے مکاشفات میں ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے سلوک کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک جذبہ کے مکان میں نقب لگا کر اس ذات تک جو پردۂ غیب میں ہے پہنچا دیا ہے (یعنی یہ روحانی فیض بلا واسطہ ظاہر ہے) اور بعد صدیق اکبرؓ کے یہ نسبت حضرت سلمان فارسیؓ تک پہنچی ہے۔ اندرونی (روحانی) طریقہ سے۔ اور اس کے بعد حضرت قاسم تک ان کے بعد حضرت امام جعفر صادقؒ تک اور ان کے بعد روحانی طریقہ پر حضرت بایزید بسطامیؒ تک اور ان کے بعد حضرت ابو الحسن خرقانیؒ تک اور ان سے ابو علیؒ تک یہ سلسلہ پہنچا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنی کتاب " انتباہ فی سلاسل الاولیاء" میں فرماتے ہیں کہ " حضرت قاسم کا حضرت سلمان فارسیؓ سے اخذ کرنا اس کے سوا ممکن نہیں کہ انہوں نے بطریق باطن اخذ کیا ہو"۔ اور پھر ابو علیؒ سے حضرت ابو یوسف ہمدانیؒ تک اور ابو یوسفؒ سے پھر خواجہ عبد الخالق غجدوانیؒ تک اور حضرت خواجہ عبد الخالقؒ کی روحانیت سے امام الطریقت حضرت خواجہ نقشبندؒ تک پہنچا۔

(والحمد للہ اولاً و اٰخراً و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد و اٰلہٖ و اصحابہٖ و اتباعہٖ اجمعین۔)

دمغ الباطل (عربی فارسی)

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رح کی معرکتہ الاراء کتاب جو ابتک زیور طباعت سے اراستہ نہ ہو سکی تھی ۔ ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرة العلوم نے اس ضخیم اور عظیم کتاب کی نقل رامپور کی مشہور رضا لائبریری کے قلمی نسخہ سے حاصل کی ۔ اور پھر اسکا تقابل ندوة العلماء لکھنو اور علیگڑھ کے کتب خانوں کے نسخوں سے کرایا اسکی نقل اور ابتدا کی تصحیح میں حضرت مولانا حبیب الرحمان صاحب اعظمی، اور حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب اور مولوی اقبال احمد صاحب نے حصہ لیا ۔ یہ کتاب حقائق و معارف کا گنجینہ ہے خصوصاً وحدة الوجود اور وحدة الشہود کے پورے مالہ وماعلیہ پر حاوی ہے ۔ اس کا سبب تالیف یہ ہے کہ حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ رح نے جب مسئلہ وحدت الوجود پر کتاب لکھی تو اس دور کے ایک عالم مولوی غلام یحییٰ صاحب نے کچھ اعتراضات کئے تو شاہ رفیع الدین رح الکے جوابات دینے میں کمر بستہ ہوئے اور اپنی تدریسی تعلیمی اور فتاویٰ نویسی کے فرائض کے ساتھ ساتھ دمغ الباطل کی تالیف میں وقت صرف کرتے رہے اور بالآخر یہ تقریباً ساڑھے چھ سو (٦٥٠) صفحات کی بڑی ضخیم کتاب مرتب ہو گئی مسئلہ وحدةلوجود کا کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا گیا ۔ اور پھر ضمناً جا بجا ایسے دقیق اور عمیق علوم اور مباحث کا اضافہ کیا گیا ہے جنکی قدر وقیمت کا صحیح اندازہ حقائق و معارف کے طلبگار اور شیدایان علم ہی لگا سکتے ہیں ۔ کتاب کی نہایت دقت سے مزید تصحیح اور حواشی اور مقدمہ حضرت مولانا عبدالحمید صاحب سواتی مہتمم مدرسہ نصراة العلوم کے قلم سے اشاعت پزیر ہو رہا ہے

واللہ الموفق

ادارۂ نشر و اشاعت مدرسہ نصرة العلوم گوجرانوالہ (مغربی پاکستان)